

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوسرا ہی دینی و علمی مجلہ

جلد نمبر ۱ — محرم الحرام — صفر المظفر ۱۴۱۸ھ — شماره نمبر ۱



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمّد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ — ۶۰ روپے

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور یوپی

پین کوڈ — ۲۳۳۰۰ — فون نمبر ۸۱۱۷۵۷ — ۰۵۲۸

محمد اجمل مفتاحی مونیاتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرست مضامین

۲	بقلم غازی پوری	(۱) حمد
۴	"	(۲) نعت
۵	مدیر	(۳) افتاحیہ
۸	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ	(۴) اسلامی مزاج اور منہاج نبوت کے اساسی اصول
۱۵	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاہوری مدظلہ	(۵) اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت
۲۳	محمد ابو بکر غازی پوری	(۶) حقیقۃ الفقہ کتاب پر ایک نظر
۳۶	جناب عبداللہ صاحب قریشی	(۷) حضرت عمرؓ کی رحمدلی
۳۹	ابو عبدالرحمن غازی پوری	(۸) انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر
۴۳	محمد اکرم اعظمی علی گڑھ	(۹) اشار اللہ - اشار اللہ
۴۵	طلحہ شیرازی	(۱۰) پیتہ نہیں بیٹا
۵۱	محمد ابو بکر غازی پوری	(۱۱) غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر
۶۲	(ادارہ)	(۱۲) مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونیوالی کچھ کتابیں

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

حَمْدُ

حمد تیری اے خدائے بے مثال
 سارا عالم تیرے امر کن سے ہے
 توجہ سے پہلے اسے اونچا کرے
 عزت و ذلت تیری قدرت سے ہے
 تیری قدرت سے زین و آسماں
 مالکِ جود و عطا تو ہی تو ہے
 کیا زیں میں ہے یہ طاقت، غلامے؟
 چینیختی موجیں یہ گرتے آبشار
 باد و باران، برق و رعد و آگیاں
 آسماں میں بادلوں کی جھلکھا
 موج دریا میں یہ چلتی کشتیاں
 یہ چمن میں پھول، کلیاں، تلیاں
 سب تیری قدرت کے ہیں یارب نشاں
 سب تیری قدرت کے ہیں یارب نشاں

ساری ہستی تیرے آگے جھک گئی
 ذات تیری لائقِ سجدہ ہوئی

عرضِ محفوزِ سرورِ کائنات

از غازی پوری

اے حبیبِ خدا اے شہِ دوسرا کشتیِ مجدِ حارِ میں نا خدا لاپتہ
 بدر کا مل پہ کیسا گہن چھا گیا سارا عالم بنا دائے ظلمت کدہ
 اب تو نظر کرم اے رسولِ امم
 غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم
 وہ کتابِ مبیں، طاقِ نسیان ہے گھاتِ یں ہر جگہ بیٹھا شیطان ہے
 برپا عالم میں کیسا یہ ہیجان ہے شرک و بدعت کا مار یہ انسان ہے
 اب تو نظر کرم اے رسولِ امم
 غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم
 شمعِ ایمان کس ہے چراغِ سحر اب کبھی تب کبھی ہم کو لگتا ہے دُور
 راہِ رشد وہی کھو چکا ہے بشر ان رے تیرے جی، ان رے بھٹکی نظر
 اب تو نظر کرم اے رسولِ امم
 غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم
 اب سے پہلے ہمارا تو یہ حال تھا بحرِ ظلمات کبھی ہم سے پامال تھا
 ہم ستاروں پہ بھی ڈالتے تھے کمنہ کفر و باطل کا ٹوٹا ہوا جال تھا
 اب تو نظر کرم اے رسولِ امم
 غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم
 پھر اسی بالِ دیر کے ہیں محتاج ہم تاکہ پھر کر دیں باطل کو زبردست دم
 بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑائیں ہم ہم ہیں حاضر تیرے در پہ با چشمِ نم
 اب تو نظر کرم اے رسولِ امم
 غرق ہو جائیں گے بحرِ عصیاں میں ہم

جلد ۱۰ - جمل مفتاح

اِفْتَحَیْہ

عرصہ دراز سے بہت سے اجاب کا اصرار تھا کہ مکتبہ اثریہ سے ایک اردو شمارہ بھی شائع کیا جائے تاکہ اردو خواں طبقہ اس سے مستفید ہو۔

مکتبہ اثریہ محدود ذرائع کا ایک مختصر سا ادارہ ہے، ہم نے اجاب کے اصرار کے پیش نظر بار بار اس کا ارادہ بھی کیا مگر جب اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ یہ کام ہمارے لئے بہت مشکل ہے، ذرائع آمدنی کی محدودیت کے علاوہ مکتبہ اثریہ میں کام کرنے والے افراد کی قلت بھی اس کا بڑا سبب بن رہی تھی، پھر اپنی تصنیفی و تالیفی مصروفیات بھی کچھ اتنی ہیں کہ دوسرے کسی نئے کام کیلئے وقت نکالنا میرے لئے بہت مشکل تھا، کسی طرح۔ صوت الاسلام، عربی کا کام ہو جاتا، یہی بڑی بات ہے، دینی پرچہ نکالنا اور وہ بھی ہندوستان جیسے ملک میں یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا ہمارے وہ اجاب سمجھتے ہیں جنہیں اس کام سے سابقہ نہیں ہے۔

ادھر دو سال کے عرصہ میں میری عربی وارد و کئی کتابیں شائع ہو کر بڑی تیزی سے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئیں، یہ کتابیں غیر مقلدیت و سلفیت کے نام سے امت مسلمہ میں جواک شاذ اور یہ متی طبقہ پیدا ہو گیا ہے، اسکے رد میں ہیں، ان کتابوں نے ہندوستان و پاکستان کے علاوہ عرب دنیا میں بھی سلفیت کو بے نقاب کر دیا ہے اور اس فرقہ کا مکروہ چہرہ اور دوہرا کردار کھل کر لوگوں کے سامنے آ گیا ہے۔

جب میری یہ کتابیں ہندوستان و پاکستان کے مختلف اطراف میں پہنچیں تو ایک بار

پھر لوگوں کا اصرار بڑھا کہ مکتبہ اثریہ سے ایک اردو پرچہ بھی شائع ہو، بعض اجاب نے یہ کہا کہ اگر ماہنامہ نہ ہو سکے تو سہ ماہی کسپی، اب کی دفعہ ان مخلصین کا اصرار کچھ اتنا شدید تھا کہ مجھے ان کے احترام میں اپنی رائے بدلنی پڑی، اور میں نے خدا سے مدد مانگ کر اور بار بار دعا کر کے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر عزم و ارادہ میں پختگی کی بھیک مانگ کر یہ طے کیا کہ مکتبہ اثریہ سے اردو پرچہ ہر دو ماہ پر شائع کیا جائے۔ تین ماہ کا عرصہ بہت طویل ہو جاتا ہے، اور ماہنامہ شائع کرنا سر دست ممکن نہیں تھا درمیان کی راہ ہی مناسب معلوم ہوئی، یعنی دو ماہ کے وقفہ سے مکتبہ اثریہ کا اردو شمارہ میلہ۔ زمزم کے نام سے آپ کے ہاتھ میں پہونچتا رہے۔

مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والے اس اردو شمارہ کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ جو مضامین صوت الاسلام عربی شمارہ میں ہوں گے انہیں مضامین کا اردو ترجمہ پرچہ زم زم میں بھی ہوگا، اردو شمارہ کے عنوانات و مضامین الگ ہوں گے، عربی صوت الاسلام جہاں پہونچتا ہے وہاں کا ماحول دوسرا ہے، اردو شمارہ میں برصغیر ہند کے رہنے والوں کے مزاج کی رعایت سے مضامین شائع ہوں گے، اس اردو شمارہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ مضامین ہلکے پھلکے ہوں گے جن سے عوام الناس اور کم پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کر سکیں گے، زبان کے سلسلہ میں کوشش کی جائے گی کہ بہت آسان ہو تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن پر بار کم پڑے اور استفادہ میں کوئی دقت نہ ہو، کوشش اس کی بھی ہوگی کہ مضامین میں تنوع ہو تاکہ قارئین کسی قسم کی اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

دعا فرمائیے کہ باری تعالیٰ ہمیں اپنی کوششوں میں کامیاب کرے، اور ہم نے جس عزم و ہمت کے ساتھ اس کام کے لئے اپنے کو تیار کیا ہے اس میں مزید توانائی بخشے اور اپنی توفیق سے ہمیں بہرہ مند کرے۔

ہم اپنے مجلس اجاب سے اس کی توقع رکھتے ہیں کہ اس پرچہ کی نشر و اشاعت

میں ہیں اپنا بھرپور تعاون دیں گے، خود بھی خریدار بنیں گے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں گے۔ انہیں اجاب کی توجہ سے یہ پرچہ اپنا معیار بڑھاتا رہے گا، اور انشاء اللہ دین و ملت کی خدمت انجام پاتی رہے گی۔

چونکہ ذمہ داران مکتبہ اثر یہ غیر مقلدیت (یا سلفیت کہہ لیجئے) کو وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ سمجھتے ہیں اس وجہ سے اس موضوع سے متعلق چیزیں اس پرچہ میں زیادہ ہوں گی۔ اور رد و ابطال تو ہر باطل فترتہ کا ہوگا اس بارے میں ہم کسی طرح کا ساہل برتنے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہیں، اسلئے ہمیں وحدت کلمہ، اتحاد ملت، جیسے خوش کن عنوانات سے اپنے اس موقف میں لچک پیدا کرنے کیلئے مشورہ نہ دیا جائے اور نہ اس قسم کا کوئی مشورہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔

زم زم کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے، ہمیں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار ہے، اس شمارہ میں آپ نے جو کمی محسوس کی ہو ہمیں اس سے ضرور باخبر کریں۔

محمد ابو بکر غازی پوری

مجلہ اجماع مفتاحی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صابری رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی مزاج اور منہاج نبوت کے اساسی اصول

(منفی پہلو)

لا اسلام الا بجماعۃ
اسلام بغیر جماعت کے نہیں

یعنی اسلام کا مزاج اجتماع پسندانہ ہے۔ انفرادیت پسندانہ نہیں۔
(۲) لا رہبانیۃ فی الاسلام

یعنی دین کے بارے میں اسلام کا مزاج
اختراع پسندی اور جدت طرازی کا نہیں بلکہ
اتباع پسندی ہے۔ نیرگوثر گیری اور انقطاعات
پسندی کا نہیں بلکہ عام مخلوق میں ملے جلے ہو کر
کام انجام دینے کا ہے۔

(۳) لا اکلاۃ فی الدین

یعنی اسلام کا مزاج دین میں جبر اکراہ اور
تشدد کا نہیں بلکہ نرمی و محبت کے ساتھ حجت
و برہان سے حق واضح کر دینے کا ہے۔ ماننا
نہ ماننا کیلئے مخالف کا اختیار فی فعل ہے۔

(۴) لا ضور ولا ضوا

یعنی اسلام کا مزاج تخریبی یا ہرزہ رسانی
کا نہیں بلکہ تعمیری اور نفع رسانی کا ہے۔

فی الاسلام

(۵) لا عداوی ولا طیرۃ

یعنی اسلام کا مزاج توہم پسندانہ نہیں کہ

شگون یا ٹوٹنے ٹوٹنے یا کسی کی بیماری
کسی کو لگ جانے کا تخیل باندھ لینا اس
کے یہاں معتبر ہوں بلکہ حقیقت پسندانہ ہے
کہ امور واقعہ ہی اس کے نزدیک معتبر ہوتے
ہیں۔ خواہ وہ حسی اسباب سے ظہور پذیر ہوں
یا معنوی اسباب سے تخیلاتی اور توہماتی خطرات
و دساوس اس کے نزدیک اسباب نہیں ہیں
کہ حوادث کا ان سے متعلق ہو۔

یعنی اسلام کا مزاج طالب عہد کے کو عہدہ
نہ دینے کا ہے گویا عامۃ عہدوں کی طلب
خود غرضی کی دلیل ہوتی ہے، اور خود غرضی
انسان اپنی اغراض کی تکمیل میں مشغول رہ کر
فرائض منصبی میں عادتاً قاصر رہتا ہے۔
یعنی اسلام کا مزاج کسی پر اسکی طاقت کے
قدر بار ڈالنے کا ہے خواہ انسان ہیا حیوان
زائد از طاقت بوجہ رکھنا اس کے نزدیک
ظلم ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج گندم نمائی جو فردشی اور
نمائشی خوب صورتیاں دکھلا کر دغل فصل کا نہیں
بلکہ حقیقت پسندی اور حقیقت نمائی کا ہے۔
یعنی اسلام کا مزاج تصنع بناوٹ یا نمائش
پسندی کا نہیں بلکہ سادگی، سچائی اور

(۶) لَا تُؤَلِّیْ اَمْرًا هَذَا
مِنْ طَلَبٍ

(۷) لَا تُتَكَلَّفُ نَفْسًا اِلَّا
وَسْعَهَا

(۸) لَیْسَ مِنْ اَمْرِ غَشَّیْنَا

(۹) وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ

ظاہر و باطن کی یکسانی کا ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج شہنشاہیات مقدسہ کے نام پر تعصب تنگی، حد بندی اور گروہ سازی کا نہیں بلکہ انکی ہمہ گیر توفیر و تعظیم کے ساتھ بین الاقوامی طور پر اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور عالم انسانیت کو متحد کرنے کا ہے۔
یعنی اسلام کا مزاج دل چھوڑ کر بیٹھ رہنے اور بزدلی اور کم ہمتی دکھلانے کا نہیں بلکہ عزت اور قوت یقین کے ساتھ عالی حوصلگی اور ہمت مروانہ دکھلانے کا ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج کتنی بھی مشکلات کا ہجوم سر پر آجائے مایوسی کا نہیں بلکہ امید بھروسہ اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ ثبات و استقلال اور آگے بڑھتے رہتے کا ہے، مایوسی اس کے نزدیک کفر کا شعبہ ہے۔

اسلام کا مزاج دین کے بارے میں مینق اور تنگی کا نہیں بلکہ فراخی کا ہے معذور کو مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے مناسب حال راہ نکال دی جاتی ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج دین میں غلو مبالغہ اور تحمل بیجا کا نہیں ورنہ دین اسے ہٹا دے گا بلکہ اعدال کے ساتھ بقدر طاقت بوجھ اٹھانے

(۱۰) لا انفراق بین احد
من راسلہ

(۱۱) لا تھنوا ولا تحزنوا
فانتم الاعلون ان کنتم
مومنین۔

(۱۲) لا تيسوا من
روح الله

(۱۳) ما جعل علیکم
فی الدین من حرج

(۱۴) لن یشاء الدین
الاغلبہ۔

کا ہے توسط واقفان ہی اس کا بنیادی
امول ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج دوست اور دشمن میں
یکساں انصاف ہے جانبداری یا بے جا
رعایت یا خویش نوازی اس کے یہاں
خلاف عدل اور خلاف تقویٰ ہے۔

یعنی اسلام کا مزاج عمل پر ابھارتا ہے کہ
ہر ایک کو اسی کی سعی کام دے گی دوسرے کی
محنت کام نہ آئے گی تاکہ آدمی دوسروں پر تکیہ
کر کے معطل نہ ہو بیٹھے، ہمت سے خود
آگے بڑھے۔

(۱۵) ولا یجرمنکم شأن
قوم علی ان لا تعدلوا
اعدلوا هو اقرب
للتقویٰ۔

(۱۶) لیس للانسان الا
ما سعی۔

مثبت پہلو

یہی صورت اسلام کے اساسی اصول میں مثبت مہابطوں کی بھی ہے جس سے
اسلام کا مزاج کھلتا ہے۔ مثلاً :
(۱) لیہلک من ہلک عن
بیئتہ ویحیی من حی
عن بیئتہ

یعنی اسلام کا مزاج صلح جوئی اور امن پسندی
کا ہے، لڑائی جھگڑے شراغیزی اور فتنہ جوئی
کا نہیں نیز اس کا مزاج احسان اور جود و کرم
کا ہے، بخل، تنگی اور جُورسی کا نہیں۔

(۲) والصلح خیر واحضرت
الانفس الشیخ

(۳) وَاَصْبِرْ عَلٰٓا مَا اَصَابَكَ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْاُمُورِ -

یعنی اسلام کا مزاج انتقام پسندانہ نہیں
بلکہ کریمانہ اور معافی پسند یا ایذا رسانیوں پر
صبر و تحمل اور عفو و گذر کا ہے۔ اس کو اس نے
اولوالعزمی کہا ہے۔

(۴) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ

یعنی اسلام کا مزاج باہمی بھائی بندی اور
ملنساری کا ہے اجنبیت پسندی اور بیگانہ
روشنی کا نہیں۔

(۵) اِنَّ النَّاسَ كَاْهَمٌ اِخْوَةٌ

یعنی اسلام کا مزاج عالمی بھائی چارے کا
ہے کہ تمام انسان بھائیوں کی طرح رہیں خواہ کوئی
بھی قوم ہو اور کسی بھی مذہب کی ماننے والی ہو
غلام سازی یا استحصال عوام یا گروہ سازیوں
کے ذریعہ بھائی کو بھائی سے جدا کر دینے کا ہے
یعنی اسلام کا مزاج پورے عالم انسانیت کے
احترام و تحفظ کا ہے انسانیت کی تحقیر و تذلیل
اور لاپرواہی سے اس کے منافع ہو جانے
پر قناعت کر لینے کا نہیں۔

(۶) مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ
ذٰلِكَ كَاَنَّهُ قَتَلَ النَّاسَ
جَمِيعًا -

یعنی اسلام کا مزاج خلا و التباس یا حق و باطل
کو مخلوط کر دینے یا اقوام کی رضا جوئی کی خاطر
حق و باطل کو جمع کر کے بین بین راہیں
نکالنے کا نہیں بلکہ حق و باطل کو نکھار
مستیز کر دینے کا ہے۔

(۷) وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ
وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ
اَنْ يَّتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ
سَبِيْلًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا -

اسلام کا مزاج دائرہ حق (اسلام) میں پورے

(۸) ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً

داخل کرانے اور یک نغی کے ساتھ دلوں کو
سکون و اطمینان بخشنے کا ہے۔ تاہم اور
ادہ کچھ کام سے دلوں کو ڈانوا ڈول کوٹنے
کا نہیں۔

یعنی اسلام کا مزاج امانت داری اور امانت
سپاری کا ہے بددیانتی خیانت پسندی یا دغل
غریب کا نہیں۔

اسلام کا مزاج اجتماعی امور میں استواری
نظام اور قیام امارت پر امیر کے حق میں سحر و
طاقت کا ہے اگرچہ ایک حبشی غلام ہی امیر
بنادیا جائے مرکزیت یا فوضویت اور بے مرکز
جمہوریت اسلام کا مزاج نہیں کہ یہ انتشار
پسندی ہے۔

اسلام کا مزاج ہر ایک کو اپنے ہی عمل پر ایمان
ہے تاکہ دوسروں پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔
اسلام کا مزاج یہ ہے کہ کوئی اپنی نسبت یا
نسب یا استیاب پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے
جس نے جو کچھ کیا ہے وہ ضرور اسکے آگے آئیگا۔
یعنی اسلام کا مزاج یہ ہے کہ جاہلیت کی جن رسوم
کو اس نے مٹا دی ہے ان کا اعادہ یا نئی نئی
پکڑ ندیاں نکالنا اس کیلئے قابل برداشت
نہیں کہ خود اسلام کی تخریب ہے۔

(۹) ان توعدوا الامانات
الی اہلہا۔

(۱۰) ویقولون سمعنا
واطعنا

(۱۱) کل امرء بما کسب
رہین۔

(۱۲) من یعمل سوءً
یجزیہا۔

(۱۳) ثلثة لعنہم اللہ
(و) منهم متبع فی
الاسلام سنۃ جاہلیۃ

(۱۴) مَا اتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا

(۱۵) الدِّنْيَا مِرْسَآءُ الْآخِرَةِ

(اور)

اِنَّ الدِّنْيَا خَلَقْتُ لَكُمُ وَاِنَّكُم
خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ -

اسلام کا مزاج رسالت کی پیروی کرنا ہے
قانونِ حق میں ایجا د آخرت سے کرا نا
نہیں۔

اسلام کا مزاج ہر عمل کو خواہ عبادۃ ہو یا
خواہ عبادۃ اخروی بنانا ہے دنیا پر ختم کر دینا
نہیں ہے نہ دنیوی مفادات کو اصل رکھنا
مگر دنیا ترک کرنا بھی نہیں بلکہ اسے اختیار
کر کے اس میں سے آخرت نکالنا ہے اس
لئے دنیا کو کھیتی کہا ہے، پس اگر پھل ضروری ہے
تو کھیتی کرنا بھی ضروری ہے ورنہ پھل نہیں
مل سکتا، پس اسلام کے مزاج میں ترک دنیا
نہیں بلکہ ترک محبت دنیا ہے اسلئے کہ یہ ساری
دنیا انسان کیلئے پیدا کی گئی ہے تو وہ معطل نہیں
چھوڑی جا سکتی اور انسان آخرت کیلئے پیدا کیا گیا
ہے تو اسے محض دنیا پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

بہر حال کتاب و سنت کے یہ چند اساسی اصول جیسے اجتماعی، انفرادی، شخصی، جماعتی
مرکزیت، امارت، سمع و طاعت، تفویض، عہدہ جات کی نوعیت، عوام کا طرز تربیت، اخلاقی
بلندی، عملی جوش معاشرت کا ڈھنگ، دین کی وسعت و خلط و القباس سے اس کا بالاتر ہونا
بدعات و محدثات سے گریز، اتباع رسالت، اخوت، ہمدردی، بے لوث عدل و انصاف
خدمت خلق، دنیا کا آخرت سے ربط، اور آخرت کی مقصودیت وغیرہ وہ امور ہیں جن
سے منہاج نبوت کا ذوق اور اسلامی مزاج کھل کر سامنے آتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاہوری مدظلہ

اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قہر

بدعت کی تعریف | بدعت اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو
یعنی قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت نہ ملے، حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کے
مبارک زمانہ میں اس کا وجود نہ ہوا اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔
علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

والبدعة اهلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری ص ۲۱۹)
كتاب صلوٰۃ التراويح
بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو
بغیر کسی سابق مثال کے اور نمونہ کے ایجاد
کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق
سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے پسند اوہ
مذموم ہی ہوگی۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

واما البدع فهو جمع بدعة وهي كل شئ ليس له مثال تقدم فيشتمل لغة ما يعبد ويذمر ويختص في عرف اهل
بدعت ہر وہ چیز ہے کہ اس کے لئے سابق
زمانہ میں کوئی مثال (نظیر) نہ ہو لغوی
معنی کے اعتبار سے یہ لفظ قابل تعریف
اور قابل مذمت دونوں چیزوں کو شامل ہے

اور شرعی اصطلاح میں یہ لفظ خاص کر
اسی موقع پر استعمال ہو تا ہے جو چیز
قابلِ مذمت ہو اور اگر کسی جگہ قابلِ تحریف
چیز پر بدعت کا لفظ بولا گیا ہو تو وہ
اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہوگا (شرعی
اصطلاح کے اعتبار سے نہیں)۔

الشرع بما یذم - وان ورد
فی المحمود فعلى معناه اللغوی
(فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳)
باب ما یکره من التعمق و
التنازع فی العلم والغلو
فی الدین والبدع۔

شامی میں ہے :

بدعت وہ امر ہے جس کو ایک قسم کے
شبہ اور استحسان کے ساتھ اس حق کے
خلاف ایسا کیا جاوے جو کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے خواہ
وہ از قسم علم ہو یا عمل یا حال اور اس
کو دین تویم اور صراط مستقیم قرار دے
لیا جاوے۔

ما احدث على خلاف الحق
المتلقى عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم من علم او عمل
او حال بنوع شبهة واستحسان
وجعل ديناً قوياً وصراطاً
مستقيماً۔

(شامی ص ۵۲۵ ج ۱ باب الامامة)

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
”بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون
مشہودہا بالخیر میں نہ ہو اور اسکو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا گئے“
تفسیر قواعد عثمانی ص ۲۱۲ رکوع ۲ سورہ حدیث آیت ۲۷ و دہبانیۃ ص ۱۷۱

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں، بدعت
ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور احادیث
شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور
تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے

یا چھوڑا جائے، (تعلیم الاسلام ص ۲۷ حصہ چہارم، بدعت کا بیان)
 علم الفقہ میں ہے: اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو
 امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے
 نہ احادیث سے نہ اجماع محدثین سے نہ قیاس شرعی سے۔

(علم الفقہ ص ۲۳۱، ۳۶۷، ایضاً ثواب کا بیان، مصنفہ حضرت مولانا عبدالحکیم کھنوی)
 عمدۃ الفقہ میں ہے: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت
 سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے۔
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں
 اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف
 کی ان چاروں دلیلوں میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و اجماع امت (صحابہ و تابعین
 و تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین
 کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجب کوئی بھی کیوں نہ ہو (عمدۃ الفقہ
 ص ۶۱۷ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ تعالیٰ)

عقائد اسلام میں ہے: شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو
 کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحۃً
 یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جاوے کذا فی الطریقۃ المحمدیہ، اور تفصیل اس
 کی یہ ہے کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیا ہو اور
 آپ نے منع نہ کیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور جو چیز کہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں، وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل
 یوں ہے کہ اگر وہ از قسم علوت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع
 نہ ہو، اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ صحابہ کے عہد یا تابعین کے یا تبع تابعین کے

یابعد اس کے ، پس اگر صحابہ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہؓ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا ، چنانچہ مرواں نے پڑھا اور ابو سعید خدریؓ نے منع کیا (تو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بدعت ہوگا) روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے ، اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر یا کہ اس کو منع نہ کیا ہو (اگر منع کیا تو وہ بدعت ہوگی) اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر القراون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث ، روا الشیخان ۔ کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کا جو ان کے بعد ہونگے یعنی تبع تابعین ، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دیے پھر کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے ، (الحديث) پس بموجب بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں زمانے کا اعتبار ہے اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے اور اگر ان تینوں زمانہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو اس کو اولہ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ ، اجماع امت قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا پس اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا جاوے گا اور وہ کسی اولہ شرعیہ سے ثابت ہوگی تو بدعت نہ ہوگی اور اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانے میں نہ پایا گیا یا وہ کسی اولہ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے گو اس کا موجب کوئی کیوں نہ ہو مولوی ، درویش کی ، مدنی ، شیخ ، سید ۔

(عقائد اسلام ص ۱۳۲ ۱۳۳ ، مصنفہ علامہ مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب مفسر قرآن)

بدعت بہت سخت گناہ ہے از روئے حدیث بدعت مردود ہے ، مگر اسی ہے شر الامور ہے ، اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت کا سبب ہے ، بدعتی کی تعظیم کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے ، بدعتی کا روزہ

مقبول نہیں، نماز مقبول نہیں، حج مقبول نہیں، عمرہ مقبول نہیں، صدقہ مقبول نہیں، جہاد مقبول نہیں، بدعتوں سے باز نہ آوے تو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت اس قدر سخت گناہ ہے کہ اس کی نحوست سے سنت نیست و نابود ہو جاتی ہے اور وہ قوم سنت کے نور سے محروم ہو جاتی ہے، حدیث میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی مثلاً من السنۃ فتمتک یسئنا خیر من احداث بدعتا رواہ احمد، مشکوٰۃ شریف صلاب الاعصام بالکتاب السنۃ بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے ثم لا یعبداھا الیہم الی یوم القیمۃ پھر وہ سنت جو اٹھالی جاتی ہے قیامت تک اس قوم کو نہیں دی جاتی ریالفاظ دیگر وہ قوم اس سنت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۲)

مطلب یہ ہے کہ بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہنچتا ہے، بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے اور بالآخر سنت نیست و نابود ہو جاتی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے، گیسوں چاول باجرہ وغیرہ کے کھیت میں گھاس اُگ آتی ہے اور وہ جس قدر بڑھتی جاتی ہے فصل کو نقصان پہنچتا ہے، اس نقصان سے حفاظت کی خاطر کھیت کا مالک اس گھاس کو جڑ سے نکلوا دیتا ہے تو گیسوں وغیرہ کے پودے پھلتے پھولتے ہیں اور فصل غمہ ہوتی ہے، اگر وہ گھاس اکھاڑی نہ جائے تو کھیتی کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح بدعت سنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی اسے دبائے رکھتی ہے، اگر ابتدا ہی سے بدعت کو روکا نہ جائے تو بالآخر بدعت غالب آ جاتی ہے اور سنت کی جگہ لے کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

لا یقبل اللہ لصاحب بدعتا
صوماً ولا صلوة ولا صدقة
ولا حجاً ولا عمرة ولا جهاداً
ولا صرفاً ولا عدلاً یخرج
من الاسلام کما تخرج الشعرة
من العجین (ابن ماجہ ص ۷)

اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے
ہیں نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ جہاد نہ کوئی
فرض عبادت نہ نقلی عبادت، بدعتی اسلام
سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح
گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔

.....
اسی بنا پر احادیث میں بدعت کی بہت ہی مذمت کی گئی ہے۔ مسلم شریف
میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہما
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا خطب احمرت
عینا وعلا صوته واشتد
خضبه کان من مندر جیش
یقول صبحکم ومساءکم
ویقول بعثت انا والساعة
کھاتین ویقرن بین
اصبعیهما السبابة والوسطی
ویقول اما بعد فان خیر
الحديث کتاب اللہ وخیر
الهدی ہدی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وشر الامور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ
دیے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔
آواز اونچی ہو جاتی، غصہ سخت ہو جاتا
جیسے کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے فرما رہے
ہوں کہ تم پر صبح یا شام کو ٹوٹ پڑنے والا
ہے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی
کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے
میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جیسے
بیدلوں انگلیاں، یعنی بغیر فاصلہ کے اس
کے بعد آپ ارشاد فرماتے سب سے بہتر
کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ
طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

سب سے بری چیز بدعتیں (نواہد چیریں)
ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

محدثاتھا وکل بدعة ضلالة
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ باب الاعتقاد)

دوسری حدیث میں ہے :

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں
کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے
پھر نہایت بلند اور موثر انداز میں کچھ کلمات
ارشاد فرمائے جس کی وجہ سے حاضرین کی
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرز اٹھے
ایک صحابی نے عرض کیا : یا رسول اللہ!
یہ تو گویا رخصت کر نیوالے کی نصیحت
ہے ہیں اور کبھی نصیحت فرمائیں آپ نے
فرمایا میں تم کو تقویٰ اختیار کرنے اور
سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ
تمہارا امیر حبشی غلام ہو لیکن تم میں سے
جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت
اختلاف دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم
ہے کہ تم اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو
جو میرا طریقہ ہے اور میرے بعد ان خلفاء
راشدین کا طریقہ ہے جو ہدایت یافتہ ہیں
تم اس کو مضبوطی سے سینچالو اور ڈوڑھوں
سے مضبوط پکڑ لو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں

عن العرباض بن ساریہ
قال صلی بنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہا وسلم ذات یوم
ثم اقبل علینا بوجهه فوعظنا
موعظة بلیغة نزارفت
منها العیون ووجلنا
منها القلوب فقال رجل
یا رسول اللہ کان ہذا
موعظة مودع فاوصنا
فقال اوصیکم بتقوی اللہ
والسمع والطاعة وان کان
عبدا احب شیئا فانہ من یعش
منکم بعدی فسیری اختلافاً
کثیراً، فعلیکم بسنتی وسنتہ
الخلفاء الراشدین المہد
یین تمسکوا بہا وعضوا
علیہا بالنواجذ وایاکم
ومحدثات الامور فان
کل محدثا بدعة وکل بدعة

”حقیقۃ الفقہ“ کتاب پر ایک منظر غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیت کے کچھ نمونے

مولانا محمد یوسف جے پوری مشہور غیر مقلد عالم ہیں، اور بقول مولانا مقتدی حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس ”وہ ایک صاحب منظر عالم تھے“ مولانا جے پوری چونکہ بقول مولانا مقتدی حسن ازہری ”فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف تھے“ انھوں نے بقول مولانا ازہری صاحب ”فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے ایک کتاب حقیقۃ الفقہ کے نام سے تالیف فرمائی جو بڑی تحقیقی اور مفید ہے۔ میں بہت دنوں سے اس کتاب کا نام سنا کرتا تھا، غیر مقلدین جماعت کے اصاغر و اکابر اس کتاب کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، بہت سی تحریرات میری نظر سے گزریں جن میں اسی کتاب کے مشتملات و مضامین سے فقہ حنفی پر بمباری کی گئی ہے، اور فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حقیقۃ الفقہ کتاب کی خود اعان کی نگاہ میں کیا اہمیت ہے، بقول مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ :

”اس میں بعض وہ مسائل ہیں جن کے ائمہ مجتہدین قائل نہیں ہیں اور

بعض مسائل میں اپنی طرف سے کتر بیونت کر کے اور اپنے خیال میں ان کو

گھناؤنا بنا کر پیش کیا گیا ہے“ (جلد المآثر شمارہ ۲ جلد ۶)

اس کتاب کی اس واشگاف حقیقت کے باوجود غیر مقلدین جماعت میں اس کتاب کو

بڑی اہمیت دی گئی ہے، اسلئے کہ اس میں فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا تھا اور اس کا مصنف ایک صاحب نظر عالم تھا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ابھی تک یہ کتاب میرے مطالعہ سے گزری نہیں تھی صرف اس کا نام سنا کرتا تھا، دواہ قبل کی بات ہے کہ ایک کتب خانہ میں مجھے یہ کتاب دستیاب ہو گئی، اور میں نے فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف ہونے کیلئے اس کا مطالعہ دوران سفر ٹرین ہی میں شروع کر دیا اور ازاں اول تا آخر اس صاحب نظر عالم کی یہ کتاب پڑھ ڈالی۔

جی ہاں پڑھ ڈالی، مگر ہوا کیا، مجھے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کا کہیں سراغ تو لگا نہیں البتہ میرا یہ احساس مزید بڑھا کہ جماعت غیر مقلدین میں۔۔۔ جہل کی فراوانی بہت زیادہ ہے ان کے صاحب نظر علماء کی علمی سطح بھی بہت پست ہوتی ہے، اور ان کے صاحب نظر عالم لوگ کسی اچھے عربی مدرسہ کے متوسط درجہ کی استعداد کے طلبہ کے برابر بھی علمی استعداد نہیں رکھتے ہیں۔

جماعت غیر مقلدین کے علماء پر یہ میرا کوئی الزام نہیں ہے تجربات نے ہیں اس نتیجہ تک پہنچایا ہے، جامعہ سلفیہ بنارس میں آج کل پی ایچ ڈیوں کا جھگڑا ہے، انھیں پی ایچ ڈیوں میں سے کوئی صاحب ڈاکٹر رضا اللہ نامی ہیں، سال گزشتہ دہلی سے شائع ہونے والے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پرچہ ترجمان میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، عنوان تھا:

..سلفیت کا تعارف اور اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

اس مضمون میں یہ پی ایچ ڈی صاحب لغت میں سلفیت کا معنی بتواتے ہوئے

یہ مضمون جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والے محدث پرچہ میں بھی چھپا ہے۔

(دیکھو محدث ستمبر ۱۹۹۶ء -)

فرماتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے، سلفی سالف کی جمع ہے
 جی ہاں غیر مقلدین پی ایچ ڈیوں کے نزدیک لغوی اعتبار سے سلفی سالف
 کی جمع ہے اس قابلیت پر کون نہ مر جائے اے خدا، اندازہ لگائیے جماعت
 غیر مقلدین میں جہل کی فراوانی کا، اور پھر ان کی متلی آمیز تحریریں دیکھئے، ان کا
 ہر صاحب قلم براہ راست امام ابو حنیفہ سے پنجہ آزمائی کرتا نظر آئے گا۔
 اسی مضمون میں ڈاکٹر رضوان اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین»

اور اس کا یہ دلچسپ اور پی ایچ ڈیہ ترجمہ کیا ہے :
 ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی۔“

اہل علم غور فرمائیں کیا اس حدیث کا یہ ہی ترجمہ ہے ؟ ڈاکٹر صاحب نے قطعاً غور
 نہیں کیا کہ جب وہ جماعت حق پر غالب رہے گی تو خود حق کیا ہوگا ؟ کیا حق منسوب
 نہیں ہوگا، اور حق کو منسوب کر لینے کے بعد وہ جماعت قابل مدح کیسے ٹھہرے گی۔
 جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سلفی کو سالف کی جمع بتلائیں اور ایک حدیث
 کا بھی صحیح ترجمہ نہ کر سکیں انکو دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنے اجتہاد کے زور پر کتاب
 و سنت سے استفادہ کر لیں گے، اور ان کو مسائل شرعیہ معلوم کرنے کیلئے کسی رہنما
 کی ضرورت نہیں ہے۔ فی ذالک عبد اللہ لا ولی الا بصار۔

بات چل رہی تھی مولانا یوسف جے پوری اور انکی کتاب حقیقۃ الفقہ کی،
 مولانا جے پوری کی کتاب پڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کیا غیر مقلدین جماعت میں
 اب علم اتنا غنما ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری جیسا فاضل بھی مولانا
 جے پوری کو صاحب نظر آدمی کہتے ہوئے شرم نہیں کھاتا، اور صرف مولانا مقتدی حسن
 ازہری ہی کیا، اس جماعت کا ہر چھوٹا بڑا اس کتاب کے بل بوتے پر اچھلتا کودتا
 نظر آتا ہے۔

مولانا یوسف جے پوری کی یہ کتاب اپنے علمی مواد کے اعتبار سے کس پایہ کی اور علم و تحقیق کے کس معیار کی ہے، اس سے اجمالی واقفیت تو مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کتاب کے بارے میں مختصر مگر جامع تبصرے سے معلوم ہو گئی۔ میں اپنے اس مضمون میں مولانا کی قابلیت کے کچھ نمونے پیش کر رہا ہوں جن سے قارئین کو مزید معلوم ہو گا کہ یہ کتاب علم و تحقیق کے اعتبار سے کس پایہ کی ہوگی اور مولانا کتنے بڑے صاحب نظر عالم تھے، اور جو لوگ اس قابلیت کے لوگوں کو کبھی صاحب نظر کہتے ہوں، خود ان کی نظر کتنی بلند ہوگی اور ان کی اپنی تحقیق و بحث کا معیار کتنا بلند ہوگا۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف جے پوری کی علمی سطح بہت پست ہے، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر وغیرہ علوم کی بات تو الگ ہے، مولانا جے پوری کو ننھوہرٹ اور عربی زبان و ادب سے کبھی بس برائے نام ہی تعلق تھا، معمولی معمولی عربی عبارتوں کا بھی صحیح ترجمہ کرنے کی مولانا موصوف میں صلاحیت و استعداد نہیں تھی، قارئین میری یہ بات سن کر چونکیں نہیں درج ذیل نمونوں سے عبرت حاصل کریں۔

(۱) مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں اعلام الموقنین سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ انما حدثت هذه البدعه في القرن الرابع المزمومة
على لسانه صلى الله عليه وسلم۔

اور اس کا ترجمہ کیا ہے :

یہ تقلید کی بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ جسکی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے۔ ۴۵
اہل علم غور فرمائیں کہ مولانا سے اس سادہ سی بالکل واضح عربی عبارت کا ترجمہ کبھی صحیح نہیں ہو سکا ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

یہ بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے، یہ وہ بدعت ہے جس کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت ہو چکی ہے۔

یعنی مذمت کا متعلق بدعت سے ہے زمانہ سے نہیں ہے، مذموم بدعت کو کہا جا رہا ہے زمانہ کی مذمت نہیں کی جا رہی ہے۔ المذمومة مؤنث ہے جو عبارت میں بدعت کی صفت ہے قرن کی نہیں۔

حقیقۃ الفقه کا صاحب نظر غیر مقلد عالم جوفہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مستقل ایک کتاب لکھنے کا حوصلہ رکھتا ہے، اس کی علمی سطح یہ ہے کہ وہ نحو صرف اور عربی زبان سے ایسا جابل ہے کہ معمولی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکا۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد دوم سے مولانا جے پوری نے یہ عبارت نقل کی ہے:

فلقد تفانوا اصحاب الحديث وتلاشوا
تبدل الناس بطلبه يهزأ بهم اعداء الحديث

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

اصحاب حدیث کے دیگرے مرتے چلے گئے اور (جو بچے وہ)
حقیر سمجھے جاتے تھے لوگوں نے علم حدیث کی نگہداشت چھوڑ دی اور
کتاب و سنت کے دشمن ہو گئے۔ ص ۲۹

میں اہل علم سے گزارش کروں گا کہ وہ خط کشیدہ عبارت میں غور کر کے بتلائیں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کے کن الفاظ کا ہے، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اصحاب حدیث ختم ہو گئے اور کمزور پڑ گئے، لوگوں نے طلب حدیث کیلئے
باطوار طریقہ چھوڑ دیا، دشمنان حدیث و اہل کاذب اڑانے لگے،

(۳) منہ میں داد من النظر فی الصحیح کا ترجمہ کیا ہے۔

اور بغور مہمین (بخاری و مسلم) کو دیکھئے۔

مشہور ہے کہ کائنات کو ہر چیز وہی نظر آتی ہے، یہاں بھی مولانا جے پوری صحیح، سچے صحیحین میں بخاری مسلم سمجھ رہے ہیں، یہ صرف جہالت و حماقت ہی نہیں بلکہ فریب کاری کا بھی کھیل کھیل جا رہا ہے، کہنے والا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ اہل علم کو صحیح حدیث کے حصول کی تنگ و دو میں لگے رہنا چاہئے خواہ وہ صحیح حدیث بخاری و مسلم میں ہو یا حدیث کی کسی اور کتاب میں، مگر مولانا جے پوری اسکے برخلاف لوگوں کے ذہنوں میں اس غلط و فریب کا رانہ ترجمہ سے یہ بھٹلا نا چاہتے ہیں کہ صحیح حدیث کا وجود بخاری و مسلم کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے۔

(۴) قال ابن مسعود لا يقلدن احدکم دينه رجلان امن
امن وان کفر کفر۔

کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کیونکہ اگر وہ (میتوع) مومن رہا تو اس کا مقلد بھی مومن رہے گا اور اگر وہ کافر ہو تو اس کا مقلد بھی کافر رہے گا،

اہل علم زیر خط عبارت کو پڑھ کر بتلائیں کہ مولانا جے پوری کا نہ کو رہ عربی عبارت کا ترجمہ کہاں تک صحیح ہے۔ وان امن امن وان کفر کفر کا یہی ترجمہ ہو گا۔ اور لا يقلدن احدکم دينه کا ترجمہ مولانا نے صحیح کیا ہے؟ صحیح ترجمہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی اپنے دین کو کسی کا قلاوہ نہ بنائے کہ وہ مومن رہے گا تو میں

بھی مومن رہوں گا اور وہ کافر ہو جائے تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا۔

(۵) وجمہور الجتہدین لا يقلدون الا صاحب الشریع کا ترجمہ

کیا ہے :

تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے ص ۶۹

مولانا بچے پوری خوش غیر مقلدیت میں جمہور المجتہدین کا ترجمہ تمام مجتہدین

کر رہے ہیں۔

(۶) اسی صفحہ میں حاشا اللہ کا ترجمہ خدا ان سے خوش ہو کہ مولانا

نے اپنی بے نظیر قابلیت سے ہم سب کو خوش کر دیا ہے، اصل عربی اور اس کا ترجمہ دیکھئے :

هل اباح مالك و ابو حنيفة والثا فنى قط لاحد تقليد

حاشا لله منهم۔ ہرگز روا نہیں رکھا مالک اور ابو حنیفہ اور ثانی

نے (خدا ان سے خوش ہو) کسی کیلئے اپنی تقلید کو

کسی نے بھلا کب سنا ہوگا حاشا لله منهم کا یہ فاضلانہ ترجمہ۔

(۷) اور مولانا بچے پوری نے تو درج ذیل مشہور عبارت کا جو غیر مقلدانہ ترجمہ

کیا ہے وہ غیر مقلدین علماء کی قابلیت کا ایسا شاہکار ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی

روح جن کا وہ کلام ہے خوش ہو گئی ہوگی، امام مالک فرماتے ہیں :

ما من احد الا ما خوذ من كلامه و مردود عليه الا

رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

مولانا بچے پوری نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :

امام مالک نے فرمایا جو ہے سوا اپنے کلام سے ماخوذ ہوگا اور اسی پر

اس کا کلام رد کر دیا جائے گا سوائے رسول اللہ کے (ص ۳)

یہ ترجمہ دیکھ کر اہل علم عیش عیش کر رہے ہوں گے اور زبان و ادب کے ماہرین عیش کھا کر

(۱) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شخصی کا شیوع چوتھی صدی ہجری میں ہوا، اور یہ کہ تقلید شخصی حرام ہے

تو یہ اسلاف کرام جو جمہور مجتہدین تھے کیا یہ سب چوتھی صدی کے تھے، اور انھوں نے اللہ علیہ وسلم

کی وہ جو تقلید شخصی کر رہے تھے تو ان کا یہ عمل حرام تھا؟

گھر رہے ہوں گے۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روح قبر میں تڑپ رہی ہوگی کہ کس جاہل کے زیرِ قلم میری یہ بات آگئی ہے۔

افسوس اس سفاہت و جہالت کے باوجود غیر مقلدین کو ائمہ دین کی اتباع و پیروی سے شرم آتی ہے، اور اجتہاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر کرنے کی ہمت ہوتی ہے، قابلِ داد ہیں وہ لوگ جو علم و قابلیت کی اس پونجی کے بل بوتے پر فقہ حنفی سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ رکھتے ہیں، اور قابلِ مدح و ستائش ہیں وہ لوگ جو اس قدر صلاحیت کے فقدان کے باوجود بھی مجتہد بننے کا خواب دیکھتے ہیں، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، امام مالک فرماتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی کچھ بات لی بھی جاتی اور چھوڑی بھی جاتی ہے۔

یعنی صرف اللہ کے رسول کی ذات ہی ایسی ہے جس کی ساری باتیں قابلِ قبول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا یہ مقام نہیں ہے خواہ وہ علم و معرفت اور عقل و فہم میں کتنا اونچا بھی مقام رکھتا ہو جس کی ساری باتیں قابلِ قبول و قابلِ عمل ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت مشہور کلام ہے، شاید ہی کوئی ایسا عربیوں اور عالم ہو جس کی نگاہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات یارِ بار گزری ہو، مگر اس مشہور عبارت کا بھی مولانا یوسف جے پوری سے جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو بتلانے کیلئے "حقیقۃ الفقہ جیسی شاہکار کتاب تصنیف کر رہے ہیں صحیح ترجمہ نہ ہو سکا اس جہالت کے باوجود غیر مقلدین دانشور اور ڈاکٹر ٹیٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے لوگوں کی نگاہ میں مولانا جے پوری صاحب نظر عالم ہی ہیں۔ (فالی اللہ المشتکی)

(۸) میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے :

ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه فتخذه

مکمل ۱۔ حمل مفتاح

ثم التابعین بعد الرجل فيه غير -

اور اس کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے :

” اور جو آنحضرت اور صحابہ سے پہونچے اس پر عمل کرنا پھر تابعین

میں انسان نما رہے ۔“

اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ یہ صاحب جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے ”حقیقۃ الفقہ“ لکھ رہے ہیں ان کا مبلغ علم کیا ہے ، عربی زبان کی کتنی شدید ان میں ہے ، معمولی عربی عبارت کا نہ ترجمہ صحیح کر پاتے ہیں نہ مطلب صحیح سمجھ پاتے ہیں ، مگر ان کی حقیقۃ الفقہ پڑھنے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم و فقہ کے عرش و کرسی کے تاجدار ہیں ، انہما احاث ان کے سامنے طفل مکتب ہیں ، اور موصوف سے بڑا نہ کوئی فقیہ ہے اور نہ مجتہد ، متلی و ترفع کی وہ اتہا کہ تو یہ بھلی ۔

ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

جو آنحضور اور صحابہ کرام سے پہونچے اسے یلو پھر تابعین سے لو اس کے بعد آدمی کو اختیار ہے ۔

یہ کلام حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ، حضرت امام موصوف کا معقد یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اس زمانہ کی خیریت و بھلائی کی شہادت خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اللہ کے رسول کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ۔ پہلا زمانہ آنحضور کا ہے دوسرا زمانہ صحابہ کرام کا تیسرا زمانہ تابعین کا اور خیر و بھلائی ان تینوں زمانہ کو شامل ہے ، اس وجہ سے امام احمد فرماتے ہیں کہ سائل میں دیکھو کہ آنحضور کا ارشاد کیسا ہے اور اس پر عمل کر دیکھو کہ صحابہ کرام کا عمل کیا تھا اس پر عمل کر دیکھو تابعین کے زمانہ کو دیکھو اور ان کا قول اختیار کرو ، اس کے بعد تم کو اختیار ہے کہ تم خود بھی اجتہاد سے کام لے سکتے ہو ۔

مگر ہمارے موصوف جے پوری صاحب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو ان کے مقصد کے بالکل خلاف اس کا غلط اور مخرناتہ ترجمہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آگے چل کر بتلائیں گے کہ غیر مقلدین کے۔ صاحب نظر عالم، قسم کے لوگ جہالت کے ساتھ ساتھ بے ایمانی کے وصف میں بھی ممتاز ہوتے ہیں، اور ان کا سینہ آتشِ حیدر سے چماتا رہتا ہے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد تابعین کا بھی ایک خاص مقام ہے، ان کے علم و فقہ پر امت مسلمہ کو اعتماد کرنا چاہئے، چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں، امام احمد کے اس کلام سے خود امام ابو حنیفہ کا بھی مقام معلوم ہوتا ہے، بس یہی بات ان غیر مقلدین کو کھٹک گئی اور ان کے کلام میں معنوی تحریف کر کے اس کا وہ جاہلانہ ترجمہ کیا گیا جس کا نظارہ قارئین کر چکے ہیں۔

(۹) آپ نے اندھے کی لاکھی کا فلسفہ سنا ہے؟ معنی اندھا حال کھنی بس چلائے جاتا ہے، کہاں پڑی، کس کو لگی اس سے اندھے کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، کبھی یہی حال غیر مقلدین کے۔ صاحب نظر، عالم قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے، مولانا جے پوری کی اس کتاب میں ہمیں اس قسم کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً مولانا نے کئی عبارتیں نقل کی ہیں جس میں ”نظرفی“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، مگر مولانا نے اندھے کی لاکھی کی طرح ہر جگہ اس کا ترجمہ الگ الگ کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا دلچسپ فریضہ انجام دیا ہے۔ ”منہ میں“ و ”انظر فی ذالک لنفسک“ کا ترجمہ کیا ہے۔ ”اور اس سے اپنی جان پر رحم کرنا“ اور ”منہ میں“ پر ”انظر فی ذالک لنفسک“ کا ترجمہ کیا ہے۔ ”اور اپنے واسطے جہت تلاش کرنا“ اور اسی صفحہ پر، ”لیسترفیہ لدینہ“ کا ترجمہ کیا ہے، تاکہ اس میں وہ خود گرے۔

یعنی بالکل اندھے کی لاکھی جیسا ترجمہ، کیا بکا کیا کہا اس سے کچھ مطلب نہیں
بس فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر ہونی چاہئے۔

(۱۰) ص ۸۲ پر یہ عبارت ہے :

والمذہب الواحد بلا شك لا يمتثل على كل احاديث الشريعة
الا ان قال صاحبه اذا صح الحديث فهو مذهبي
ناظرین اس کا دلچسپ مگر جناتی اردو والا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، مولانا ترجمہ
فرماتے ہیں :

یقیناً کوئی مذہب بھی تمام احادیث شریعت پر حاوی نہیں ہو سکتا
چہ جائیکہ یہاں تک کہ (امام) صاحب المذہب نے کہہ دیا کہ جب کبھی
حدیث صحیح مل جاوے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اس دلچسپ ترجمہ پر سر دست میں اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے مولانا بچ پوری کی
بے ایمانی کے درچار منظر سے ناظرین کو محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔
(۱) ص ۲۴ فتح الباری کی یہ عبارت نقل کی ہے :

« وفي هذا الوقت ظهرت البدع ظهوراً فاسطياً الى قوله
وتغيرت الاحوال تغيراً شديداً »

اور اس کا ترجمہ کیا ہے :

« اور اسی وقت سے بدعتیں پھیلنے لگیں اور (دین میں) بہت کچھ تغیر

(تقلید سے) واقع ہو گیا :۔

مولانا بچ پوری نے اپنی غیر مقلدانہ دیانت سے کام لیتے ہوئے اس عبارت میں
جو دین اور تقلید بریکٹ میں اضافہ کر دیا ہے، یہ انکی بے ایمانی کی اور مقلدین
سے عداوت کی بدترین مثال ہے، اس عبارت کا سادہ ترجمہ یہ ہے۔

« اور اس وقت بدعتیں ظاہر ہوئیں اور حالتوں میں شدید تغیر واقع ہوا »

حافظ ابن حجر (جو خود شافعی المذہب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں) نے نہ تقلید کا ذکر کیا ہے اور نہ متقلدین کا، مگر ہمارے بچے پوری صاحب اپنی کامل دیانت سے کام لے کر ان کے اس کلام کو متقلدین اور تقلید کے رد میں پیش کر رہے ہیں۔

آسماں رافق بود گر خوں بار و بر زمیں

۱۴۳ میں شیخ جیلانی نے یہ کلام نقل کیا ہے۔

: قیل للشیخ الجیلانی هل كان له وليا على غير اعتقاد

احمد بن حنبل فقال ما كان ولا يكون .

اور اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے :

”حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور

مذہب میں کچھ دلی ہوئے ہیں یا نہیں فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہونگے :

حالانکہ سوالی مذہب کے بارے میں نہیں ہے عقیدہ کے بارے میں ہے، عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

”شیخ جیلانی سے پوچھا گیا کہ امام احمد کے عقیدہ کے خلاف رہ کر کوئی

دلی ہو لے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا :

عقیدہ کے بابت سوال کو مذہب کے بارے کا سوال بنا کر مولانا بچے پوری نے دیانت و امانت کو منہ چڑایا ہے۔

مولانا اس بے ایمانی سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں ؟ شاید ناظرین کا ذہن

وہاں تک نہ پہنچے، چونکہ اولیاء اللہ کی بیشتر تعداد فقہ حنفی کی پابند تھی اور

مذہب حنفی پر عامل تھی، یہ ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس کا انکار

ان کے لئے ممکن نہیں جن کے قلوب علم و تحقیق اور دیانت و امانت اور عدل

و انصاف کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔ غیر متقلدین کو جن کو فقہ حنفی سے حد و حلیں ہے

اور مذہب حنفی سے کڑھن ہے۔ یہی بات کھٹکتی رہتی ہے، جب ان کے خیال میں حنفی مذہب کو کتاب و سنت سے واسطہ نہیں ہے تو پھر اولیاء اللہ کی جماعت آخر اس مذہب کی گرویدہ و فریفتہ کیوں رہی ہے، اور ان کا مذہب مذہب حنفی کیوں رہا۔

تو اب صاحب نظر قسم کے غیر مقلد عالموں نے اس بات پر پورا زور صرف کرنا شروع کر دیا کہ امام احمد مذہب کے خلاف جس کا مذہب تھا وہ اللہ کا ولی ہو ہی نہیں سکتا اور اس کیلئے شیخ جیلانی کی ان کے مطلب کے لئے غیر مفید عبارت کو تحریف معنوی کی خداد پر چڑھا کر اپنے لئے مفید مطلب بنانے کی سعی نامشکور کی جانے لگی، اور جہالت و بے ایمانی کے پورے ہتھیار سے ایسے ہو کر یہ فریضہ انجام دیا گیا۔

مگر ان حضرات نے اس پر قطعاً غور نہیں کیا کہ امام مذہب کے علاوہ صرف حنفی مذہب نہیں ہے بلکہ شافعی مالکی مذہب بھی ہیں تو کیا ان دونوں مذہبوں کے ماننے والوں میں بھی کوئی ولی اللہ نہیں گزرا؟ براہِ ہفتہ حنفی اور مذہب حنفی سے عداوت و بغض کا کہ آدمی عقل سے بالکل پیدل ہی ہو جا رہا ہے، اچھا اگر مذہب حنبلی کے علاوہ کہیں کوئی ولی اللہ نہیں گزرا تو اس سے ان غیر مقلدین لا مذہبین کو کیا فائدہ حاصل ہوا کیا مذہب حنبلی میں ولی اللہ کے گزرنے اور پائے جانے سے ان کی کھیتی ہلہلا اٹھی اور ولایت اللہ کی انکی وادی غیر ذی ذرع میں بہاؤ آگئی؟ اللہ کے ولیوں کا گزرا اگر صرف مذہب حنبلی میں تسلیم کر دیا جائے تو بھی تو دیووں کا گروہ مقلدین ہی میں رہا غیر مقلدین کی کھیتی تو سوکھی کی سوکھی ہی رہی، انکو اس سے کیا نفع حاصل ہوا۔

(جباری)

مجلہ مفتاحی

از۔ جناب عبد اللہ صاحب قریشی

حضرت عمرؓ کی رحم دلی

عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز کلاب بن امیہ بن الاسکری نے حضرت عمرؓ سے فوج میں بھرتی ہونے کی درخواست کی۔ انہوں نے اسے ایک پلٹن میں داخل کر لیا جو حضرت ابو موسیٰؓ کی سپہ سالاری میں عراق کے میدان جنگ کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ کلاب کا باپ ایک کہن سال مرد بیمار تھا۔ آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ جب کلاب کو گئے ہوئے چند دن ہو گئے تو باپ تاب مفارقت نہ لاسکا وہ لکڑی ٹیکتا ہوا ایک آدمی کی رہنمائی میں حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے ایک درد انگیز قصیدہ فی البدیہہ پڑھا جس کے بعض شعروں کا مطلب یہ تھا۔

اے ملامت گر! تو نے میری قدر پہچانے بغیر ملامت کی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں آج کل مصیبت میں مبتلا ہوں۔

اگر تو نے ملامت کی ٹھان لی ہے تو خدا! میرے بچے کو عراق پہنچنے سے پہلے واپس کر دے۔

تجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا کس قدر بہادر اور شجاع ہے وہ ہر مصیبت کے وقت میرے کام آتا ہے۔ میرا اچھا خدمت گزار ہے اس کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ میلان جنگ میں کوہ ثبات بن کر دشمن سے ٹرتا ہے۔

تمہارے باپ کی قسم! تم نے میرے غم کا اندازہ نہیں کیا اور تم کو یہ معلوم ہے

کہ مجھے تم سے کس قدر محبت اور اشتیاق ہے۔

مجھ کو اپنے لخت جگر کے مفقود ہو جانے کا صدمہ اس قدر پہنچا ہے کہ اگر میرا جگر

پھٹنے پر قادر ہو سکے تو پاس پاس ہو جائے۔

میں اس خدا کے سامنے عمر فاروق کا دامن پکڑوں گا جس کے گھر (بیت اللہ)

کا طواف کرنے کیلئے حاجی عرفات کے بساط نامی پہاڑ تک جاتے ہیں۔

میں خدا کے کہوں گا کہ فاروق نے میرے جگر گوشے کو میدان جنگ سے واپس

نہیں کیا اور ہمارے قبیلے کے ان دو شخصوں کے سامنے پیش نہیں کیا جن کا سردار مذاق

ہے۔ یہ قصیدہ سوز و حیران کی منہ بولتی تصویر تھا۔ ایک ایک حرف

سے حسرت، تمنا بے چارگی اور ہر پیری کا اظہار ہو رہا تھا، الفاظ کی نشست

خیالات کی روانی ترکیب کی چستی اور جوش، اثر، درد اور رقت کی ایسی کیفیتیں

اس میں پنہاں تھیں کہ اور تو اور خود حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا۔ امیہ کو دم دلا سا دلایا

اور ابو موسیٰ کو حکم بھیجا کہ کلاب کو فوراً واپس مدینے بھیج دیا جائے۔

جب کلاب مدینے پہنچ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا۔

تم اپنے باپ کی کیا خدمت کرتے تھے؟

کلاب نے غرض کیا۔ میں انکو کسی قسم کی تکلیف پہنچنے نہیں دیتا تھا ان کو ہر وقت

راضی رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ جس اونٹنی کا دودھ ان کو پلا تھا پہلے لے کر خوب

کھلا پلا دیتا تھا۔ پھر اس کے تھن دھوتا تھا کہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں۔ اس کے بعد دودھ

دوہ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ بس میری یہی خدات تھیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا جس طرح تم اپنے والد کو دودھ پلاتے تھے اسی طرح

آج ہمارے پاس لاؤ ادھر کلاب اونٹنی کو تیار کرنے اور دودھ دوہنے میں مصروف

ہو گیا ادھر حضرت عمرؓ نے کلاب کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ نے ان کی مزاج پر سی کی

اور کہا۔ اور کوئی ضرورت ہو تو بتلائیے۔ انھوں نے جواباً عرض کیا۔ امیر المؤمنین!

میرا مال کیا پوچھتے ہیں۔ اب اگر دنیا میں میری کوئی آرزو باقی ہے تو صرف اتنی کہ ایک دفعہ مرنے سے قبل اپنے تحت جگر سے بغل گیر ہو جاؤں۔ آپ نے نہایت نرم لہجے میں فرمایا۔ ابو کلاب! خدا نے چاہا تو تمہاری تمنا ضرور پوری ہوگی۔ پھر کلاب کے ہاتھ سے ٹھنڈے دودھ کا کھوڑا لے کر اس کے باپ کو پیش کیا۔

امیہ نے کھوڑا منہ کے پاس لے جاتے ہی کہا۔ امیر المؤمنین خدا جھوٹ نہ بلوائے اس برتن سے مجھے کلاب کی خوشبو آرہی ہے۔ یقیناً یہ دودھ اسی نے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ دودھ کلاب نے ہی دیا ہے اور وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ ہم نے اسے تمہاری خاطر واپس بلا لیا ہے۔

امیہ یہ سنتے ہی بے تاب ہو گئے۔ جلدی سے کلاب پر ٹوٹ پڑے اسے سینہ سے لگا کر خوب پیلا کیا۔ حاضرین اس نظارے سے بہت متاثر ہوئے انکی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کلاب! اب تم اپنے باپ کا دامن نہ چھوڑنا۔ یہی تمہارا جہاد ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے کلاب اور امیہ کے مصارف کیلئے بیت المال سے ایک رقم منظور کی اور جب تک امیہ زندہ رہا کلاب دل و جان سے اس کی خدمت کرتا رہا۔

ابو عبد الرحمن غازی پوری

انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عبادت و انابت، ذکر و فکر، توبہ و استغفار، مناجات و مراقبہ، مسکنت و تواضع، دعا و طلب، خوف ورجا پر مشتمل تھی ہر حال میں اللہ کی ذات کا استغفار آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے مگر رات و دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے، کوئی بات پیش آتی، مصیبت کی گھڑی ہوتی تو آپ مسجد کی طرف لپکتے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے آپ کی پیشانی مبارک زمین پر ہوتی آنکھوں سے آنسو بہتا ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری عبادیت و تواضع کے عالم میں ہو کر اپنے رب سے نصرت و استعانت کے طلبگار ہوتے اور اللہ آپ کیلئے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا، شاہ دو عالم فخر جن و انس آنسو بہا بہا کر گڑ گڑا کر اپنے مالک کو پکارتا مالک کو بھی اپنے بندہ کی اس عبادیت پر پیار آ جاتا اور اس کی شان کریمہ بڑھ کر اپنی رحمت کے دامن میں اس کے آنسو کے موتی جذب کر لیتی۔

اللہم صلّ وسلّم علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ

اجمعین -

اللہ کو مطلوب ہے کہ بندہ مانگے، اس کے حضور دامن پھیل کر آئے اور اللہ اس کی

مراڈ کو پوری کرے، ارشاد باری ہے :

ادعونی استجب لکم۔ مجھے مانگو، مجھے پکارو اور میرا روزہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ میں تمہاری پکار کو سنوں گا، تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

اللہ فرماتا ہے، بندوں کو سمجھاتا ہے، دیکھو مجھے غافل ہو کر مت رہنا، صبح و شام کبھی چپکے چپکے، کبھی زور سے، کبھی زبان سے کبھی دل میں مجھے یاد کرتے رہو کہ تمہارا حاصل زندگی یہی ہے کہ تم مجھے یاد کرو۔

واذکما ربک فی نفسک تصوعاً
اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں
وخیفۃ و دون الجہر من القول
گڑ گڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور سی آواز سے جو کہ
بالغدو والأعمال۔
پھر کر بننے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت

مال و دولت سے نہیں، منصب و کرسی سے نہیں، گھوڑا اور گاڑی سے نہیں اونچی بلڈنگوں اور سامان عیش و تنیش سے نہیں، دل کا اطمینان اگر حاصل ہو گا تو صرف اور صرف خدا کے ذکر ہی سے، اسی کی یاد سے۔

الایۃ کہ اللہ تطمئن القلوب۔ اللہ کے ذکر سے قلب مطمئن ہوتا ہے۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عبادت کی روح دعا ہے۔

الدعاء مع العبادة۔ دعا عبادت کا مترادف ہے

بلکہ بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے، دعا ہی عبادت ہے، یعنی جس عبادت میں اللہ کو پکارا نہ جائے، اللہ سے مانگا نہ جائے، اس کے حضور ہاتھ پھیلا یا نہ جائے دل سے اس کو یاد کیا نہ جائے وہ عبادت شکلاً ہوگی حقیقتہً نہیں۔

رسول خدا کا ارشاد ہے کہ شب آخر میں پروردگار عالم آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہو کر پکارتے ہیں جو مجھے پکارنے والا ہے میں اس کی پکار سنوں گا، جو مجھ سے مانگنے والا ہے میں اس کو دوں گا، جو گناہ سے مغفرت کا طالب ہے، میں اس کی گناہ معاف کروں گا۔

رات کا اخیر حصہ، اور اللہ کا آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کا اپنے

بندوں کو پکارنا، چشم تصور واکر کے دیکھو، کتنا پیارا، کتنا حسین، کتنا مقدس
منظر ہے، سلام و رحمت ہو ان سعید روحوں پر جو شب کے اس حصہ میں اپنے پروردگار
کی پکار کو سنتی ہیں اور اللہ کی رحمت اور اللہ کی مغفرت اور اللہ کا کرم انکا مقدر بننا ہے۔
دعا و استغفار سے صرف نفس اور روح ہی کو نہیں غذا ملتی ہے، بلکہ اس
مادی دنیا میں انسان دعا و استغفار کا یہ فائدہ بھی حاصل کرتا ہے کہ اس کے مال میں
برکت ہوتی ہے اس کی اولاد میں برکت ہوتی ہے، آسمان سے پانی برستا ہے قحط سالی
دور ہوتی ہے، اور زمین سے دانہ و غلہ اگتا ہے، نہریں اور دریا پانی سے بھر جلتے
ہیں، دیکھو خدا کیا فرماتا ہے۔

استغفروا ربکم انہماکان غفارا
یوسل السبأ علیکم مددرا
ویمددکم باموال وبنین
ویمجعلکم جنت ویمجعلکم
انہارا۔

گناہ بخشو! اپنے رب کے بیشک وہ ہے بخشنے والا
چھوڑ دیجو آسمان کی تم پر دعائیں اور
بڑھا دیجو تم کو مال اور بیٹوں سے اور
بنادے گا تمہارے واسطے باغ اور
بنادے گا تمہارے لئے نہریں۔

اللہ کی ذات سراپا رحمت و کرم ہے، بندہ سراپا خطا کا روگناہ گار، مگر اے
لوگو جو گناہوں کی وجہ سے خائف رہتے ہو، دیکھو بس خائف ہی رہنا تمہارا یہ
خوف یا اس وقت و طاقی شکل اختیار نہ کر لے کہ یہ حکم خداوندی سے بغاوت اور سب سے
بڑا گناہ ہو گا۔

وَلَا تَلْمِزُوا مِنْ رُوحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ
لَا یَلْمِیْ مَنْ رُوحِ اللّٰہِ اِلَّا
الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ۔

اور ناامید مت ہو اللہ کے فیض سے بیشک
ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر
وہی لوگ جو کافر ہیں۔

خدا کے علم میں یہ بات روز اول ہی سے تھی کہ آدم کی اولاد جسکے پیچھے ابلیس کی
پوری ذریت ہوگی، اور شیطان کا شکر اپنی تمام تیاریوں کے ساتھ راہ حق سے ہٹا

در صراط مستقیم سے اس کو بھٹکانے کیلئے دائیں یا بائیں، آگے پیچھے ہر چہا طرف سے حملہ کرے گا اور انسان اپنے کو کمزور نہ تاواں پائے گا، تو اللہ نے بھی قیامت تک کیلئے یہ اعلان فرما کر بندوں کو مطمئن کر دیا۔

قل یا عبادى الذین اسرفوا
على انفسهم لا تقنطوا من
رحمتی اللہ ان اللہ یتغفر
الذنوب جمیعاً انما هو الغفور
الرحیم۔

کہہ دے اے بندو میرے جنھوں نے گنہگار
کی ہے اپنی جان پر اس مت توڑو
اللہ کی مہربانی سے۔ بیشک اللہ بخشتا
ہے سب گناہ جو ہے وہی ہے گناہ
معاف کر نیوالا مہربان۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان کلمات عالیہ سے اپنی امت کو مزید توانائی و قوت بخشی۔

تم میں کا ہر شخص خطا کا رہے اور بہترین خطا کار وہ ہے جو مذمت کے آنسو بہائے، گناہوں سے توبہ کر لے۔

پس اب گناہ گاروں کے لئے باب رحمت کھلا ہے، دراجابت رہے، اللہ کے دربار میں ہم پہنچیں، یا اس وقتوں سے دامن چھڑائیں، اور اشکہائے ندامت بہا کر خدا کی رحمت کا خزانہ اپنے لئے کھلوائیں، اور اس کی رضا و مغفرت کا پروانہ حاصل کر لیں۔

مکمل حاصل مفتاح

مجلہ مفتاحی

محمد اکرم اعظمی
علی گڑھ

ما شمار اللہ - انشا اللہ

اللہ کی مدد جب ہی آتی ہے جب انسان سعی و جدوجہد کرتا ہے۔ اگر کام کا آغاز اللہ کا نام لے کر کیا تو اللہ پاک غیب سے اس کا انتظام بھی فرماتا ہے۔

لابدی سعی و عمل ہے لازمی تدبیر ہے
اس سے تو غافل نہ ہوا گئے تری تقدیر ہے
تیرا نام تو نشانے پر یہ تیرا کام ہے
اور جو انجام ہو تقدیر اس کا نام ہے

خلاصہ یہ کہ ہر کام کا آخری سر اللہ پاک کے ہاتھ ہے اسی لئے انشا اللہ کہنا گویا ایک مضبوط اور قابل اعتماد سپارے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جو ہر مومن بندے کا امتیاز ہے۔ کافر یعنی منکر خدا کو اس کی ہوا تک نہیں لگتی اور انجام بخیر کے لئے آخر آخر تک شک و شبہ میں مبتلا رہتا ہے۔

دنیا طبعیات کے قوانین کے تابع ہے۔ کوئی کام قدرتی اسباب کے بغیر نہیں ہوتا لیکن محض قانون طبعیات پر بس نہیں ہے، یہاں قانون اخلاق اور قانون مکافات بھی چلتا ہے۔

اللہ پاک کسی موقع پر طبعی قوانین کے برعکس بھی کچھ کر دکھاتا ہے، محض اس لئے کہ مادی وسائل و ذرائع ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ بڑی غلطی ہے حقیقت

یہ ہے کہ ایک عظیم اور بہت عظیم ہستی قیاب کا بخوبی علم رکھنے والی عرش بریں
پردنا کی نگہانی کر رہی ہے۔ جب اس کی مرضی اور حکم ہوتا ہے تو آتش
نمروہ گلزارِ ابراہیم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بحرِ قلزم پھٹ کر صفت بستہ
پانی خشک شاہِ راہ کی صورت میں راستہ دے دیتا ہے۔ آنحضرت سرورِ
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمِ زدن میں بیت المقدس کی سیر کرائی جاتی
ہے بلکہ عرش بریں پر سدرۃ المنتہی سے ماوراءِ دوزخ و جنت کے جلوے بھی
دکھلائے جاتے ہیں۔

اگر آجکل کے زمانے پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو نظر آتا ہے کہ وہ بڑی
بڑی حکومتوں کو اور زبردست طاقتوں کو مٹاتا ہے۔ کمزوروں کو نئی طاقت
و توانائی سے روشناس کراتا ہے، یہ عمل ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے اور ہوتا
ہی رہے گا۔ یہ سب قانونِ مکافات کے تابع ہے۔ کوتاہ بین انسان کو
نہیں بھولنا چاہئے کہ عظیم رب جو مالکِ کائنات ہے وہی ہمارا حقیقی بادشاہ
ہے اور ساری کائنات اس کے حکم کے تابع ہے۔

اس حقیقت کا علم ہی ہمارا امتیاز ہے اور کافر (اللہ کا منکر) اس
سے محروم و نابالغ ہے۔

ماشاء اللہ (جو اللہ کی مرضی) انشاء اللہ (اگر اللہ چاہے) کا
یہی معنوم ہے۔



مستقل عنوان

اطحہ شیرازی

پتہ نہیں بیٹا

(۱)
صحیح حدیث پر عمل سے گریز

مجلہ مفتاح

بیٹا ، اباجی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ، یہ شیخ ناصر الدین ابانی کون ہیں ؟

باپ ، یہ بہت بڑے سلفی محدث ہیں ۔

بیٹا ، اباجی کیا آپ بھی ان کو بہت بڑا سلفی محدث سمجھتے ہیں ۔

باپ ، میں ہی نہیں بلکہ جماعت اہل حدیث کے تمام لوگ ان کو بہت بڑا محدث

سمجھتے ہیں ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم ۔ مولانا اصغر علی بن اسام

مہدی سلفی ۔ ان کا نام یوں لیتے ہیں ۔

علامہ زماں محدث عصر امام ابانی جن کی حدیث شریف میں خدمات کا لوہا

دنیا مانتی ہے ۔ (محدث کا شیخ الحدیث نمبر ۷۱) اور اسی نمبر میں مولانا

فرماتے ہیں ۔

”دنیا نے اسلام کے سب سے عظیم محدث علامہ ناصر الدین ابانی“ ص ۱۸۲

بیٹا ، اباجی شیخ ناصر الدین ابانی جو اتنے بڑے علامہ اور محدث دیکھتے یہ اس

حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ۔

باپ ، کونسی حدیث بیٹا ؟

بیٹا ، وہی حدیث جس کو امام ترمذی نے عدم رفع یدین کے بارے میں ذکر کی ہے اور جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

عن علقمہ قال عبد اللہ بن مسعود الا املی بکم
صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع
یدیہ الا اول مرۃ -

یعنی حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا ۔

باپ ، بیٹا اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن حزم نے اگرچہ حسن اور صحیح کہا ہے مگر یہ حدیث ہمارے علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

بیٹا ۔ مگر علامہ زماں محدث دوراں ناصر الدین البانی تو فرماتے ہیں :

والحق انہا حدیث صحیحہ واسنادہ صحیحہ علی شرط مسلم
ولم نجد لمن اعلمہ حجة یصلحہ التعلق بہا وورد الحدیث من

ایضاً ۔ (شکوۃ المصابیح محقق بتحقیق ناصر الدین البانی ص ۲۵۴)

یعنی حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے ، اور جن لوگوں نے اس کو معلول قرار دیا ہے ہیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے اس حدیث کو رد کر دیا جائے ۔

باپ ، بیٹا اس کتاب کی اس عبارت پر کاغذ چکا دو اور دیکھو ہر گز ہر گز کسی حنفی مقلد کو اس کی ہوا بھی نہ لگے۔

بیٹا۔ اباجی جب یہ حدیث صحیح ہے تو ہم اس کو ماننے کیوں نہیں، صحیح حدیث کو
ضعیف قرار دینا تو بہت بڑا گناہ ہے۔

باپ۔ جی ہاں بیٹا بات تو ایسی ہی ہے۔

بیٹا۔ تو ہمارے علمائے کرام اس صحیح حدیث کو محض اخاف کی ضد میں ضعیف
کہتے ہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں پڑا۔

(۲)

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا امام ترمذی کی تحقیق میں محدثین کا مذہب نہیں

بیٹا، اباجی

باپ، جی بیٹا۔

بیٹا۔ امام ترمذی تو بہت بڑے محدث تھے؟

باپ۔ جی بیٹا، اور ان کی کتاب جامع ترمذی حدیث کی بڑی اہم کتاب ہے

بیٹا۔ جامع ترمذی حدیث کی بڑی اہم کتاب کیوں ہے اباجی؟

باپ۔ ہماری جماعت کے بہت بڑے محدث مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے

اس کی شرح لکھی ہے، تحفۃ الاحوذی شرح کا نام ہے۔

بیٹا۔ اباجی جامع ترمذی کی اہم خصوصیات میں سے لوگ یہ بتلاتے ہیں کہ امام موصوف رحمہ اللہ

وحدیث کے فقہی مذاہب بھی بیان کرتے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا، امام ترمذی اپنی اس کتاب میں اس کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ

تمام مشہور فقہی مذاہب کو بھی بیان کریں۔

بیٹا۔ ہم لوگ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں؟

باپ - جی بیٹا، سنت طریقہ یہی ہے ہم ائمہ دین کا یہی مذہب ہے -
بیٹا - مگر اباجی امام ترمذی نے جو تمام مشہور فقہی مذاہب بیان کرتے ہیں، سینہ
پر ہاتھ باندھنے کا ذکر بالکل نہیں کیا -

باپ - نہیں بیٹا غور سے دیکھو امام ترمذی نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوگا، نمازیں
سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی تو اصل سنت ہے -
بیٹا - اباجی دیکھئے ترمذی میں تو یہ لکھا ہے -

ورأى بعضهم ان يضعها فوق السرة ورأى بعضهم ان
يضعها تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم (ترمذی ص ۵۹)
یعنی کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ رکھے اور کچھ کا مذہب
یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے، محدثین کے یہاں یہ دونوں شکلیں جائز ہیں -
دیکھئے امام ترمذی نے تو محدثین کا صرف دو مذہب بیان کیا، ناف کے
نیچے ہاتھ باندھنا اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا
ذکر تک نہیں کیا -

امام ترمذی جیسے جلیل القدر محدث نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی بات کو
نظر انداز کیوں کر دیا ؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا -

(۳)

مولانا امیر تسری کی غلط بیانی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں ہے ؟

باپ - نہیں بیٹا، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔
بیٹا - اباجی - مولانا امیر تسری کون تھے؟

باپ - ہمارے بہت بڑے عالم، شیخ الاسلام، مناظر اسلام، جمعیت اہل حدیث کے بانی بہت سی کتابوں کے مصنف، جماعت اہل حدیث کو ان کے اوپر فخر ہے۔

بیٹا - آپ کہتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے مگر مولانا امیر تسری کی تحقیق تو یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔

باپ - نہیں بیٹا، ہمارے مولانا امیر تسری ایسی غلط بیانی کیوں کریں گے، جھوٹ تو مقلدین بولتے ہیں کتاب و سنت پر عمل کرنے والے اہل حدیث نہیں۔

بیٹا - اگر یہ غلط بیانی ہے تو مولانا امیر تسری سے یہ گناہ ہو چکا ہے، دیکھئے فرماہیں:۔
سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور

انکی شروح میں بکثرت ہیں۔ (فقاری ثنائیہ ص ۲۲۳)
اباجی کہیں ایسا تو نہیں کہ مولانا امیر تسری مرحوم کے پاس بخاری و مسلم کا کوئی

نادر نسخہ رہا ہو۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

(۴)

سنت کو واجب بتلانا دین و شریعت میں تحریف ہے

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - رفع یدین کرنا سنت ہے یا واجب یا فرض؟

باپ - بیٹا ہمارے مذہب میں رفع یدین کرنا سنت ہے۔

بیٹا - اباجی اگر رفع یدین جو سنت ہے کوئی نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے؟
 باپ - نہیں بیٹا، سنت کے ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔
 بیٹا - مگر اباجی ہمارے سلفی اور اہلحدیث علماء تو کہتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے
 سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

باپ - کس نے کہا ہے بیٹا؟ یہ تو بالکل نئی بات ہے۔
 بیٹا - دیکھئے یہ کتاب قرۃ العینین ہے، مولانا نور حسین گرجا کھی پاکستانی
 مشہور اہلحدیث عالم کی مشہور کتاب اسکے ص ۶۹ پر لکھا ہے۔
 امام سبکی نے رفع یدین کے متعلق ۴۲ مہاجہ سے روایات نقل کی ہیں
 اور تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین کے نام لکھ کر از روئے
 دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین کرنا سنت ہو کہ نہ بلکہ واجب ہے اور
 اسکے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

باپ - ہمارے بڑے علماء اور اکابر اہلحدیث تو رفع یدین کو سنت ہی کہتے ہیں کسی نے
 رفع یدین کرنے کو واجب نہیں لکھا ہے، نہ یہ لکھا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے
 سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بیٹا - اباجی کیا سنت کو واجب بتلانا دین میں تحریف نہیں ہے؟
 باپ - سنت کو واجب بتلانا اور جو چیز مبطل صلوٰۃ نہیں ہے اسکو مبطل
 صلوٰۃ قرار دینا ایک طرح کی دین و شریعت میں تحریف ہی ہے بیٹا۔

بیٹا - اباجی تو کیا اب ہمارے علماء ایسے بہک گئے ہیں کہ حنفیوں کی غد میں دین و
 شریعت میں تحریف بھی کرنے لگے ہیں؟

باپ - بیٹا اس قسم بے راہ روی اب ہمارے یہاں بھی پائی جانے لگی ہے۔

بیٹا - ہمارے ذمہ دار علماء اس قسم کی بے راہ روی اور تحریف شریعت پر ان بے راہ رویوں
 کو ٹوکتے کیوں نہیں؟

باپ - یہ تو نہیں بیٹا۔

مجلہ مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر

ادھر جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والی دو کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، یہ دونوں کتابیں مولانا رئیس احمد ندوی سلفی استاد جامعہ سلفیہ کی تالیفات ہیں۔^(۱) مولانا موصوف کے بارے میں جامعہ سلفیہ کے ریکٹر مولانا ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کا ارشاد ہے کہ موصوف بہ جامعہ سلفیہ کے استاد اور جماعت کے نامور محقق ہیں،^(۲) جن کو جماعت اہل حدیث کے ان نامور محقق صاحب کی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا ان کو یہ بھی احساس ہوگا کہ موصوف کی کتابیں پڑھنا بڑے جگہ گردہ کا کام ہے خود میرا اپنا حال یہ ہے کہ موصوف کی کسی تحریر کا پڑھنا میرے لئے بڑا صبر آزماء مرحلہ ہوتا ہے، ایک تو چند جملوں کی بات وہ چند صفحات میں کہتے ہیں، پھر ایک ہی بات کی تکرار اس کثرت سے ہوتی ہے کہ طبیعت اوب جاتی ہے، پھر موصوف اسلاف امت حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پر ایسے ایسے تیرد نشتر چلاتے ہیں کہ شرافت سرپیٹ کر رہ جاتی ہے، صحابہ کرام کا نام بھی زیادہ تر وہ عایانہ انداز میں لیتے ہیں

(۱) ایک کتاب کا نام ضمیر کا بحران ہے اور دوسری کا نام تنویر الاتفاق فی مسئلہ الطلاق ہے۔

(۲) ضمیر کا بحران (مقدمہ)

۔ موصوف عمر ۔ موصوف ابن مسعود ۔ ان کی زبان پر اس طرح ہوتا ہے کہ گویا صحابہ کرام کے گروہ مقدس اور عام افراد امت میں ان کے نزدیک مقام و مرتبہ کا کوئی فرق ہی نہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو وہ شریعوں کے لب و لہجہ میں لینا گناہ عظیم سمجھتے ہیں، دیگر ائمہ کرام و محدثین عظام کی شان میں بھی ان کا لب و لہجہ بڑا عا میانہ ہوتا ہے ۔

میں یہاں ان کی کتاب ۔ تنویر الاوراق فی مسئلۃ الطلاق (۱) سے انکی انشاء و ادب ، لب و لہجہ ، اور صحابہ کرام اور اسلاف امت کے بارے میں ان کے طرز نگارش اور انداز فکر کے کچھ نمونے ناظرین کی عبرت کیلئے پیش کر رہا ہوں ، مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ غیر مقلدیت و سلفیت کے عنوان سے جس مذہب و فرقہ کا وجود آج پایا جا رہا ہے ، اس کا تعلق دین اور اہل دین سے کتنا اور کیسا ہے اسلاف کا نام لے لے کر اسلاف کے تقدس کو کس طرح تار تار کیا جا رہا ہے ، کتاب و سنت کی آڑ میں کیسا خطرناک فکرو ذہن پیدا کیا جا رہا ہے ۔

پانچ سو صفحات سے زیادہ کی اس کتاب سے صرف چند ہی نمونے پیش کئے جاسکتے ہیں ورنہ یہ پوری کتاب ہی اہل فکر و نظر کی دیدہ و عبرت واکر نے کیلئے لائق مطالعہ ہے ۔

قبل اسکے کہ میں اس کتاب سے مولانا رئیس ندوی کے ان جارجانہ عبارتوں کو نقل کروں جن سے اسلاف امت کے بارے میں جماعت سلفیہ کے لوگوں کا عموماً اور مولانا موصوف کا خصوصاً نقطہ فکر و نظر کا اندازہ ہو یہ عرض کروں کہ مولانا ندوی موصوف کی یہ کتاب طلاق کے موضوع پر ہے ، اور جیسا کہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ طلاق کے

(۱) اس کتاب پر مولانا مقتدی حسن انہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس کا مقدمہ ہے اور جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی ہے ۔

سلسلہ میں ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا بالاتفاق یہ فیصلہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہوتی ہے اور بلا دوسرے شوہر سے نکاح اور اس سے خلوت بھیہ کئے یہ مطلقہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا تھا۔

عام جمہور امت کے خلاف غیر مقلدوں کا شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تقلید میں یہ مذہب ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہی شمار ہوگی، غیر مقلدین کے محقق مولانا رئیس احمد ندوی نے اپنے اس مذہب کو اپنی اس کتاب میں پوری طاقت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی ضمن میں انہوں نے اسلاف امت اور صحابہ کرام تک کو اپنی جارحانہ نگارش کا نشانہ بنایا ہے، دیکھئے عام صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) ”یہاں یہ سوال ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جسکے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم و واقع مان لینا دوسروں کیلئے بلا دلیل شرعی حجت کیونکر بن سکتا ہے؟“
(ص ۵۴)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک پوری جماعت اس فعل کو لازم و واقع مانتی تھی جو از روئے شریعت حرام و معصیت تھا، امدان کا یہ ماننا بلا دلیل شرعی تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ صحابہ کرام کے بارے میں اتنی سخت بات کسی ایسے شخص کی زبان سے نکل سکتی ہے جو صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ سے واقف ہو اور جس کے ذہن میں خدا کا یہ ارشاد جو صحابہ کرام ہی کے مقام بلند کو بتلانے کیلئے ہے تازہ ہو۔

لکن اللہا جب الیکم الایمان
وزیتہ فی قلوبکم وکمال الیکم

الکفر والفوق والعصیان

اور جن صحابہ کرام کے بارے میں خدا کا یہ بھی ارشاد ہے :

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَقُّ

ان ارشادات باری کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام فسق و معصیت اور خلاف تقویٰ اور خلاف شریعت کاموں سے بالکل بری تھے، معصیت والا کام کرنا انکی شریعت میں تھا ہی نہیں۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے یہ محقق صاحب فرماتے ہیں :

”ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع ملتے ہیں مگر یہ سارے کے سارے صحابہ اس فعل کو حرام و معصیت اور خلاف نفوس

کتاب و سنت قرار دینے پر متفق ہیں۔“

دوسری اور تیسری طلاقیں دینے کے فعل کو جائز و درست قرار دینا

نفوس کتاب و سنت پر بلا دلیل ایسا امانہ ہے جو قابل قبول نہیں۔“

محقق صاحب کے اس کلام ذیشان کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی یہ جماعت ایک کام کو خلاف نفوس کتاب و سنت اور حرام و معصیت سمجھتے ہوئے بھی اس پر عمل پیرا تھی اور ان کا یہ عمل کتاب و سنت پر بلا دلیل ایک ایسا امانہ تھا جو سلفی جماعت کو قبول نہیں۔

کیا صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کے اس نقطہ نظر اور ان کے اس عقیدہ و

مذہب سے عام مسلمانوں کو اتفاق ہوگا ؟

جامعہ سلفیہ بنارس کے یہ محقق صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں اور اب نشانہ بطور

خاص خلفائے راشدین ہیں :

”اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے، ان احکام کے سلسلہ میں

ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا۔ (مٹا)

اب اس کے بعد ذرا صبر و ضبط کا دامن تھام کر محقق موصوف کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں :

ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ

و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے

اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے (مٹا)

صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہی توشیعہ حضرات بھی کہتے ہیں جو جماعت سلفیہ کے یہ نامور محقق صاحب ان کے بارے میں فرما رہے ہیں، شیعوں نے بھی صحابہ کرام اور خلفائے راشدین پر یہی خلاف نصوص، خلاف کتاب و سنت، خلاف شریعت، کام کرنے کا الزام لگایا ہے، اوداب اسی الزام کو جماعت سلفیہ کے یہ محقق صاحب بھی دہرا رہے ہیں۔

اب اس سلسلہ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :

پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاوے حجت

نہیں بنائے جاسکتے۔ جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں، ۵۱۵

محقق مہاجب کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف بھی فتویٰ دیا کرتے تھے، صحابہ کرام کے بارے میں جس کی ذہنیت اس قسم کی آلودہ ہو اس کے بارے میں سوائے استغفر اللہ اور انا للہ پڑھنے کے اور کیا کہا جاسکتا ہے، اس کتاب کے یہ چند اقتباسات تو وہ تھے جو عام صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے متعلق تھے، اب دیکھئے بطور خاص حضرت عمر کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے، فرماتے ہیں :

موصوف عمر کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس

کی تین طلاقیں کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی

مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں

ترمیم کردی (۲۹۸)

حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد ثنائی کے بارے میں ”موصوف“ عجزاً کہہ کر ہمارے محقق صاحب نے اپنی چھپی شیعیت کا برملا اظہار تو کر ہی دیا (وما تخفی حمداً لہم الاکبر) مگر میں ناظرین سے گزارش کروں گا کہ وہ بطور خاص خط کشیدہ آخری جملہ پر غور فرمائیں ہمارے ان نامور محقق صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتنا سنگین الزام عائد کیا ہے، قرآنی حکم میں ترمیم کرنے کا الزام اور وہ بھی حضرت عمر فاروق پر یہ خالص شیعہ ذہنیت کا مظاہرہ نہیں تو ادنیٰ ہے، وہ عمر فاروق جن کی راہ سے شیطان دور بھاگتا ہو ان پر قرآنی احکام میں ترمیم کا الزام لگانا بہر حال یہ کسی اہل سنت والجماعت سے متصور نہیں، شیعوں میں خوشیوں کے شادیاں بچ رہے ہوں گے کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام کے بارے میں جو بات اب تک شیعہ جماعت کہتی چلی آ رہی تھی وہی بات غیر متقلدین بہت آگے بڑھ کر کہہ رہے ہیں۔

جماعت سلفیہ کے یہ نامور محقق صاحب حضرت عمر پر مزید برکتے ہوئے تہات غیظ کے عالم میں فرماتے ہیں :

”بیکر کا وجہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ میں فرمان فاروقی کو جو تعزیری طور پر نافذ کیا گیا تھا اور نصوص کتاب و سنت کے خلاف بعض سیاسی مصلحت کے سبب اپنا یا گیا تھا قانون شریعت بنالیا جائے“

(۲۹۹)

جن کی ذہنیت ماؤف ہو اور جن کے افکار میں شیعیت رچی بسی ہو ان کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میرا یہ یقین ہے کہ اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد ایک لمحہ کیلئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ حضرت عمر فاروق کتاب و سنت کے خلاف مصلوہ کوئی قانون نافذ کریں گے اور صحابہ کرام بلا نکیر اور بلا چون و چرا کئے

ہوئے اس قانون کو قبول کر لیں گے، حضرت فاروق اعظم اور صحابہ کرام پر اس قسم کے گھناؤنے الزام وہی لگا سکتا ہے جس کی ذہنیت متعفن اور جس کا فکر شعیث آلود ہو، اور جس کو قطعاً پتہ نہ ہو کہ دین میں اور اللہ اور اس کے رسول کے یہاں صحابہ کرام کا مقام کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کبھی صراحتاً اور کبھی اشارۃً و کنایۃً اس قسم کے الزامات سے یہ یوری کتاب بھری ہے اس مختصر سے مضمون میں سب کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجل صحابہ اور سابقین اولین میں سے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مزدہ جانقرا سنایا ہے، اور انکی اتباع کا قرآن پاک میں حکم ہوا ہے، اور ان سابقین اولین کے متبعین کو فوز عظیم کی بشارتِ عظمیٰ سنائی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے اسلام لانے والوں میں سے ہیں شب و روز آنحضور کی خدمت میں رہتے تھے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء و اتباع کا اپنے صحابہ کو حکم فرمایا تھا، بڑے بڑے صحابہ کرام انکی فضیلت و بزرگی، رسوخ علمی اور کتاب و سنت پر گہری نظر کے تائل تھے اور مہمات امور میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ذریعہ سے اللہ نے کتاب و سنت کی اشاعت اور دینی علوم کی ترویج کا کام جتنا لیا صحابہ کرام کی جماعت میں بہت کم لوگوں کو یہ مقام حاصل ہوا، غرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعتِ صحابہ میں امتیاز و اختصاص کا مقام حاصل تھا۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے نامور محقق کی اس کتاب تنویر الافاق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بار بار تذکرہ آیا ہے، اور جس انداز اور جس لب و لہجہ میں تذکرہ آیا ہے اس کی دو چار مثالیں ناظرین کے ملاحظہ کیلئے پیش خدمت ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔

ابن مسعودؓ تو صاف طور پر اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ایک نصیحت میں تین یا اس سے زائد طلاقیں اللہ رسول کے بتلائے ہوئے طلاقِ طلاق کے خلاف محض تبیس والاشتبہ قسم کا عمل ہے، دینِ مسودت ابن مسعودؓ کی اپنی نظر میں اس طرح کا تبیس والاشتبہ کو عمل اگر قابلِ نفاذ ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں اس کا حکم بھی نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ (ص ۱۶۵)

ہمارے ناظرین کو یقیناً یہ احساس ہو رہا ہوگا کہ جماعتِ سلفینہ کے نامور محقق صاحب کو اشارہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ احکام شریعت کا پاس دلانا ہے، اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کا غیر مقلدین میں جو بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو اس کی ہوا بھی نہیں ملتی تھی۔

امت اسلامیہ کی جدید نسل کا رشتہ صحابہ کرام اسلام امت سے کاٹنے کی مختلف سازشیں آج کی جا رہی ہیں، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا نام لے لے کر بعض گمراہ جماعتوں کا مشن یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اسلاف کے مقدس گروہ سے نئی نسل کو برگشتہ و بدگمان کر دیا جائے، اور اپنے دامنِ فریب کا اس کو شکار بنالیا جائے، مسلمانوں کو ان جماعتوں سے اپنی نسل اور ان کے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر: فتویٰ ابن مسعود پر نظر، ولے عونان کے تحت تقریباً تین صفحوں کے مضمون میں ۲۷ بار آیا ہے اور صرف ایک بار ان کے نام کے ساتھ حضرت کا استعمال ہوا ہے اور رضی اللہ عنہ کا ایک بار بھی نہیں، اور جس عامیانه انداز میں ان کا نام لیا گیا ہے اس کا تصور کر کے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے، موصوف ابن مسعود دو قسم کا موقف رکھتے تھے، موصوف

ابن مسعود کو اعتراف تھا ۔۔ مذکورہ بالا بیان کی کمزوری و غلطی کا احساس بعد میں ابن مسعود کو ہو گیا تھا، اسی طرح ابن مسعود وفات نبوی کے بعد ایک زمانہ تک نکاح متہ کے جواز کے قائل تھے تو نصوص کے خلاف ابن مسعود کے اس طرز عمل کو اصول فتویٰ بنالینا کیا جائز ہے ۔۔ ابن مسعود سے مروی شدہ ایک فتویٰ کا حاصل

یہ ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس عایانہ لب و لہجہ میں نالینا یہ اس بات کا غماز ہے کہ ہمارے موصوف نامور محقق کے دل میں اس صحابی رسول کی طرف سے کتنا غبار بکھرا ہے ۔ اور بغض ۔۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا سینہ پتی آگ کی بھیڑ بنا ہوا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں موصوف نامور محقق کا یہ لب و لہجہ اور یہ طرز نگارش کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں ہے بلکہ موصوف کی دوسری کتابوں میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر اسی انداز میں ہوتا ہے، مثلاً موصوف کی ایک کتاب اللہجات ہے اس کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر اسی قسم کے دلخراش لب و لہجہ میں بار بار آیا ہے :

ہمارے ان نامور محقق موصوف کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور خاص یہ پر خاش کیوں ہے کہ وہ ان کا نام بھی شرافت کے انداز میں لینا گوارا نہیں کر پاتے ہیں، اہل علم اس سے واقف ہوں گے میں عام ناظرین کیلئے ابھی اس راز سے اس مضمون میں پردہ اٹھانا نہیں چاہتا ورنہ بات بڑی طویل ہو جائیگی ۔

البتہ میں ناظرین سے یہ گزارش ضرور کروں گا کہ وہ اللہ یہ فیصلہ فرمائیں کہ کیا کسی اہلسنت و الجماعت کا صحابہ کرام کے بارے میں یہی انداز گفتگو ہوتا ہے جو عجمت سلفیہ کے مولانا رئیس احمدی سلفی جیسے نامور محقق اختیار کرتے ہیں؟ کیا صحابہ کرام کے مقام کو مجروح کرنے کی ساروش کا یہ ایک حصہ نہیں ہے؟ اور غیر متقلدین کی جماعت ۔۔ اہلحدیث ۔۔ اور سلفی، نام رکھ کر دوسروں کو بے وقوف بنانے کا کارنامہ

انجام نہیں دے رہی ہے ؟ - آپ نے ابھی اوپر دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر عموماً اور نام لے کر خاص طور سے حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما پر جماعتِ سلفیہ کے ان نامور محقق صاحب نے الزام لگایا ہے کہ یہ حضرات کرام دالستہ نصوص کتاب و سنت اور احکام شرعیہ کے خلاف کارنامے انجام دیا کرتے تھے۔ اور احکام شرعیہ کی مخالفت کرنے والوں، حدود شریعت کو چھلانگ جلتے والوں اور نصوص کتاب و سنت کے خلاف کارنامے انجام دینے والوں کے بارے میں ہمارے نامور موصوف محقق کا فتویٰ یہ ہے :

”اس فرمان کی خلاف ورزی مردومین کی شایان شان نہیں بلکہ اسکی خلاف ورزی کرنے والے اللہ کے نزدیک ظالم نیز حدود الہیہ سے تجاوز کے مرتکب قرار پائیں گے۔“

”اس کی خلاف ورزی کرنے والے یقیناً بہت بڑے مجرم قرار پائیں گے۔“ (صفحہ ۴)

اب ناظرین اس فیصلہ و فتویٰ کی روشنی میں ان صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر باسانی معلوم کر سکتے ہیں جن کے بارے میں ان حضرات کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تین ملاق کے تین ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ یعنی یہ صحابہ کرام مساز اللہ، ظالم اور شریعت کے مجرم ہیں، حدود الہیہ سے تجاوز کرنے والے ہیں اور ان کا یہ عمل ایمان کی شان کے خلاف تھا۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں غیر مقلدین کا یہی فتویٰ و فیصلہ ہے تو اہلسنت والجماعت میں ہونے کا ڈھونگ بچانے سے قانہ کیا ہے۔ صاف صاف شیعوں کی طرح صحابہ کرام سے تبری کا اعلان کر دو تاکہ علوم تمہارے دام ہمرنگ زمین سے نکل جائیں، نفاق کی زندگی سے بہتر ہے کہ آدمی سچائی کی زندگی اپنائے۔ میں چاہ رہا تھا کہ اپنی بات نہیں پر ختم کر دوں کہ موصوف نامور محقق کی ایک

اور تحقیق پر نظر پڑ گئی ، دل مانا نہیں کہ ناظرین کو اس تحقیق انیق سے محروم رکھا جائے
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد
ہوتا ہے ناظرین کیلئے تمام کوسن لیں کیا ارشاد ہوتا ہے :

۔ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور

اختیار کر لیا تھا اسلئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی

کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے ۔ (۸۷-۸۸)

اس کے بعد کا یہ بھی ارشاد ملاحظہ ہو :

۔ اس عموم و کلیہ سے صرف اس صحابی کو مستثنیٰ مانا جاسکتا ہے جس کی

بابت دلیل صریح سے نصوص شرعیہ کی خلاف ورزی کرنے کا ثبوت

موجود ہو ۔ (۸۸)

ناظرین کرام فیصلہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں روایات
اور غیر مقلدین کے مابین کتنا فرق باقی رہ گیا ہے ، ان دونوں فرقوں کا عقیدہ و مذہب
بالکل ایک ہی جیسا نہیں ہے ؟

مگر غیر مقلدین پروپیگنڈہ کے زور پر اپنے کو پکا اور خالص اہل سنت والجماعت
اسی طرح باور کرانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جیسا کہ شیعہ اپنے کو عجمان اہلبیت
ہونے کا ڈھونگ رچانے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں ۔

فالی اللہ المشتکی

قریب ہے یاد روزِ محشر چمے گشتوں کا خون کیونکر
چو چپ رہے گی زبانِ خنجر ہو پکارے گا آستیں کا

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والی بچھ کتابیں

(۱) وقفۃ مع اللامذہبیۃ فی شبہ القاسمۃ الہندیۃ (عربی)
مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کی وہ مشہور کتاب جس نے غیر مقلدیت کی حقیقت
کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، اس کتاب کی اشاعت کے بعد ان کا سلفیت کا غرہ
و دعویٰ پھیکا پڑ گیا ہے۔ قیمت ۱۵۰ روپے

(۲) وقفۃ مع معارضی شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب والامراء
السعودیین - (عربی)

شیخ ابن عبد الوہاب حنبلی اور امراء سعودیین کے بارے میں غیر مقلدین کے معاندانہ
رویہ کو بہت تفصیل سے اس کتاب میں بتلایا گیا ہے، قیمت ۱۰۰ روپے

(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں، طبع دوم
مولانا غازی پوری کی نہایت اہم کتاب ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ غیر مقلدین کا
یہ دعویٰ کہ ان کا عمل کتاب وسنت پر ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، پہلا اڈیشن
صرف تین چار ماہ میں ختم ہو گیا۔ قیمت ۱۰۰ روپے

(۴) غیر مقلدین کی ڈائری - طبع دوم
غیر مقلدین کی تاریخ اور ان کے کردار و عمل پر روشنی ڈالنے والی نہایت دلچسپ
واہم کتاب، صرف تین ماہ میں اس کا پہلا اڈیشن ختم ہو گیا۔ قیمت ۵۰ روپے

(۵) غیر مقلدین کیلئے المعروف مکرمہ۔

سوال و جواب کے انداز میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے، نہایت دلچسپ اور معلومات افزا کتاب، پڑھنے کے بعد آپ خود اس کتاب کی قدر و قیمت محسوس کریں گے۔ قیمت ۴۰/- روپے

(۶) محدثین کی قوت فقط تاریخ کی روشنی میں۔

کتاب کا موضوع ناکسے ظاہر ہے، نہایت معلوماتی کتاب قیمت ۴۰/- روپے

(۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر، تالیف مولانا ابو عبد اللہ غازی پوری

بریلوی مذہب پر نہایت جامع و دلچسپ کتاب قیمت ۲۰/- روپے

(۸) تذکرہ طیب، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نمبر کی شکل میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا تھا، قاری صاحب کے بارے میں ایک معلومات افزا کتاب۔

قیمت ۷۵/- روپے

(۹) امام ابو حنیفہ اور قیاس۔ ختم شد

(۱۰) مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی۔

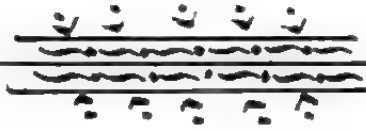
مولانا غازی پوری کی بہت اہم کتاب، مولانا مودودی کی کتاب، خلافت و ملوکیت، کا یہ کتاب آپ کو متعارف کرائے گی، اس کتاب کو پڑھ کر ایک طرف آپ کو دین میں صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ سے صحیح واقفیت حاصل ہوگی دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوگا کہ مولانا مودودی کی یہ کتاب، خلافت و ملوکیت، کتنی گمراہ کن اور صحابہ کرام کی تصویر مسخ کرنے والی ہے۔ قیمت ۶۰/- روپے۔ ختم شد

(۱۱) آئینہ غیر مقلدیت، مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی عربی کتاب وقفہ

مع اللہ مذہب کا مولانا رضوان الرحمن قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس کے قلم سے اردو ترجمہ آئینہ غیر مقلدیت کے نام سے زیر طبع ہے۔ قیمت ۶۰/- روپے
ان تمام کتابوں پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے، وی پی بنگا نے سے بہتر ہے کہ پہلے آپ رقم بھیج دیں، آرڈر کی فوراً تکمیل کی جاتی ہے۔

درج ذیل پتوں سے بھی آپ ان کتابوں کو حاصل کر سکتے ہیں -

- (۱) ربانی بکڈ پو ، جامع مسجد ، دیوبند سہارنپور
- (۲) ربانی بکڈ پو ، کٹرہ شیخ چاند ، لال کنواں دہلی نمبر
- (۳) مکتبہ حسینیہ ، دیوبند ، سہارنپور
- (۴) نعیم بکڈ پو ، چوک بازار ، موناٹھ بھجن
- (۵) عالیہ کتاب محل ، فیض عام روڈ ، موناٹھ بھجن
- (۶) مولانا رضوان الرحمن قاسمی جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس -



مکتبہ اثنیہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی علمی مجلہ

جلد نمبر ۱ ربيع الاول - ربيع الثاني ۱۴۱۹ھ شماره نمبر ۲



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ - ۴۰ روپے

مکتبہ اثنیہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور یوپی

فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ - ۵۴۸

پین کوڈ - ۲۳۳۰۰۱

فہرست مضامین

- ۱۔ اقتصا حیدر مدیر ۳
- ۲۔ معارف مدنیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ۶
- ۳۔ اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قیاحت { مولانا مفتی عبدالرحیم لاچوری ۱۱
- ۴۔ حقیقۃ الفقہ کتاب پرائیک نظر محمد ابوبکر غازی پوری ۱۶
- ۵۔ جنت کی نعمتیں مولانا محمد عبدالرحمن مقیم جدہ ۲۶
- ۶۔ قرآن حکیم جو ایک روشنی ہے مولانا ابوالکلام آزاد ۳۲
- ۷۔ انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر ابو عبدالرحمن غازی پوری ۳۴
- ۸۔ قرأت خلف الاسلام کے بارے میں { نورالدین نور اللہ الاعظمی ۴۰
غیر مقلدوں کے استدلال پرائیک نظر
- ۹۔ غمار سلفیت ظہ اشیرازی ۵۴
- ۱۰۔ باد صبا اڑا کر محمد ابوبکر غازی پوری ۶۳
- ۱۱۔ مکتبہ اثریہ کی کتابیں ۶۴

کتبہ

شمس الحسن مملکت کوٹ ادوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افتتاحیہ

زمزم کا پہلا شمارہ وقت پر شائع ہو گیا تھا، جن لوگوں کی نگاہ سے گزرا ان کے تاثرات جو ہم تک پہنچے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرچہ قارئین کو پسند آیا، خدا کرے اس کا دائرہ وسیع ہو، زمزم کے مقاصد میں سے دو باتوں کو اولین ترجیح حاصل ہے پہلے نمبر پر کتاب و سنت کی صحیح دعوت لوگوں تک پہنچانا اور دوسرے نمبر پر ان تمام باطل فرقوں کا تعاقب کرنا اور ان کے جیلنجوں کا جواب دینا جو اسلام کی اساس کو کمزور کرنے کے درپے ہیں، خواہ یہ فرقے اندر کے ہوں یا باہر کے، باہر کے جو فرقے ہیں انکی اسلام دشمنی کھلی ہے، ہر شخص ان کا چہرہ پہچانتا ہے، ان کا ضرر اسلام کو اتنا پہنچنے والا نہیں ہے جتنا ان فرقوں سے اندیشہ ہے جو اسلام کا لبا دہ اوڑھنے اور اللہ و رسول کا نام لے لے کر مسلمان نسل کو بالکل ایک نئے دین کے سانچے میں ڈھال رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان کا ضرر اسلئے زیادہ ہے کہ ان کو پہچاننے کیلئے بڑی دیدہ وری اور گہری نظر کی ضرورت ہے، اور یہ بات ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی ہے، اور وہ انکو اسلام کا مخلص سمجھ کر اور انکے ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ میں پڑ جاتا ہے کہ واقعہ یہ مخلصین کا گروہ ہے جو اسلام کی دعوت و تبلیغ میں لگا ہوا ہے۔

کتنے لوگ اسی فریب میں آ کر منکرین سنت اور قادیانی ہو گئے، کتنے لوگ نیچری بن گئے، اور کتنے لوگ اسی قسم کے فریب میں آ کر صحابہ کرام، اسلاف کرام،

ائمہ عظام، اہل اللہ و علماء کی شان میں گستاخیوں کو اپنا دین و ایمان سمجھنے لگے۔
 دین وہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے، جس کا نعتہ صحابہ کرام
 کی اجتماعی زندگی میں دیکھا گیا، اسلاف نے جس راہ پر چل کر زندگی گزاری، اگر اسلاف
 کے منہج فکر اور صحابہ کرام کی زندگی سے صرف نظر کر کے کوئی دین دین، اسلام اسلام کا نعرہ
 لگا رہے تو وہ فریب کا شکار ہے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستہ پر ڈالنا چاہتا
 ہے، صحابہ کرام اور اسلاف امت کی نفی کر کے جو لوگ دین و دعوت کا کام کرنا چاہتے
 ہیں وہ اس امت کے بدترین لوگ ہیں، جو اللہ و رسول کا نام لیکر اللہ کے بندوں کو اللہ
 و رسول کے راستہ سے ہٹا کر اپنی رائے اور اپنے خیالات اور اپنے مصنوعی منہج حیات
 کے جال میں پھانسا چاہتے ہیں۔

اگر مسلمان ان سے آگاہ نہ رہے اور ان کے دامن فریب کا شکار ہونے لگے
 تو وہ اس دین سے دور ہوتے چلے جائیں گے جو رسول خدا فداہ ابی دمی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کرائے تھے اور جس پر صحابہ کرام اور اسلاف امت کا قافلہ جا رہا ہوا تھا۔
 اتحاد اتفاق بہت اچھی بات ہے مگر اسی وقت تک جب تک کہ دین و شریعت
 کو آہنچ ڈالے، اگر کسی اتحاد و اتفاق سے دین و شریعت ہی بھر دھج ہونے لگیں اور
 اور اسلاف کی راہ سے آدمی کٹ کر دوسری ڈگر پر چلنے لگے تو ایسے اتحاد و اتفاق کو
 ہم دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔

ایک گروہ اٹھتا ہے وہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ائمہ
 دین کو مجروح کرتا ہے، محدثین عظام، فقہائے کرام اور دین و شریعت کے مخلص خدام
 کو گالیاں دیتا ہے، موصیائے کرام کی دینی خدمات کو کالعدم بناتا ہے، تو ہماری دینی
 غیرت اور اسلامی حمیت کا تعاضل ہے کہ ہم اس گروہ سے اپنا دشمنہ و ناٹھ توڑ لیں، ہمارے
 نزدیک یہ نہایت مدج بے غیرتی کی بات ہے کہ ایسے لوگوں سے اتحاد و اتفاق کے نام پر
 ہاتھ ملایا جائے۔ ہمارے بزرگوں کی شاندار و روشن تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اس قسم

کے موقوف پر کبھی کو کسی آساہل سے کام نہیں لیا اور ہمیشہ مرد میدان یکران باطل پرستوں
کا مقابلہ کیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اسلام اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہتا۔

خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کچھ کچے قسم کے مسلمانوں نے
زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں رہے تو ہم زکوٰۃ بھی نہیں دینگے
صرف زکوٰۃ دینے سے انکار تھا مگر حضرت ابو بکر نے ان کے سامنے تلوار کھینچ لی اور اپنا وہ تاریخی
جملہ زبان سے ادا کیا جو آج بھی ہماری رگوں میں خون کی گردش کو تازہ کر دیا ہے ایقیناً
الدین دانا حتی کیا میرے زندہ رہتے دین میں کمی کی ہائیکگی ہمارے سامنے امام المکمل ابوحنیفہ
امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام غزالی مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ حضرت اسماعیل
شہید حجة الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی عارف باللہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت
شیخ الہند محمود حسن اور سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ کی زندگی اور
انکی روشن تلمیذ موجود ہے، ہمارے ان اکابر و اسلاف نے باطل پرستوں اور گمراہوں سے
کبھی اس بنا پر دوستی نہیں کی اور نہ ان کے رد و ابطال سے باز رہے کہ اس سے مسلمانوں کا شیرازہ
اتحاد پارہ پارہ ہوگا۔ انکی جدوجہد اور باطل کے سامنے ڈٹ جانے کا آج نتیجہ ہے کہ اسلام
کے مسخ کو دینے اور دین و شریعت کو محرف کر دینے کی ہزار کوششوں اور تحریکوں کے باوجود
آج بھی اسلام کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے، اور انشاء اللہ اقیامت
چمکتا رہے گا۔

ہم اخیر میں ایک بار پھر اپنی بات کو دہراتے ہیں کہ دین و شریعت وہ ہے جس پر صحابہ کرام
کا قافلہ چلا اور جس پر ہمارے اسلاف و اکابر چلتے رہے۔ اس دین و شریعت کی حفاظت
اور اس کی طرف دعوت، زمزم، کا اولین فریضہ ہے، اگر ہمارے اس رائے سے ہر
اجاب کو اتفاق ہے تو آپ ہمارا ساتھ دیں اور زمزم کی اس دعوت کو دور دور
تک پھیلائیں اور عذاب اللہ اجر کے مستحق ہوں۔

محمد ابو بکر غازی پوری

معارف مدنیہ

یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے
ملفوظات سامیہ

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی
مجموعہ کمالات تھی اس صدی کی اسلامی تاریخ میں اس جیسی نابغہ و نادرہ روزگار
شخصیتیں بہت کم نظر آتی ہیں، اللہ نے آپ کی ذات گونا گوں کمالات سے متصف
کیا تھا، آپ جید الاستعداد عالم، بے مثال محدث، اسلام کے جاں باز سپاہی،
مشہور قوی لیڈر، عارف ربانی، زاہد متراض تقویٰ داخلہ کے پیکر، مجسم تواضع، شان
حدیث کو منظر حاتم طائی سے بڑھ کر جو دو سخل میں ممتاز اور مہمان نواز ایسے کہ اسکی
مثال ان کے ہم عصروں میں دیکھنے کو نہیں ملتی، حق گو و بیباک، غیور و خوددار راہب
شب بیدار عشق نبوی سے سرشار اور سنت نبویہ کے لیے فدائی کہ خلاف سنت کوئی
قدم اٹھانے کو تیار نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے زیر تربیت وہ کربلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے رشد و
ہدایت کے چراغ سے اپنے قلوب کو منور کیا اور راہ مستقیم پر لگ گئے۔

حضرت رحمہ اللہ کے مکتوبات جو چار جلدوں میں چھپے ہیں، علم و تحقیق، معرفت
اور حقائق علمیہ و دینیہ کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں، ہم ناظرین، ذمزم، کیلئے اس میں سے
کچھ سوتی چین کر پیش کر رہے ہیں۔

(۱) حضرت مدنی سے پوچھا گیا کہ صبر مقدم ہے یا شکر، ارشاد ہوا: صبر مقدمہ شکر ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا جانا ضروری ہے، صبر میں نفس کے خلاف کوشش ہوتی ہے، اسلئے اس کو بہت زیادہ مشکل سے سامنا ہوتا ہے، بدیں دجہ تکاید (صبر کی) زیادہ ہونی لازم ہے۔

بخلاف شکر کے اس میں اس قدر نفس پر مشقت نہیں ہے، ورنہ اہل عبادت شکر ہے۔

(۲) فرمایا، کتب فقہ میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ اگر نکاح میں زوج کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ ہو تو زوجین کا اجتماع سفاح (زنا) کہلائے گا۔

(۳) بعض خاندانوں میں جو زیادہ مہر باندھنے کا رواج ہے اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وہ خاندان جو کہ زمانہ حکومت اسلامیہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کے مالک تھے آج بھی (یعنی جب کہ انکی سابقہ حالت باقی نہیں رہ گئی ہے) ان کے یہاں لاکھوں کی مقدار پر یا ہزاروں کی مقدار پر مہر چلے آتے ہیں اور بہت سے خاندان والے زیادہ سے زیادہ مہر کی عادت کھئے ہوئے ہیں، محض تفاخر و نام آوری کیلئے شرافت اور مالی فائدائی معیار ہی نہ بے وقوفوں کے یہاں مہر کا غالی تر ہونا ہو گیا ہے، ان صورتوں میں زوج کیسے ارادہ ادائے مہر کر سکتا ہے اس کے گھر میں اتنے کپڑے زیئے بھی نہیں جتنا مہر باندھا جاتا ہے، زبان زد یہ ہو گیا ہے کہ بیوی سے معاف کرالیں گے بلکہ بعض بیوقوف تو یہ کہتے ہیں کہ بیوی کو پہلی شب مجبور کر کے معاف کراتے ہیں ایسی صورتوں میں ارادہ مہر کہاں پایا جاتا ہے۔

(اور اگر مہر کے ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو بیوی سے ہم بستری نہ مقرر پائے گا)

(۴) فرمایا، ہمیشہ اصلاح و تبلیغ میں جناب باری عزوجل کا ارشاد فقولا لہ قولا لینا (یعنی نرم بات کہو) اور ادع الی سبیل ربک (یعنی اپنے رب کی

طرف دانشمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلاؤ) کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۵) فرمایا۔ اس دلدنیہ میں من و معائب کے وہ لوگ زیادہ نشانے بنائے گئے ہیں جن کو تقویٰ اور دیانتداری میں یہ طولی حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا۔ اصل مقصود حضوری مسمیٰ ہے (یعنی اللہ کی ذات کا استحضار) ذکر اسم سانی ہو یا قلبی ذریعہ لوراء ہے مقصود حاصل ہونے کے بعد آلات کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اسلئے اصلی اشتغال تو مراقبہ کے ساتھ رہنا چاہئے ذکر سانی یا بی اگر اس کی اعانت کیلئے کیا جائے فیہا مبین ہونے کی صورت میں کرتے رہئے ورنہ فقط مراقبہ و توجہ الی الذات ہی میں جس قدر وقت صرف کریں کیجئے۔

(۶) فرمایا۔ دلائل الخیرات بھی مجموعہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر اس کا ورد ہو تو بہتر ہے، مگر سب سے بہتر یہ ہے کہ مندرجہ ذیل ورد شریف کا بمقدار مبین ایک سو بار یا اس سے زائد رکھیں۔

اللہم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم کما تحب و ترضی عدما تحب و ترضی۔

(۷) فرمایا۔ سلسلہ تبلیغ میں جس قدر جدوجہد ہو مستحسن ہے۔ مناسب ہے کہ یہ اسکیم جاری کی جائے کہ ہر ممبر اسکیم تبلیغی کا ذمہ دار ہو کہ کم از کم دس بے نمازیوں کو نماز سکھائے گا اور ان کو پورا نمازی پابند نماز و جماعت کر دیگا۔

(۸) فرمایا۔ دیہات میں ابتدائی مکاتب جاری کر دینا جس قدر ممکن ہو اشد ضروری ہے جن میں قرآن و دینیات اور لکھنے پڑھنے اور حساب کی ابتدائی تعلیم جاری کی جائے جو دن میں نہ پڑھ سکیں انکو شب میں مغرب سے عشاء تک تعلیم دیجائے مسلمان غرباء کی تعلیم از بس ضروری ہے یہ اسکیم اطراف و جوانب میں پھیلائیے۔

(۹) فرمایا (قرآن کی) تفسیر کے اندر جہاں تک ہو سکے احتیاط سے کام کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کچھ لغزش ہو جائے، احادیث نبویہ کے مطابق تفسیر اور ترجمہ ہونا ضروری ہے،

محمد اسماعیل مفتاحی مؤلف ناظم تبلیغی یوپی انڈیا

اپنی رائے کو کوئی دخل نہ ہو مستقین مفسرین کے اقوال سے باہر قدم نہ رکھنا چاہئے۔
(۹) فرمایا۔ صدقہ دافع بلا اور دوا ہے، اسلئے مصیبت کے وقت جہاں تک ہو سکے صدقات و خیرات زیادہ کرنا چاہئے۔

(۱۰) فرمایا کہ۔ استقامت اور اتباع سنت عظیم الشان نعمت ہے قرآن مجید وہ انتہائی نعمت ہے جس کو امت خیرالام ہی کیلئے پروردگار عالم نے محفوظ و مقرر ازل فرمایا تھا۔ اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔

(۱۱) فرمایا۔ اتباع سنت سینہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں اور جہاں تک ممکن ہو ذکر میں کوتاہی نہ کریں جو وقت بھی خدا کے ذکر میں گزرے وہی زندگی ہے۔
(۱۲) فرمایا۔ مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں ضرور ان کا مطالعہ رکھیں۔
(۱۳) پریشانیوں کے ازالہ کے لئے فرمایا۔

روزانہ تین سو مرتبہ بعد از عشاء لا الہ الا انت سبحانک انی کنت
من الظالمین پڑھ لیا کریں اور سوتے وقت سترہ مرتبہ الم نشرح لک پڑھ کر
سینہ پر دم کر لیا کریں۔

(۱۴) فرمایا۔ اسلام نے کسی صورت میں بھی غلامی پر قناعت نہیں کی بہت
سی نصوص سے دلالت و صراحت ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا تعاضا حکومت اور
سر بلند ہے۔

(۱۵) فرمایا۔ بلاشبہ اسلامی قوانین ہی دنیا کے لئے حقیقی امن و سلامتی کے
ضامن ہیں۔

(۱۶) فرمایا۔ سرکاری بینکوں میں اور ان بینکوں میں جن کے مالک غیر مسلم ہوں
روپیہ جمع کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ اس روپیہ سے کاروبار کر کے استفادہ حاصل کرتے
ہیں اور اسی کے منافع سے اسلام اور مسلمانوں کی تخریب پر صرف کیا جاتا ہے لیکن
جمع کرنے کے بعد اس کا سود نہ لینا اور اس کا بینکوں میں چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

اس روپیہ کو جو بینکوں کے سود کے فدیہ حاصل ہوتا ہے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد میں صرف کر دینا چاہئے۔

(۱۷) فرمایا کہ شرعی عقلی مادی ہر حیثیت سے چھوڑنے اور ابتداء کرنے والا ہی مورد الزام اور گنہگار قرار دیا جاتا ہے اگر کسی نے گدھ کو چو نکال گایا اور گدھے نے لات مار کر نقصان پہنچایا تو یہ نقصان چو نکال گانے والے ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے گدھا مورد الزام نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۱۸) فرمایا ایک محمدی کو حسب اعتقائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ چال چلن، وحدت سیرت، فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آملک کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تعاضل ہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر دئے زین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کو نہ ہے واقعات کو دیکھئے، اس بنا پر جو انکے خصوصی شعائر اور فیشن ہیں ہم کو اس سے استغناء مستقر ہونا چاہئے۔ خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے خواہ زبان سے یا تہذیب و عادات سے ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعائر ہو جائیں، اسلئے ہماری جدوجہد اس میں ہونی چاہئے کہ ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قدامی بنیں نہ کہ غلامان کوزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

————— (جاری) —————

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاہوری مدظلہ

اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قیامت

(قسط ۲)

بدعت کی تعظیم پر وعید | حدیث میں ہے: من وقع صاحب بدعتا
فقد امان علی ہدم الاسلام یعنی جس
نے بدعت کی توقیر (تعظیم) کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی
(مشکوٰۃ ص ۲)

مفسرین اس سے اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما من شیء بعثنا اللہ ف	یعنی! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جس نبی کو
امت ما دلی الا کان لدی	بھی انکی امت کی طرف مبعوث فرمایا
بعض حواریون واصحاب	ان کی امت میں ایسے حواری اور اصحاب
یاخذون بسنتنا ویقتدون	ہوتے تھے جو اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے
یا مراء شتم انہا تخاف	اور ان کے حکم کی اقتدار کرتے پھر ان کے
مواہدۃ خلوف یقولون	بعد ناخلف پیدا ہوئے لوگوں کو ایسی
مالا یفعلون ویفعلون	باتیں کہتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور جن
مالا یریدون فہم جاہدہم	باتوں کا انہیں حکم نہیں دیا گیا انکو کرتے
میریدۃ فہو موہن و من	پس جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ
جاہدہم ہلساند فہو موہن	سے جہاد کرے وہ موہن ہے اور جو ان سے

و من جاهدہم بقلبہ فہو
مؤمن ولیس وراء ذلک
من الایمان حبة خردل
رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف
ص ۲۹ باب الاعتصام)

اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے
اور جو اللہ سے اپنے دل سے جہاد کرے
(یعنی ان باتوں کو برا سمجھے) وہ مؤمن ہے
اور جو دل سے بھی ان چیزوں کو برا نہ سمجھے
اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
الحرم رضا مولاہ من لم یعمل
بما أمر واستغفل بالم یومر
بہ هذا هو المحرمان
بعینہ والموت بعینہ
والطرد بعینہ۔
(الفتح الربانی ص ۱۲۱ مجلس ۱۲)

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص
جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا
گیا ہے اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا
اس میں مشغول رہے۔ یہی اصل محرومیت ہے
۔ یہی اصل موت ہے ، ۔ یہی اصل
مردودیت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔
انما سیخرج فی امتی اقوام
تتجاری بہم تلک الاہواء
کما یتجاری الکلب لبصاحہ
لا یبقی منہ عرق ولا مفصل
الادخلہ۔ (مشکوٰۃ شریف
ص ۳۰ باب الاعتصام)

معتزب میری امت میں ایسے لوگ پیدا
ہونگے جن میں خواہشات (بہوات) اس
طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح باؤلے
کتنے کا زہر آدمی میں سرایت کر جاتا ہے
اور (بدن کے) رگ وریشہ میں داخل
ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اور صحیح مسلم شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جاء ثلثه رهط الى انذواج
 النبي صلى الله عليه وسلم
 يسألون عن عبادة النبي صلى الله
 عليه وسلم فلما اخبروا بها
 كأنهم تقالوها فقالوا اين
 نحن من النبي صلى الله عليه
 وسلم وقد غفر الله ما تقدم
 من ذنبي وما تأخر فقال
 احدهم اما انا فاصلي الليل
 ابدا وقال الآخر انا اصوم
 النهار ابدا ولا افطر وقال
 الآخر انا اعتزل النساء فلا
 اتزوج ابدا فجاء النبي
 صلى الله عليه وسلم فقال
 انتم اللذين قلتم كذا وكذا
 اما والله اني لا خشاكم الله
 واتقاكم له، لکنی اصوم
 وافطر واصلی وارقد واتزوج
 النساء فمن رغب عن سنتي
 فليس مني۔ متفق عليه۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ باب
 الاحتیاط)

تین صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت
 کا حال معلوم کرنے کے لئے انذواج مہلرات
 کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کر کے
 کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم! آپ تو رہے ہیں کہ آپ کی اگلی پچھلی
 تمام خطائیں معاف کر دی گئیں، (لہذا
 آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں،
 صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ایک نے کہا
 کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کر دوں گا،
 دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا
 کبھی ترک نہ کروں گا، تیسرے نے کہا
 میں کبھی شادی نہیں کروں گا (آزاد رہ کر خوب
 عبادت کروں گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
 لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟
 سن لو! خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے
 ڈرنے والا ہوں اور تم سب زیادہ متقی ہو
 اسکے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور
 نہیں بھی رکھتا، تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام
 بھی کرتا ہوں اور اسکے علاوہ نکاح بھی
 کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) جس نے میرا
 طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں ہے۔

مشکوٰۃ شریف

مذکورہ حدیث میں غور کیجئے! ایک صحابی نماز کے متعلق عہد کرتے ہیں کہ میں پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا، اور دوسرے عہد کرتے ہیں کہ میں پوری عمر روزے رکھوں گا اور تیسرے صحابی اپنے اوپر یہ لازم کرتے ہیں کہ میں عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت میں مشغول رہوں گا، بتلایئے ظاہراً ان چیزوں میں کیا کوئی خرابی اور قحط ہے؟ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہیں فرمایا، دراصل اس میں قحط یہی تھی کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور منشاء کے خلاف تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات صحابہ کو تنبیہ فرمائی۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان ابلیس قال اهلكتهم
بالذنوب فاهلكتهم
بالاستغفار فلما رأيت
ذلك اهلكتهم بالاهواء
فهم يحسبون انهم مهتدون
فلا يستغفرون۔

یعنی! ابلیس کا مقولہ ہے کہ میں نے لوگوں کو غماز میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا (جس کی وجہ سے وہ حق جہنم ہو گئے) لوگوں نے مجھے توبہ و استغفار سے ہلاک کر دیا اس طرح انہوں نے میری محنت رائیگاں کر دی جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے خواہشات نفسانی میں انکو مبتلا کر کے ہلاک و برباد کر دیا (یعنی سنت کی خلاف ورزی اور ایجاد کئے جو انکی خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں پس توبہ و استغفار بھی نہیں کرتے۔

الترغيب والترهيب

ص ۶۵ ج ۱

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

روی عن سفیان الثوری
 انه كان يقول البدعة
 احب الى ابليس من كُفْل
 المعاصي لان المعاصي يتاب
 عنها والبدعة لا يتاب عنها
 وسبب ذلك ان صاحب
 المعاصي يعلم بكونه مرتكب
 المعاصي فيرجى له التوبة
 والاستغفار واما صاحب البدعة
 فيعتقد انه في طاعة وعبادة
 ولا يتوب ولا يستغفر وهذا
 ما حكى عن ابليس انه قال قصمت
 ظهور بني آدم بالمعاصي والاثام
 وقصموا ظهوري بالتوبة والاستغفار
 فاحدث لهم دنوباً لا يستغفرون
 منها ولا يتوبون عنها وهي البدعة
 في موق العبادۃ (بحال برارۃ مجلس)

حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے
 کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام
 گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اس لئے
 کہ گناہوں سے تو توبہ ہو سکتی ہے اور
 بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا
 سبب یہ ہے کہ گناہ گار توبہ سمجھتا ہے
 کہ میں طاعت و عبادت کر رہا ہوں تو
 وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار، یہ
 مضمین خود ابلیس سے منقول ہے اس
 نے کہا میں نے بنو آدم کی کرمعاصی اللہ
 گناہوں سے توڑ دی تو انہوں نے
 میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑی
 تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ
 نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار
 کرتے ہیں اور نہ توبہ ! اور وہ
 بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں۔

.....

بدعتی اور اس سے محبت کرنا اور ایمان سے محروم رہنا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔
 عن فضیل بن عیاض یقول
 من احب صاحب بدعة
 جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرے
 تو اللہ تعالیٰ اسکے نیک اعمال مٹا دیتا ہے
 باقی مکر

محمد ابو بکر غازی پوری

قسط ۲۷

حقیقۃ الفقہ کتاب پر ایک نظر

غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیت کے کچھ نمونے

گزشتہ گفتگو میں واضح کیا گیا تھا کہ مولانا محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ جس کو بقول مولانا مقدی حسن ازہری دیکٹر جامعہ سلفیہ بنارس فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مصنف نے لکھی تھی اس سے فقہ حنفی کی ہمواری کیا ظاہر ہوتی۔ اس کتاب سے خود مولانا محمد یوسف کی جہالت آشکارا ہوتی ہے، میں نے متعدد مثالوں سے واضح کیا تھا کہ مولانا جے پوری کو معمولی عربی بھی نہیں آتی تھی، خود صرف سے مولانا جاہل تھے عربی کی بہت واضح اور سادہ عبارتیں نہ مولانا سمجھ پاتے تھے اور نہ ان کا صحیح ترجمہ کر سکتے تھے، آج کی صحبت میں میں مزید کچھ مثالوں سے مولانا کی جہالت اور قابلیت واضح کر دوں گا۔

(۱) حجتہ اللہ البالغہ سے مولانا نے یہ عبارت نقل کی ہے۔

وقال لم يزل الناس يستلون من استفق من العلماء الخ

اور اس کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا ہے۔

”کہا شیخ عزالدین عبدالسلام نے ہمیشہ سے لوگ اس پر تھے کہ علماء کے متفق فتویٰ

دریافت کرتے۔“

یہ ہے مولانا جے پوری کی قابلیت کا ایک عظیم شاہ کار اور اس قابلیت پر فقہ حنفی سے بچہ نوائی کا شوق ہے مولانا جے پوری کو، اور مجتہدین سے، کا بھی اسی قابلیت پر شوق ہے، جو شخص معمولی عربی عبارت کا بھی صحیح ترجمہ نہ کر سکے وہ غیر مقلدوں کی دنیا میں ”صاحب نظر عالم“

کہلاتا ہے ، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ۔
 کہا شیخ غزالدین عبد السلام نے ہمیشہ سے لوگوں کا معمول یہی تھا کہ جس کسی
 سے بھی ہوتا مسائل معلوم کر لیا کرتے تھے ۔

دو نقل ترجموں کا ناظرین فرق ملاحظہ فرما کر مولانا بچے پوری کی قابلیت کی داد دیں ۔
 (۱۲) مولانا بچے پوری نے ایضاً اکتی الصریح سے یہ فارسی عبارت نقل کی ہے ۔
 دارادہ و تعلیہ شخصے معین از مجتہدین و مشائخ در ارکان دین لازم نے انہ
 اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :

” اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں سے
 ارکان دین میں نہیں ہے ۔ “

” در ارکان دین لازم نے ” کا مولانا کے نزدیک خط کشیدہ جملہ ترجمہ ہے ، مولانا تالیق
 فی الواقع اس عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے ہیں ، یا تصدُّ انہوں نے یہ تحریفی ترجمہ
 کیا ہے ۔ بات چاہیے جو مولانا کی شبیہ بگڑی کر سامنے آتی ہے ، ناظرین کرام اس عبارت کا
 صحیح ترجمہ یہ ہوگا ۔

” اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں میں ارکانِ
 دین میں لازم نہیں ہے “

لہذا ان دین میں کسی چیز کا نہ ہونا اور مفہوم رکھتا ہے اور ارکان دین میں کسی چیز کا لازم نہ ہونا
 اور مفہوم رکھتا ہے ، اہل علم اس فرق کو خوب سمجھتے ہیں ، مگر میں عوام کے لئے یہ کہنا چاہتا ہوں
 کہ ارکان دین میں سے کسی چیز کے نہ ہونے کا مطلب تو بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اس کا دین کے
 ارکان سے کوئی تعلق نہیں ، اور دین کے ارکان میں سے لازم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس
 کا تعلق دین کے ارکان ہی میں سے ہے مگر یہ تعلق لزوم اور وجوب کا نہیں ہے ، صاحب ایضاً
 کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے مرید ہونا اور کسی شخص معین کی تعلیہ کرنا اس کا تعلق بھی ارکان
 دین ہی سے ہے مگر اس کا وجہ لازم اور واجب کا نہیں ہے ، بلکہ استجاب و استعسان کا ہے

کتاب کا مصنف تو یہ کہنا چاہتا ہے اور تقلید اور پیری و مریدی کو ازکان دین میں سے قرار دیتا ہے اگرچہ درجہ وجوب و لزوم میں نہیں بلکہ استیجاب و استحسان کے درجہ میں اور مولانا جے پوری اپنی غیر مقلدانہ کی ذہنیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ یہ چیزیں دین کے مکان میں سے نہیں ہیں، غیر مقلدیت اور جمالت و بے ایمانی میں کتنا قرب ہے، ناظرین اندازہ کریں۔ (۱)

(۱۳) مولانا جے پوری درجہ ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں :

وهذا كله نهي للتقليد وابطال لمن فهمه وهدى لمرشده
ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید اور ابطال ہے جو فہم رکھتا ہے
اور ہدایت نصیب ہوئی اسے سمجھتا ہے ۸۴

اہل علم غور فرمائیں کہ لمن فهمہ و ہدی لمرشدہ کا یہی ترجمہ ہو گا اگر مولانا نے عبارت کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہوتا تو اس کا ترجمہ یہ کرتے ۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید و ابطال ہے اس کیلئے جس نے
اس کو (یعنی میری تحقیق کو) سمجھا اور اسے ہدایت ملی ۔

(۱۴) مولانا بل الدلیل اقضی العمل بقول المجتہد فیما اجتاج الیہ
کا ترجمہ فرماتے ہیں ۔

بلکہ دلیل کا مقتضی تو یہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو، اسکے قول پر جس مسئلہ میں حاجت
پڑے کیا جائے، ۸۵

یہ کون سی اردو ہے ۔ اور خواہ کوئی سا مجتہد، کس کا ترجمہ ہے ۔

(۱۵) .. واجمع الصحابة على ان من استفتى ابا بكر وعمر اميرى المؤمنين
فله ان يستفتى ابا هريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما من خير نكيره
مولانا فرماتے ہیں ۔

.. اور متفق ہو گئے صحابہ اس پر کہ جو فتویٰ پوچھے دونوں مومنوں کے سردار ابو بکر اور عمر

(۱۱) ایضاً اہل العرن کا اس عبارت پر متدد وجوہ سے کلام کیا جاسکتا ہے مگر سردست اس کو یہ چھوڑتا ہوں ۔

قواسم روایہ کہ فتویٰ پوچھے ابوہریرہ اور معاذ بن جبل وغیرہ سے اور بلا کھٹکے ان کے قولوں پر عمل کرے۔

ناظرین کرام خط کشیدہ عبارت اس عربی عبارت کے کس معنی کا ترجمہ ہے، کسی غیر مقلد عالم سے پوچھ کر ہمیں مطلع فرمادیں۔

اور دوسرا سوال غیر مقلدوں سے یہ بھی کر لیں کہ کیا بلا کھٹکے صحابہ کرام کے قولوں پر عمل کرنا مذہب غیر مقلدیت میں جائز ہے؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں؛ تو پھر ان سے ہی پر ایک تحریر لے لیں۔

(۱۶) مولانا جے پوری درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں :

”بل اوجب علم الدین بما بعث به سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم والعمل بشریعته۔“

بلکہ ان پر اس بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جس کیلئے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور عمل کرنا ان کی شریعت پر۔^{۸۶}
کیا کوئی غیر مقلد عالم بتلائے گا کہ مولانا نے اس عبارت کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟
اوجب علم الدین کا ترجمہ ایمان لانا واجب کیا ہے۔ یہ تو کتنی بڑی جہالت ہے، مگر غیر مقلدوں کا ہر جاہل بھی مجتہد ہی بننے کا شوق رکھتا ہے

(۱۷) فی کل مایالی ویذر سایہ دلیخپ ترجمہ کیا

”ہر کام خواہ وہ کرنے کا ہو یا چھوڑنے کا۔“^{۸۷}

جس جاہل کو کل مایالی ویذر کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو وہ دوا جہاد دینے کو تیار ہے اور ”حقیقۃ الفقہ“ لکھ کر فقہ کی ناہمواری ظاہر کرنے کا شوق پالے ہوئے ہے۔

(۱۸) ”وما امرنا باتباع مذهب من المذاهب الا سافضنا من

اتباع مذهب معین۔“ کا ترجمہ فرماتے ہیں :

اور نہیں حکم دیے گئے ہیں ہم کہ تابعداری کریں مذہبوں میں سے خاص کر کسی مذہب کی۔

غیر مقلدین علماء سے گزارش ہے کہ وہ بتلائیں کہ کیا مولانا جے پوری کا یہ ترجمہ محرفانہ اور غلط نہیں ہے، ناظرین اس عبارت کا پہلے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمایا۔ اور ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ کسی بھی مذہب کی اتباع کریں کسی مذہب معین کی بات تو الگ رہی۔

مولانا خط کشیدہ ترجمہ کس عبارت کا کیا ہے؟ اور، خاص کر، کیا فضلاء کا ترجمہ ہے؟ اور پھر مولانا جے پوری نے جو یہ فرمایا ہے کہ ”مطلب یہ ہے اللہ اور اس کے رسول نے چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے۔ مولانا کا یہ مطلب اس عبارت کے کس جز سے ثابت ہوتا ہے۔

میں مولانا جے پوری سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مذہب غیر مقلدیت کا حکم دیا ہے، یا مذہب سلفیت کا حکم دیا ہے؟ غیر مقلدیت اور سلفیت کی اتباع کا حکم کتاب و سنت میں کہاں ہے؟ اور غیر مقلدین یہ بھی بتلائیں کہ کس حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی نے اس کا دعویٰ کیا ہے کہ مذہب حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی اتباع کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے؟

درست البلیب کی اس عبارت کا حاصل تو یہ ہے کہ اللہ و رسول نے خاص اور غیر خاص کسی بھی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے۔ مگر جے پوری صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ و رسول نے عام طور پر تو کسی مذہب کی اتباع کا حکم دیا ہے مگر خاص کر کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے، واہے مولانا کی دیانت و امانت اور قابلیت و شرافت۔

(۱۹) مولانا جے پوری امام داؤد ظاہری کے اس کلام کا ”انظروانی امور دیکھو“ یہ ناظرانہ ترجمہ کرتے ہیں۔

”اور اپنے دین کے معاملہ میں حجت تلاش کرو معصوم نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی“ ۹۵

یقین جانئے کہ مولانا کی اس عربی دانی پر طبیعت عیش عیش کر کے رہ گئی ہے
انتظار دانی امر دینکم کا یہ لمبا چوڑا ترجمہ غیر مقلدین کی نیکڑی میں تیار ہوتا ہے
ناظرین اس عبارت کا ترجمہ بس اتنا ہے۔

”تم لوگ اپنے دین کے معاملہ میں غور کرو“

(۲۰) ولہم یات قرن بعد ذالک الا وهو اکثرت فتنۃ وافر تقلیداً۔

کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ”اور کوئی صدی ان کے بعد نہیں آئی مگر وہ ان سے

زیادہ فتنہ میں تھے اور قوی تر تقلید میں“ ۹۷

یعنی ”صدی“ جس کو زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مولانا کے نزدیک ذی
العقول کی ایک قسم ہے، اور بعد ذالک کا ترجمہ ان کے بعد ”مولانا کے نزدیک
ہے، ہے کچھ اس جہالت و حماقت کی انتہاء، ناظرین صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔
اور اس کے بعد کوئی صدی نہیں گزری مگر اس صدی میں فتنہ زیادہ رہا
اور تقلید کی کثرت زیادہ رہی۔

(۲۱) میں بل قد یکون کافراً کا ترجمہ بلکہ کافر ہی ہو جاتا

ہے، ”کر کے اپنی قابلیت و غلیت کو عیاں و آشکارا کر دیا ہے۔

(۲۲) مولانا جے پوری کی قابلیت اور ان کی عربی دانی و مجتہدانہ صلاحیت کا

ایک شاہ کار یہ بھی ملاحظہ فرمائیے، پہلے مولانا کی نقل کردہ عبارت دیکھئے۔

”قلت فان تعلمت الفقه قالوا تسأل وتفقی الناس وتطلب

للمقنماع وان کنت شاباً۔“

اس کا ترجمہ جیسے کہ اہل علم جانتے ہیں یہ ہوگا۔

میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ تم سے مسائل پوچھے

جائیں گے اور تم لوگوں کو فتویٰ دو گے اور تقنا، کیلئے تمہیں بلایا جائے گا اگرچہ تم نوجوان ہی ہو (یعنی اگرچہ تمہاری عمر کم بھی ہو) اور مولانا وان کنت مثلاً کا ترجمہ نہ ملتے ہیں۔

.. اگرچہ تم ان سے بچنے والے ہو گے۔ ص ۱۲۲

ناظرین بھی اس عربی دانی پر پھر ک گئے ہوں گے اور مولانا جے پوری کی اجتہادی صلاحیت کا انھوں نے بھرپور اعجازہ کر لیا ہو گا، اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس کی کیا حقیقت ہے، جو شخص وان کنت مثلاً کا ترجمہ، اگرچہ تم ان سے بچنے والے ہو گے، کرے اس کا شمار جماعت غیر مقلدین میں۔ اہل نظر عالم میں ہوتا ہے۔

(۲۳) ص ۲۲۳ میں ایک عبارت میں یہ جملہ آیا ہے۔

”فجاءت احادیث الشریعة بعضها بعضاً۔“

مولانا جے پوری نے اس کا ترجمہ کیا ہے ”بعض حدیثیں بعض کے خلاف ہوئیں“ اہل علم غور فرمائیں کہ جے پوری صاحب کی علمی و عربی استعداد کتنی پختہ ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ کچھ یوں ہو گا۔

”پس شریعت کی احادیث بعض بعض سے متفق ہوئیں۔“

(۲۴) ص ۱۴۵ میں حجۃ اللہ البائنہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں جملہ وارد ہوا ہے۔

”وانما الحق ان اکثرها اصول فخر جة علی قولہم۔“

اور اس کا یہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اکثر ان اصول و قواعد سے ایسے ہیں کہ من گھڑت ہیں اور ان پر تھوپے گئے ہیں۔

اس ترجمہ سے نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین کی علمیت و قابلیت، آشکارا ہوتی ہے

بلکہ ان کی بددیانتی و بے ایمانی کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے تحریف و غلط بیانی کی کسی یہودی درگاہ میں تموین حاصل کی ہے۔

(۲۵)۔ و مذهب کل مجتہد ما قال ولم يرجع عنہ کا ترجمہ

کیا ہے۔

”ہر وہ مسند جس کو کسی شخص نے امام کے قول سے مستنبط کیا ہے اس کا

مذہب ہو سکتا ہے“

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت کے اس ترجمہ کی داد کن الفاظ میں دی جائے

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

”ہر مجتہد کا مذہب وہ قول ہوتا ہے جس سے اس نے رجوع نہ کیا ہو“

کہاں اس عبارت کا یہ ترجمہ اور کہاں مولانا دالاولہ غیر مقلدانہ و مجتہدانہ ترجمہ،
ناظرین دونوں کا فرق ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۶) ص ۱۶۵ میں الشریعۃ مالا تدرک لولا خطاب الشارع کا ترجمہ

کیا ہے۔

”شریعت خطاب شارع ہی کا ہے اور بس“

جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

”شریعت وہ چیز ہے کہ اگر شارع کا خطاب نہ ہوتا تو اسے جانا نہیں

جاسکتا تھا“

(۲۷) ص ۱۷۵ پر میزان شعرائی سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وکان الشافعی یقول الحدیث علی ظاہرہ لکن اذا احقل

حدۃ معان فاولاها ما وافق الظاہر۔

اور اس کا یہ فاضلانہ ترجمہ کیا ہے۔

”امام شافعی فرماتے تھے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے لیکن جب اس میں

دوسے معانی کا احتمال پیدا کر دیا جائے تو لائق عمل وہی معنی ہے جو ظاہر ہے۔
 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا یہ ترجمہ بھی اندھے کی لاشٹھی والا ہے
 اور مولانا جے پوری کی جہالت کا آئینہ دار، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ
 ملاحظہ فرمائیں اور اس صاحب نظر غیر مقلد عالم کی جہالت عقل و خرد اور دیانت
 کی داد دیں، امام شافعی کے اس کلام کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

”امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کو ظاہر پر رکھا جائے گا لیکن ناگزیر
 حدیث میں متعدد معنی کا احتمال ہو تو اولیٰ معنی وہ قرار پائے گا جو ظاہر
 حدیث کے موافق ہوگا۔“

حضرت امام شافعی کہنا کیا چاہتے ہیں اور جے پوری صاحب اپنے اس غلط
 اور تحریفی ترجمہ سے بتلانا کیا چاہتے ہیں ناظرین دونوں ترجموں میں غور فرما کر فیصلہ
 کر لیں۔

(۲۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کے اس ٹکڑے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:
 ”وغرور هو لا عاشدا كثيرا و اقبیح من ضرور من قبلہ۔“

صاحب نظر جے پوری صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں
 ”ان لوگوں نے پہلے لوگوں سے جن کا ذکر ہو چکا سخت دھوکا کھایا ہے
 اور بڑے پھٹے ہیں۔“

اہل علم داد دیں اس فاضلانہ ترجمہ کی، مولانا جے پوری کے اس عالمانہ و فاضلانہ ترجمہ
 سے دینائے غیر مقلدیت یقیناً پھر کاشٹھی ہوگی، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح
 ترجمہ یہ ہے۔

”ان لوگوں کا دھوکا پہلے لوگوں سے زیادہ شدید اور زیادہ بقیع ہے۔“
 مولانا جے پوری کی یہ کتاب ”حقیقۃ الفقہ“ جس کا دنیائے غیر مقلدیت میں بڑا نام ہے
 اس کی پوری حقیقت یہی ہے جس کا مشاہدہ ناظرین کرتے چلے آ رہے ہیں، لفظ لفظ

سے مولانا بچے پوری کی جہالت آشکارا ہے، اور لطف یہ ہے کہ کتاب کا یہ نسخہ جس سے
میں حوالہ پیش کر رہا ہوں، تصحیح و نظر ثانی کے بعد چھاپا گیا ہے، الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر
نئی دہلی ۲۵ نے اس کو شائع کیا ہے اور باعث تعجب بات تو یہ ہے کہ اس نسخہ کی
تصحیح اور اس پر نظر ثانی غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا داؤد صاحب راز نے کی ہے
اسی سے اندازہ لگتا ہے کہ غیر مقلدوں میں علم کی فراوانی کا کیا حال ہے۔

اور باوجود عقل و خرد اور علم و فہم کی اس کم مائیگی کے غیر مقلدوں کی جماعت کے
وہ لوگ بھی سلفی کو سہارا دیتے ہیں۔ سلاتے ہیں میدان اجتہاد میں خم ٹھونک کر اتارتے ہیں،
اور امام احمد سے اعلیٰ اور افضل اپنے کو سمجھتے ہیں اور ہم تقلید نہیں کریں گے۔ کا منغرہ بڑے
زور سے بلند کرتے ہیں، جہالت و سفاہت کی اس فراوانی کے باوجود مولانا محمد یوسف
بچے پوری کو ہمت و جرات ہوئی کہ وہ فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے
”حقیقۃ الفقہ“ لکھیں۔ اللہم انی اعوذ بک من مشور النفس ومن
سیئات الاعمال، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

منخلے کے پاپا

کہہ رہے تھے میاں نام تھا منخلے
رات ہی میرے پاپا تو سلفی ہوئے
رات گزری نہ تھی مجستہد بن گئے
اور فتویٰ بھی لوگوں کو دینے لگے

جلد ۱۰۱ جمل مفتاحی

مولانا محمد عبدالرحمن

استاذ حدیث و تفسیر

مقیم جدہ

جنت کی نعمتیں

یہ چند سوالات

السُّؤال :- ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُورٌ عِینٌ سے کیا مراد ہے ؟ الواقعہ آیت ۲۲

الجواب :- فَقَالَ حُورٌ بَيضٌ، عَيْنٌ خَضَاءٌ الْعُيُونِ، شَعْرُ الْحَوَائِجِ بِسَنَزِلَةٍ جَنَاحِ النَّسْرِ

ارشاد فرمایا حور سے مراد نہایت گوری خوبصورت عورت اور عین سے مراد بڑی بڑی کشادہ آنکھوں والی (جس کے آنکھ کی سفیدی بحد سفید اور سیاہی بے انتہا سیاہ ہو ایسی آنکھ حسن و جمال میں بے نظیر شمار کی جاتی ہے) حور کے بال ملازبے باز یا سکرے کے بازو ہو کر تے ہیں۔

السُّؤال :- پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَكَامٌ مِثَالِ اللُّؤلُؤِ الْمَكْنُونِ (واقعہ آیت ۲۳) کا کیا مطلب ہے ؟

الجواب :- فَقَالَ ضِفَاءُ هُنَّ صَفَاءُ الدُّرِّ الَّذِي فِي الْأَصْدَافِ الَّذِي لَمْ تَمْسُهُ الْأَيْدِي -

ارشاد فرمایا حوروں کے جسم کی صفائی و پاکیزگی اس عمدہ و خوبصورت موتی کی طرح ہوگی جو صدف (سیپ) میں محفوظ ہو جس کو کسی کا ہاتھ نہ لگا ہو نہ نہایت

آبدار و چمکدار، جنت کی یہ عورتیں اپنی دلکش و رعنائی میں پوشیدہ موتیوں کی طرح فریفتہ نظر ہوں گی)

السُّؤالُ :- پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَمِنْ خَيْرَاتٍ

حَسَنَاتٍ (الرحمن آیت ۷۰) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :- فَقَالَ خَيْرَاتُ الْأَخْلَاقِ - حَسَنَاتُ الْوُجُودِ -

ارشاد فرمایا خیرات سے مراد عمدہ و اعلیٰ اخلاق و عادات و الیاں۔ اور حسان

سے مراد خوبصورت چہرے و الیاں (یعنی جنت کی یہ عورتیں حسین و جمیل ہیں ان کے

عادات و اطوار بھی بے مثال و بے نظیر ہوں گے)

السُّؤالُ :- پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كَأَنَّهُنَّ

بَيْضٌ مَكْنُونٌ (الصافات آیت ۴۹) سے کیا مراد ہے؟

الجواب :- فَقَالَ رِقَّتَهُنَّ كَرِقَّةِ الْجِلْدِ الَّذِي دَأَيْتَ دَاخِلَ الْبَيْضَةِ مِمَّا يَلِي الْقَشَاسَةَ -

ارشاد فرمایا ان عورتوں کے گداز جسم اندھے کی اس سفید جھلی کی طرح نرم

و نازک ہوں گے جو جھلکے سے متصل ہوا کرتی ہے۔

السُّؤالُ :- پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عُرُبًا أَوْ رِبَا

(الواقعه آیت ۲۷) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :- فَقَالَ هُنَّ اللَّوَانِي قُضْنَ فِي دَارِ الدُّنْيَا عَجَائِزُ رَمَضًا

شَمَطًا خَلَقَهُنَّ اللَّهُ يُعَدُّ الْكِبَرُ فَعَجَلَهُنَّ اللَّهُ عَذَابِي،

عُرُبًا، مُتَعَسِّقَاتٍ مُتَحَبِّبَاتٍ، أَسْرَابًا عَلَى امْتِلَادٍ وَاحِدٍ -

ارشاد فرمایا یہ وہ نیک عورتیں ہیں جو دنیا کی زندگی میں وفات پائی تھیں

بڑھاپا انتہا درجے کا تھا، آنکھیں چندھیائی ہوئی، چہرہ کی کھال سوکھی ہوئی پیدار

اس بڑھاپے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں پھر سے بھرپور شباب کے ساتھ

کنواری حالت میں بیدار کریں گے (جنت میں ایسی عورتیں عُرُوبًا اَسْرَابًا کی صفت پر ہوں گی۔)

عُرُوبًا، عُرُوبَہ کی جمع ہے عُرُوبَہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس میں نسوانیت کی ہر ہر خوبی ہو (شباب، رعنائی، دل ربائی، جاذب نظری، خمار آلود کشادہ آنکھیں، خوش اطوار، خوش گفتار، نسوانی جذبات سے بھرپور، اپنے شوہر کو دل و جان سے چاہنے والی، حسین و جمیل، من پسند محبوبہ) اَسْرَابًا، اَسْرَابَہ کی جمع ہے، ترب ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے شوہر کے ہم عمر ہو اور ہمیشہ اسی عمر پر باقی رہے۔ ادھیڑ یا بوڑھی نہ ہو۔

حدیث شریف میں اس طرح کی تعریف کی گئی ہے کہ ان سب کی عمریں (۲۲) سال ہونگی۔ (مسند احمد، ترمذی)

السُّوَالُ :- پھر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دنیا کی عورتیں افضل ہونگی یا جنت کی عورتیں؟

الجَوَابُ :- فَقَالَ بَلْ نِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْحُورِ الْعَيْنِ كَفْئِلِ الظَّهَارَةِ عَلَى الْبَطَانَةِ۔

ارشاد فرمایا دنیا کی جنتی عورتیں احوروں سے افضل ہوں گی جیسا کہ پوشاک کا اوپری کٹرا نیچے دلے کپڑے (ستر) سے بہتر ہوا کرتا ہے۔

السُّوَالُ :- میں نے عرض کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ حورانِ جنت سے افضل و بہتر ہونگی۔؟

الجَوَابُ :- فَقَالَ يَصْلَاهُنَّ وَصِيَامُهُنَّ وَعِبَادَتُهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى أَلَيْسَ اللَّهُ وَجُوهُهُنَّ النُّورَ وَاجْسَادُهُنَّ الْحَمِيرُ يَغْنُ الْأَلْوَانُ خَضَرُ الشَّيَابِ، صَفْرُ الْحُلِيِّ، مُجَامِرُهُنَّ الدُّنَا وَامْسَاطُهُنَّ الذَّهَبُ، يَقْلُنَّ۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوتُ، وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ
أَبَدًا۔ وَنَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا نَنْطَعُنُ أَبَدًا، وَنَحْنُ الرَّاغِبَاتُ
فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا طُوبَى لِمَنْ كُنَّا لَهُ وَكَانَ لَنَا۔

ارشاد فرمایا نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور اپنے رب کی عبادت کرنے کی وجہ
سے وہ جنت کی حوروں سے افضل ہو گئیں، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور کی پوشاک
پہنائے گا اور ان کے جسموں پر ریشم کا لباس ہوگا، رنگ خوبصورت، لباس
سبز رنگ کے، سونے چاندی کے زیور سے آراستہ، خوشبو اور عود جلانے کے برتن موتیوں
کے، ان کی کنگھیاں سونے کی ردہ اپنے جنتی شوہروں کو خوش کرنے کیلئے پُرکشش و
دل آویز آوازوں میں یہ نغمے پڑھ رہی ہوں گی۔

ترجمہ: ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی خواتین ہیں ہمیں موت نہ آئیگی
ہم نرم و گلد جسم والیاں ہیں کبھی خشک و سخت جسم نہ ہوں گے
ہم تمہارے محلات ہی میں مقیم رہیں گے کبھی سفر یا کوچ نہ کریں گے
ہم تمہارے ساتھ خوش و خرم رہیں گے کبھی ناراض و خفا نہ ہوں گے
وہ مبارک و خوش نصیب ہیں جن کیلئے ہم ہیں اور وہ ہمارے لئے ہیں
السُّؤال :- میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کے یکے بعد
دیگرے دو تین چار شوہر ہوں اور پھر جنت میں سب داخل ہو جائیں تو جنت
میں اس عورت کا شوہر کون ہوگا؟

الجواب :- فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِنَّهَا خَيْرُ فِتْحَاتٍ أَحْسَنُهُمْ
خُلُقًا فَنَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّ هَذَا كَانَ أَحْسَنَهُمْ مَعِيَ خُلُقًا
فِي الدَّارِ الدُّنْيَا فَزَوِّجْنِي بِهِ؟
يَا أُمَّ سَلَمَةَ ذَهَبَ حَسَنُ الْخُلُقِ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
(معجم الطبرانی)

ارشاد فرمایا اے ام سلمہؓ اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اپنے جس شوہر کو چاہے پسند کر لے، پھر وہ اسی شوہر کو پسند کر لے گی جو دنیا کی زندگی میں سب سے اچھے اخلاق والا تھا، اور اپنے رب سے درخواست کرے گی اے پروردگار میرا یہ شوہر دنیا کی زندگی میں میرے ساتھ نہایت عمدہ اخلاق سے پیش آیا کرتا تھا میرا نکاح اسی سے کر دیجئے (پھر اس کا نکاح اسی پسندیدہ شوہر سے جنت کے سارے لوازمات کے ساتھ کر دیا جائے گا۔)

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہؓ اچھے اخلاق دنیا و آخرت کی ہر بھلائی سے آگے ہو گئے۔

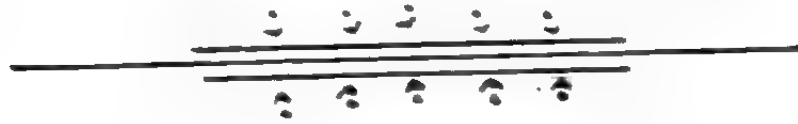
تشریح :- سیدہ ام سلمہؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ میں اس قسم کے سوالات بکثرت کیا کرتی تھیں، غالباً اس وجہ سے کہ اکثر خواتین ان سے پوچھا کرتی تھیں کیونکہ عرب کے قدیم دستور کے مطابق اکثر عورتوں کے یکے بعد دیگر دو دو، چار چار شوہر ہوا کرتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ایسی خواتین کو فطرۃً یہ سوال پیدا ہوا کرتا تھا، ویسے بھی بعض مسلمان عورتوں کے ایک کے بعد دو تین شوہر رہے ہیں، علاوہ ازیں خود سیدہ ام سلمہؓ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دو شوہر وفات پا چکے تھے۔ اس لئے بھی طبعی طور پر ایسے سوالات کو نیکی ضرورت پیش آتی ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب عالی کا یہ منشا تھا کہ نیک و جنتی عورتوں کو وہی سب کچھ ملے گا جو ان کی اپنی مرضی ہوگی وہ اپنے جنتی شوہر کے انتخاب میں خود مختار ہوں گی۔

قرآن حکیم میں جنت کے مرد اور عورتوں کو **أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ** (سورہ بقرہ آیت ۲۵) (پاکیزہ جوڑے) کہا گیا ہے، زوج کا لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ معنی جنت میں میاں بیوی کا یہ رشتہ پاکیزہ صفت

کے ساتھ ہے گا، اگر دنیا میں کوئی نیک مرد تھا اور اس کی بیوی نیک نہ تھی تو آخرت میں بیوی کا رشتہ کٹ جائے گا اور اس نیک مرد کو دوسری نیک بیوی دیدی جائیگی اس طرح اگر دنیا کی زندگی میں کوئی نیک عورت تھی اور اس کا شوہر بد کردار تھا تو آخرت میں ایسے بد مرد کو اس نیک بیوی سے دور کر دیا جائے گا اور پھر کسی نیک مرد سے اس نیک عورت کا رشتہ کر دیا جائے گا۔

اور اگر دنیا کی زندگی میں شوہر اور بیوی دونوں نیک تھے تو جنت میں انکا یہی دنیاوی رشتہ دائمی وابدی ہو جائے گا۔ دنیا کی یہ نیک بیوی جنت میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے جنت کی حوروں میں ممتاز اور مال شان حیثیت کی مالک بنیگی اس کی شان و عزت پر جنت کا حوریں بھی رشک کرتی رہیں گی۔



مذہب کا بقیہ

احیط اللہ عملہ و اخرج
نور الاسلام من قلبہ۔
اور اسلام کا نور اس کے دل
سے نکال دیتا ہے۔

فائدہ

اس مقام سے خیال کرو کہ خود بدعتی کا کیا حال ہوگا (بلیس بلیس مٹا)

مجلہ ۱۰ جمل مفتاحی

ہو لا ایلوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

قرآن حکیم جو ایک روشنی ہے

ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح ہے، اور پالیٹکس بھی اسی میں داخل ہے، افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی بھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا، ماحقدرو اللہ حق قدرے درندہ اپنی پولیٹیکل پالیسی کے لئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازہ پر جھکنا پڑتا، اور نہ بندوں کے اقتدار کرنے کی ضرورت پیش آتی، اسی سے سب کچھ سیکھئے، جسکی بدولت تمام دنیا کو آپ نے سب کچھ سکھایا تھا۔

اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا، اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کیلئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے کے مسائل بنیں، مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیاوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ زندگی کے لئے اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا، وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ خدا کا حلقہ درس ہے، جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق ایقین، نور و کتاب مبین، تبیاناً نکل شی، بصائر للناس، ہادی و اہدی الی السبیل،

باع اضراب و امثال، بلاغ للناس حادی بکروبر اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے، اکثر موقوفوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے، خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو یا سیاسی۔

قد جاءکم من اللہ نور
و کتاب مبین یہدی بہ اللہ
من اتباع رضوانہ سبل السلام
دیخرجہم من الظلمات الی
النور و یدہد یہم الی صراط
المستقیم۔

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے
روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب
آئی ہے، اللہ اسکے ذریعہ سلامتی کے رستوں
پر ہدایت کرتا ہے اسکی جو اسکی رضا جانتا ہے
اور اسکو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر
حزایت کی روشنی میں لاتا اور صراط المستقیم
پر چلاتا ہے۔

دنیا میں کون سی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم
الشان دعویٰ کئے ہوں، اس آیت میں صاف صاف بتلادیا ہے کہ قرآن مجید
روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہو سکتی ہیں
پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے طور پر بیان کر دینے والی ہے اور انسانی اعمال کی
کوئی شاخ ایسی نہیں جس کے لئے اس کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو۔

الوجود الرحمن غازی سیدی

دوسری قسط

انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر

خدا سے رشتہ قوی تر کرنے کا بندہ دل کیلئے ذکر و دعا سے بہتر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، بندہ خدا کو جتنا یاد کرے گا، جتنا مانگے گا اللہ کی رحمت اسی قدر بندہ پر متوجہ ہوگی، اور مصیبت و بلا کے ہا دل چھٹیں گے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم بات پیش آتی آپ سجدہ کا رخ کرتے اور اپنی پیشانی اللہ کے سامنے ٹیک دیتے اور خدا سے دعا کرتے اس سے مدد مانگتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ جب نوافل کی کثرت کرتا ہے اسکو اللہ کا قرب حاصل ہوتا رہتا ہے، اور نوافل کی پابندی اور کثرت کی وجہ سے ایک وقت آتا ہے کہ بندہ کی مرضی اللہ کی مرضی بن جاتی ہے یعنی جو بندہ چاہتا ہے اللہ اسکو پورا کرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام میں ہوتے اور جوں ہی کان میں اذان کی آواز پہنچتی بلا توقف کام چھوڑ چھاڑ نماز کی تیاری میں لگ جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز زندگی سے امت کو سبق دیا کہ بندہ اپنے مولا و آقا سے کبھی اور کسی بھی حالت میں بے نیاز نہیں ہے اور اگر کوئی بے نیاز بننا چاہے کبھی وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ کبھی کبھی رات کی رات آپ نوافل میں گزار دیتے، طول قیام کی وجہ سے پاؤں مبارک درم کر آتا، صحابہ کرام عرض کرتے آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت

کرتے ہیں، آپ تو معصوم و مغفور ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ہوتا، جب اللہ نے میرے اوپر کرم کی یہ بارش فرمائی ہے تو کیا میں اسکی شکر گروئی نہ کروں۔ حقیقت یہ ہے کہ ذکر و دعا مومن کا زبردست ہتھیار ہے، ایسا ہتھیار کہ وہ معنوی اور روحانی طور پر اتنا طاقتور ہو جاتا ہے کہ گردابِ بلا کی ہر موج اسکے سامنے پالے کے بلبلے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی اور زمانہ کی الٹ پھیر کے ایمان و یقین میں کوئی تزلزل پیدا نہیں کر پاتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر ہر موقع کی دعا بتلائی اور خدا کو یاد کرنے کے طریقہ سے آگاہ کیا تاکہ ہماری روح کو طاقتور غذا ملتی رہے اور ہمارے قلوب میں پہاڑوں سے بھی ٹکرانے کی سکت رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کیلئے تشریف لے جاتے تو اپنے سرورِ دگارِ کمانِ میٹھے بولوں سے یاد کرتے خدا کی قہاریت و جباریت کو سامنے رکھتے اور اسکے سامنے اپنی درماندگی و عجز و نارسائی کا اظہار یوں کرتے۔

اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے سپرد کر دیا ہے، اپنا سارا معاملہ

آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے، میں نے تجھی کو اپنا سہارا بنالیا ہے

اللہ ڈر تیرا ہی ہے اور ہر قسم کی خواہش تو ہی پوری کرنے والا ہے

تیرے سوا کوئی پناہ نہیں، تو نے جو کتاب نازل کی میں نے دل سے

اسے قبول کر لیا اور جس نبی کو تو نے بھیجے میں نے اسکو نبی مانا۔

ذرا ان کلمات میں غور کرو، کتنے بابرکت ہیں یہ کلمات، اللہ کے رسول اپنے مولیٰ کے سامنے اپنے کو کس انداز میں پیش کر رہا ہے، سوا پاجن و نیاز بن کر، سراپا فقر و احتیاج بن کر عبدیت کا ملہ کا نمونہ بن کر، خدا کو تمام قدرتوں کا سرچشمہ جان کر، اور تمام طاقتوں کا مرکز مان کر وہ سوتے وقت خدا کو اپنی جان سپرد کرتا ہے۔

بندہ مالیتِ نوم میں ہوش و حواس گم کئے رہتا ہے، دماغ کام نہیں کرتا۔

عقل کام نہیں کرتی، اعضاء معطل رہتے ہیں، گویا اس پر ایک موت سی طاری رہتی ہے، نیند کی حالت میں بندہ عاجز محض ہوتا ہے، اگر اس کی حفاظت نگراں نہ ہو تو کیا سے کیا ہو سکتا ہے، اس کا اس حال میں خدا کے سوا کون نگراں و محافظ ہے، پس اس نگراں اور محافظ کو بندہ سوتے وقت یاد کر لے اور تمام قدرتوں کا اسے سرچشمہ مان کر اپنی جان اس کے سپرد کر دے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تو آپ کی زبان مبارک اللہ کی حمد و ثنائیوں کرتی۔

تمام شکر گزری اس اللہ کی ہے جس نے ہم پر موت طاری کر کے پھر ہمیں جلا دیا، اور جانا اللہ کی طرف ہے۔

شکر بھی ہے اور فکر آخرت بھی، ابھی تو نیند سے جی اٹھے اسلئے کہ نیند اگرچہ ایک طرح کی موت ہی تھی مگر یہ وہ موت نہیں تھی جسکے بعد جی اٹھنا نہیں ہوتا مگر اس دن کی فکر سے آدمی غافل نہ رہے جب وہ موت آئے گی جسکے بعد اس دنیا میں جی اٹھنا نہیں ہوگا، اند جب اٹھنا ہوگا تو پھر خدا ہی کے سامنے اٹھ کر کے جانا ہوگا۔ ”والیہ اللشور“ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کو اسی دن کی یاد دلا رہے ہیں، جس دن حساب و کتاب کا ہوگا، بندہ کے جنت میں یا جہنم میں جانے کا دن ہوگا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ وہ شب میں اٹھتے وضو کرتے اور پھر اپنے رب کے سامنے ہاکھڑے ہوتے اور گیارہ رکعت یا اس سے کم و بیش نماز تہجد ادا کرتے اور اپنے رب سے سرگوشی میں لگ جاتے، ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرتے۔

”اے اللہ سب حمد و ثناء بس تیری ہی لئے ہے، آسمان و زمین تجھی سے

منور ہیں موجود دگا، عالم تو ہی ہر تعریف کا سزاوار ہے، تو ہی

آسمان و زمین کا تھانے والا ہے، الہ العالمین ہر طرح کی تعریف کا تو ہی مستحق ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ سچ ہے، جو انبیاء تھے وہ حق تھے، اور تیرا یہ بندہ محمد بھی حق پر ہے۔

۔ الہ العالمین میری تابعداری بس تیرے لئے ہے، میرا بھر دسہ تیرے ہی اوپر ہے میرا ایمان تیرے ہی اوپر ہے، اور تو ہی ہے کہ جس کی طرف میں جھکا ہوں، تجھی سے مخالفین پر طاقت چاہتا ہوں، اور تجھی کو اپنا حاکم و حکم بناتا ہوں۔

پروردگار عالم تو میری مغفرت فرما دے، اگلے پچھلے تمام گناہوں سے درگزر کر، چھپی کھلی تمام کوتاہیاں معاف فرما، تو ہی جس کو چاہے آگے کرے تو ہی جسے چاہے پیچھے کرے، تیرے سوا معبود اور مستحق عبادت کوئی نہیں۔

مسلمانو! خود کرو ان کلمات مبارکہ میں، ایک ایک لفظ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جدیت کا اظہار ہو رہا ہے، اللہ کے سامنے آپ سرایا بجز بے نظر آ رہے ہیں، اور یہ بھی دیکھو کہ ہمارے آقا اور مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پالنے والے پر کیا اعتماد کیا یقین اور کیسا بھروسہ ہے۔ انابت و مسکنت تو افغان انکساری کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمود تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے اپنی جدیت کا مکمل اظہار اسی بجز و انکسار سے فرماتے تھے۔

پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گزری، لمحہ بھر کیلئے بھی یاد خدا کی سے غافل نہ ہوتے، استغفار و سوال، تکبیر و تہلیل، تحمید و تقدیس کا مشاہدہ، آپ کی زندگی میں کرنے والے ہر وقت کرتے، حتیٰ کہ جب تقائے حاجت کیلئے بھی جلتے تو جاتے جاتے یہ کلمات آپ کی زبان پر ہوتے۔

۔ اے اللہ میں گندگیوں اور شیطانوں سے پناہ چاہتا ہوں،

اور جب فارغ ہو جاتے تو یوں لب کشا ہوتے۔

”اے اللہ اگر تیری یاد سے غفلت ہوئی تو معاف فرما“

نماز کے بعد آپ اللہ کے حضور یوں سر ایا عرض و طلب بن جاتے۔

معبود برحق تنہا اللہ ہی ہے، بادشاہت اور تعریف سب اسی کیلئے

ہے وہی تمام چیزوں پر قادر ہے۔

اور یہ کہتے کہتے ذات خداوندی گویا آپ کے سامنے متجلی ہو جاتی اور غائب ہوتی

بن جاتا اور پھر بے اختیار ہو کر آپ یوں مخاطب ہوتے۔

اے اللہ اگر تو دینے پر آئے تو پھر کوئی روکنے والا نہیں اور اگر تو نہ دینے

کا فیصلہ کر لے تو پھر کوئی دینے والا نہیں ہے، اگر تو نہ چاہے تو قسمت والوں کی

قسمت نہ کھل سکے۔

اور نماز کے بعد دعا و استغفار کا ایک انداز یہ بھی ہوتا۔

”بار الہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، بہت ظلم کیا، تیرے سوا کون ہے جو

جو گناہوں کو معاف کرے، پس تو معاف کر دے اور رحم فرما دے کہ

عفو و رحم کرنا، درگزر اور رحم کرنا تیرے سوا کسی اور کا کام نہیں۔

پریشانی اور رنج و غم کی حالت میں اپنے مولائے یوں دستگیری کے طالب ہوتے۔

کوئی معبود نہیں مگر اللہ ہی جو عرش عظیم کا مالک ہے، کوئی معبود

نہیں مگر اللہ ہی جو آسمان و زمین کا رب اور بزرگ و برتر عرش

کا مالک ہے۔

ذرا ان پاکیزہ و مبارک اور باادب اسلوب دعا پر غور کر دو، کہیں مصیبت کا تذکرہ

نہیں کسی رنج و غم کا ذکر نہیں، زبان پر صرف اور صرف اللہ کی بڑائی اور اسکی

ربوبیت کا ذکر ہے مگر اللہ کی اس بڑائی کے ذکر میں اپنے رنج و غم اور کرب

والم کی ساری داستان سمودی گئی ہے، شرم و حیا دامنگیر ہے کہ اللہ کے سامنے

زبان شکوہ کھولی جائے ، اور نام لے کر اپنی مصیبت و پریشانی کے گنوانے کی ضرورت بھی کیلئے کہ جانتے والے پر بندوں کے سارے احوال عیاں ہیں وہ ہمارے احوال کا اتنا واقف کار ہے جتنی واقفیت ہمیں بھی اپنے احوال کی نہیں ہے پس اس کے سامنے صرف اس کی بڑائی بیان کرو ، اس کی عظمت و جلال کا اعتراف کرو وہ تمہارے دکھ درد کو جان رہا ہے ، اور وہ اس کا مداوا کرے گا ، آقا و مالک کے عظمت و جلال بڑائی و کبریائی کا درد سارے غموں کا علاج ہے ، ہر دکھ کا چین ہے ، ہر مرض کی دوا ہے۔

دو ماہی سالہ مرم کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنیں اور بنائیں

حضرت امیل الہند مولانا سعد محمدی صدر جمعیت علماء ہند کے اپیل

کی ضرورت ہے ، ہمارا اپیل ہے کہ دو ماہی سالہ مرم کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنیں اور بنائیں۔ دینی اداروں اور تعلیم گاہوں کے اساتذہ و ذمہ دار حضرات رسالہ کا زیادہ سے زیادہ اشاعت میں ہر ممکن تعاون و توفیق کی ایک ضرورت ہے۔

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور، یوپی سے ”مزم زم“ کے نام سے ایک رسالہ مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی ادارت میں جاری ہوا ہے، رسالہ مسلک حق و اعتدال کا ترجمان اور فروعی مسائل میں سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے طریق اجتہاد و تفہیم کا حامی و داعی ہے، پہلا شمارہ دیکھنے والے اس کے اچھے مستقبل کی امید ہے، ایسے جرمے رسالے کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا میں چاہتا ہوں

رسالہ کا ذر سالانہ ساٹھ روپے ہے

نور الدین نور اللہ اعظمی

قرأت خلف الامام کے بارے میں غیر مقلدوں کے استدلالات پر ایک منظر

سال گذشتہ مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری نے المآثر میں ایک ایک مضمون قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا تھا^(۱)۔ بیش صفحہ کا وہ مضمون حافظ ابن تیمیہ اور بعض دوسرے سلفی علماء خاص طور پر شیخ ابوبانی کی تحقیق کی روشنی میں لکھا گیا تھا، اور ان علماء کی تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ غیر مقلدین حضرت کا قرأت فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں جو مذہب ہے وہ شاذ اور جمہور کے خلاف مذہب ہے اور دکھلایا گیا تھا کہ بعض وہ احادیث جن کو غیر مقلدین علماء اس لئے صحیح سمجھتے ہیں کہ ان سے مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دینے کا جو عام غیر مقلدوں کا مذہب ہے وہ ابطال ہوتا ہے، ان احادیث کو ابن تیمیہ اور شیخ ابوبانی وغیرہ صحیح سمجھتے ہیں۔

مولانا غازی پوری کا وہ مضمون اتنا طاقتور اور دلائل اور اپنے نیچے انداز بیان کے اعتبار سے اتنا قاصر تھا کہ دنیا نے غیر مقلدیت میں اتنا پھل پھل چک گئی۔ جامعہ سلفیہ کے ایک صاحب مولانا اصغر علی ابن امام مہدی نے مولانا غازی پوری کے اس بیس صفحہ والے مضمون کا بڑے دلولہ سے جواب لکھنے کیلئے قلم اٹھایا اور تقریباً سوا سو صفحات سے زیادہ لکھا اور دس قسطوں میں ان کا مضمون شائع ہوا، مگر ساتویں قسط آنے کے بعد ہی اہل علم کو احساس ہو گیا تھا کہ اب مولانا سے لکھا نہیں جا رہا ہے محض شرم مٹانے کیلئے زبردستی

(۱) مولانا غازی پوری کی مشہور دہائیے مضمون پر بے انتہا کامیاب کتاب رسائل غیر مقلدین کتاب سنت اور مذہب جمہور کے تفسیر کے آخر میں یہ مضمون بھی شائع کر دیا گیا ہے۔

مکھ رہے ہیں اور ان کے قلم کی جان اب نکلنے ہی والی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی
مضمون پڑا بھی نہیں ہوا تھا کہ ان کے قلم کو حالت اعتقار (یعنی جانکشی کی حالت) پیش
آگئی اور اس نے دو تین قسطوں کے بعد جان توڑ دیا۔ مضمون ادھورا رہ گیا۔ فیا ستر۔
اس کے بعد محمد عبدالسلام سلفی نامی کوئی صاحب اسی جامعہ کے فارغ و استاد
نے مولانا ابن امام مہدی کے ادھورے کام کی تکمیل کیلئے قلم اٹھایا مگر دو قسط کے بعد
غالباً خود ذمہ داران جامعہ نے ان کو روک دیا کہ صاحبزادے ابھی تم اس میدان
کے آدمی نہیں ہو کہ مولانا غازی پوری جیسے کہنہ مشق سے اپنا سڑکراؤ۔ جاؤ اپنے
غلطی کلاس میں اور بچوں کو ماضی مطلق آمد، راضی قریب آمدہ است والی گردانیں
یا کراؤ کئی روز سے انکو یہ دردوں گردانیں یاد نہیں ہو رہی ہیں، غرض صاحبزادہ عبدالسلام
سلمہ کا بھی مضمون ناتمام ہی رہا۔

حسرت ان فینچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھ گئے

مولانا منیر ابن امام مہدی کے ناتمام و ناقص مضمون کے بارے میں اسکے قارئین
نے خود فیصلہ کیا ہو گا کہ جتنا بھی مولانا ابن امام مہدی نے نکھانہ وہ مدلل ہے اور نہ اس
سے فاتحہ خلف کے بارے میں ان کے مذہب و عقیدہ کو کوئی تقویت ملی بلکہ نقصان ہی ہوا
اور آج میں اپنے اس مضمون میں یہی زمرم کے ناظرین کو بھی بتلانے جا رہا ہوں کہ
مولانا ابن امام نے یہ مضمون لکھ کر اپنے مذہب و عقیدہ کو زبردست نقصان پہونچایا ہے
اور غالباً ذمہ داران جامعہ سلفیہ بنارس اور خود مولانا ابن امام کو بھی اس کا احساس ہو گیا
تھا۔ جیسی آخری دو تین قسطوں میں ان کے قلم کی روانی رک چکی تھی اور جامعہ والوں نے
بھی مناسب یہی جانا کہ مولانا موصوف کو مزید کچھ لکھنے سے روک دیا جائے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس مضمون سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ زمرم کے
قارئین کو یہ بتاؤں کہ مولانا ابن امام مہدی کا وہ مضمون خود ان کے مذہب و عقیدہ کو
نقصان پہونچانے والا ثابت ہوا ہے، قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مولانا

غازی پوری کا اداثریں شائع شدہ مضمون قوت استدلال اور زور بیان کے لحاظ سے ایک منفرد مضمون ہے اس کے بعد اس موضوع پر سر دست مجھے لکھنے کی قدرت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

پہلے آپ یہ معلوم کر لیں کہ غیر مقلدین کے مشاہیر علماء نیز ان کے عوام کی اکثریت کا قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مذہب یہ ہے کہ، مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا چہرے دوسری نمازوں میں فرض ہے ^(۱) اس کے چھوڑنے سے مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے، جامعہ سلفیہ کے استاذ مولانا اصغر بن امام مہدی کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری بات غیر مقلدین کے عقیدہ کے سلسلہ کی یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل قابل حجت و دلائل استدلال نہیں ^(۲) ان دونوں باتوں کو ذہن میں ناظرین رکھیں تاکہ میری آئندہ کی گفتگو سمجھنے میں کسی طرح کی کوئی دقت یا الجھن نہ پیش آئے۔

میں یہاں اپنے مضمون کو مختصر کرنے کیلئے مولانا نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ کی جو بہت سی احادیث پیش کی ہیں ان میں سے ان احادیث کو لیتا ہوں جن کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ مولانا نے ان احادیث کو بلا سمجھے جو جیسے نقل کیا ہے اور ان کو نقل کرنے سے مذہب غیر مقلدین کو قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں فائدہ کم نقصان زیادہ پہنچا ہے۔

(۱) مولانا ابن امام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے

(۱) دیکھیے تحفۃ الاوذی مولانا مبارکپوری میں اس کی پوری بحث۔

(۲) نواب مدنی حسن خاں صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ وقول الصحابی لا تقوم بہ حجة، (الروضة النذیہ ص ۱۲۱) بھی صحابی کا قول قابل حجت نہیں ہوتا ہے۔

۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایسی نماز پڑھے کہ اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی وہ نماز ناقص ہے۔ پوری نہیں ہے پس راوی نے کہا کہ کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔

ناظرین یہ خود مولانا کا ترجمہ ہے، آپ اس حدیث میں غور کریں گے تو پہلی بات یہ معلوم ہوگی کہ صحابہ کرام میں عام طور پر مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا رواج نہیں تھا نہ اس کو کوئی فرض یا واجب جانتا تھا، اس لئے کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان لئے اس حدیث کے سننے والے حضرت ابوالسائب فرماتے ہیں کہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں ... یعنی امام کے پیچھے مقتدیں میں تو سورہ فاتحہ پڑھنے کا معمول نہیں ہے اس وقت میں کیا کروں، اس پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ تم سورہ فاتحہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔

جس کو خدا بھی عقل ہوگی تو اس سوال و جواب سے خود اندازہ کر لے گا کہ تابعین جو صحابہ کرام کے مقتدی ہوتے تھے ان میں مقتدی کو سورہ فاتحہ یا اور کچھ پڑھنے کا رواج نہیں تھا نہ اس سوال و جواب کی فوجت ہی نہ آئی، اور ظاہر بات ہے کہ تابعین کا غالب معمول وہی ہوا کرتا تھا جو صحابہ کرام کا عمل تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مقتدی کا کچھ پڑھنا عام طور پر شائع و ذائع نہیں تھا۔

دوسری بات جو غور کرنے کی ہے وہ یہ کہ آنحضور کا صرف اتنا ارشاد تھا۔ من حملی مصلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج معنی جس نے کوئی نماز ایسی پڑھی جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، اس میں مقتدی کا بطور خاص کوئی حکم مذکور نہیں ہے اگر اس میں مقتدی بھی شامل ہوتا تو حضرت ابوالسائب جیسے جلیل القدر تابعی کو آنحضور کا یہ ارشاد سن کر مقتدی کا الگ سے مسئلہ معلوم کرنے کی مزید ترپٹی، مقتدی کا مسئلہ تو حضرت ابو ہریرہ بیان فرما رہے ہیں اور غیر مقتدین

کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کے قول و فعل سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ہے، اسلئے ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا خود ان کے عقیدہ کے خلاف بات ہے، ہاں اگر غیر مقلدین شیعوں والے اپنے اس عقیدہ سے توبہ کر لیں تو کچھ بات بن سکتی ہے۔ پھر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس نماز کو ناقص فرما رہے ہیں جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور غیر مقلدین اس نماز کو باطل قرار دیتے ہیں، حالانکہ ناقص اور باطل دونوں کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے ناقص چیز کا باطل ہونا مزوری نہیں ہے، نمازیں شروع خضوع کا حکم قرآن سے ثابت ہے و تو مو اللہ تائین مگر سب کا اتفاق ہے کہ بلا شروع والی نماز اگرچہ ناقص ہوگی مگر باطل نہیں ہوگی۔ بہر حال اس حدیث سے امام ہی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی ہے مقتدی کی بات تو بہت در کی ہے۔

پھر مولانا خود ہی حضرت ابو ہریرہ کے ان الفاظ کا "اقترابہا فی نفسک" کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کو اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔ کیا جی میں پڑھنا اور سر پر ٹھنڈا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ میں نے زید کو آہستہ سے پکارا، میں نے زید کو اپنے جی میں پکارا، میں نے آہستہ سے دعا کی میں نے اپنے جی میں دعا کی کیا ان سب باتوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ آخر غیر مقلدین حضرات نے حضرت ابو ہریرہ کے اس کلام سے اپنے "قرأت فاتحہ خلف الامام" سرا۔ مذہب پر استدلال کس تک سے کیا ہے۔

اس حدیث کے سلسلہ کی یہ چند باتیں ہیں، اسوہ دست انہیں کو ناظرین کے غور کیلئے پیش کیا جاتا ہے، ان پر غور کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ قطع نظر اس روایت کی سند پر کلام کے یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب عقیدہ کیلئے مفید نہیں بلکہ بہت ہی مضر ہے مگر ابن اہم مہدی صاحب اس حدیث سے اپنا مذہب قرأت فاتحہ خلف الامام ثابت کر رہے ہیں۔

تو نے تو یہ چاہا تھا کہ یہ جائے اس کا گھر
لے آپڑی کبھی پہ سے، اے چشم اشکبار

(۲) موصوف ابن امام مہدی نے دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی جو پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

امری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انا دی ان لا صلوة الا
بقراءة فاتحة الكتاب۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں میں پکار پکار کر یہ اعلان
کروں کہ بلا سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔

یہ ترجمہ مولانا موصوف کا ہے، اس روایت سے بھی ابن امام مہدی صاحب کے مذہب
کو کچھ تقویت نہیں ملتی نہ یہ روایت غیر مقلدین کے مذہب کے عین مطابق ہے، وہاں اس کی
یہ ہے کہ اس میں مقتدی کا ذکر ہی نہیں، احناف کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے
اور امام عمدہ فاتحہ پڑھ لے تو اب مقتدی کو الگ سے فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے،
اسلئے کہ امام اور مقتدی کی نماز الگ نہیں ہے ایک ہی نماز ہے، اور یہ وہ نماز ہے کہ
اس میں سورہ فاتحہ پڑھ لی گئی ہے، اس بنا پر یہ حدیث احناف کے مذہب کی تو صریح دلیل
ہے مگر غیر مقلدین کا مذہب اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ حدیث بھی سامنے رکھئے اور انکی یہ حدیث بھی۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام
ليؤتم به فاذا اكبر فكبوا واذا قرأ فانصتوا۔ (رواه احمد

والبداد والنسائي وابن ماجه)

یعنی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ امام کو اسلئے مقرر
کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ بکیر کہے تو تم بھی بکیر
اور جب وہ قرأت شروع کرے تو تم خاموش رہو۔

اس ارشاد رسولؐ اور فرمان نبویؐ کی روشنی میں اوپر والی حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث
کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں مقتدی کا حکم نہیں بیان کیا جا رہا ہے، بلکہ صرف

امام اور منفرد کا حکم اس میں بیان کیا گیا ہے، ورنہ دونوں حدیثوں میں جنکے راوی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں ٹکراؤ اور تضاد ہوگا۔ نیز دوسری حدیث چونکہ کتاب اللہ کے حکم واذ اقروا القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے عین مطابق ہے اس وجہ سے اس دوسری حدیث ہی کی روشنی میں پہلی حدیث کے مفہوم کا بھی تعین ضروری ہے تاکہ قرآن کا اور ان دونوں حدیثوں کا حکم یکساں رہے، اور ان میں تخالف و تضاد واقع نہ ہو۔

ابن امام مہدی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ جو حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کیسے کی جائیگی جہر یا سہرا، یعنی اس میں مطلق قرأت کا ذکر ہے، پس اس حدیث کی روشنی میں اگر مقتدی خود سے تلاوت فاتحہ کرے تو اس حدیث رسول کی اتباع سے وہ باہر نہیں ہوگا، مگر غیر مقلدین کے مذہب سے باہر ہو جانے کا اسلئے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی کو سہرا ہی سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہئے، یعنی ابن امام مہدی صاحب اپنے مذہب کی حمایت میں وہ حدیث پیش کر رہے ہیں کہ اگر اسکے ظاہر پر کوئی عمل کرے تو اس کو وہ حامل بالحدیث نہیں کہیں گے اور اپنے مذہب سے نکال دیں گے، اور وہ اس کو مجبور کریں گے کہ جیسا ہم لوگوں نے مذہب بنایا ہے ویسے عمل کرو ورنہ گیٹ آؤٹ ہو جاؤ، غرض یہ حدیث بھی غیر مقلدین کے مذہب کیلئے منظر ہی ہے، مفید نہیں، مولانا موصوف نے بلا سمجھے بوجھے اس حدیث کو اپنے مذہب کی دلیل سمجھ لیا ہے۔

(۳) تیسری حدیث مولانا موصوف نے جو ذکر کی ہے وہ بھی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور اس کا مفہوم اور جو حضرت ابو ہریرہ کی پہلی حدیث ہے اس کا مفہوم تقریباً یکساں ہے، اسلئے اس تیسری حدیث کے سلسلہ میں ہماری وہی گذارشات ہیں جو پہلی حدیث کے سلسلہ میں ہم نے تحریر کیں، ناظرین اس پر ایک نظر کر لیں۔

(۴) جو کھئی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ پیش کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز سے

فارغ ہوئے تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنی نمازیں پڑھتے ہو جبکہ امام پڑھتا ہے؟ صحابہ چپ رہے آپ نے اس بات کو تین مرتبہ فرمایا تو ایک شخص نے یا کسی حضرات نے کہا کہ بیشک ہم لوگ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھو۔

مولانا ابن امام مہدی صاحب نے حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہی نقل کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ جس کا موقف مضبوط ہو تلہ ہے وہ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ وہ کرتا ہے جس سے اس کی ثقاہت و امانت پر کوئی حرف نہ اُٹے، اگر کسی نے حدیث کے مراد و مفہوم کے خلاف غلط ترجمہ کر کے کوئی بات ثابت کرنے کی کوشش کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنے موقف کی کمزوری کا احساس ہے، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین کے علاوہ احادیث کے سلسلہ میں بڑے جوی واقع ہوئے ہیں اور عوام کی نادانیت سے خوب نام نہان اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، عربی عبارتوں کو اپنے من کے مطابق ڈھلنے میں خاص انکو مہارت حاصل ہے، مولانا ابن مہدی موصوف نے بھی یہی کارنامہ اس حدیث کے ترجمہ میں انجام دیا ہے، اس حدیث کا آخری ٹکڑا ہے۔

فلا تفعلوا، لیقرأ احدکم بفاتحة الكتاب في نفسه
موصوف نے اس کا ترجمہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھو، حالانکہ شروع میں اسی قرآن فی النفس کا ترجمہ کیا ہے۔۔۔ جی میں پڑھو، اس جی میں پڑھنے کو انہوں نے یہاں آہستہ پڑھنا بنا دیا ہے، حدیث کے سلسلہ میں اس قسم کی دھاندلی کے بعد بھی یہ حضرات الحمد للہ ہونے کا جب دعویٰ کرتے ہیں تو بڑی ہنسی آتی ہے۔

دوسری خیانت موصوف کی اسی ٹکڑے کے ترجمہ کی یہ ہے کہ انہوں نے ولیعاً احدکم بفاتحة الكتاب کا ترجمہ کیا ہے، سورہ فاتحہ آہستہ پڑھو، یعنی غائب

کے صیغہ کا ترجمہ حاضر کے صیغہ سے کیا ہے۔ حدیث میں جب صیغہ غائب استعمال ہوا ہے تو ترجمہ میں حاضر کا صیغہ استعمال کرنا بددیانتی نہیں ہے تو کیا ہے، مولانا موصوف اگر یہ کارستانی ذکر کرتے اور بددیانتی کی بوٹ نہ بھاہجئے تو موصوف کیلئے بہت مشکل تھا کہ وہ اس حدیث سے اپنے کمزور و شاذ موقف پر استدلال کرتے، اس حدیث کے ٹکڑے کا صحیح ترجمہ یہ ہے آپ نے فرمایا کہ

”تم میں سے کوئی اپنے جی میں فاتحہ پڑھ لے۔“

کیا حدیث کے اس صحیح ترجمہ کے بعد غیر مقلدین کے بس کی بات ہے کہ وہ اس سے اپنے کمزور موقف پر استدلال کریں، اس حدیث کی مراد اور اس کا مفہوم تو بالکل غیر مقلدین کے مذہب سے الگ ہے، اسکی تفصیل قدرنے کئے دیتا ہوں۔

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے آنحضورؐ کے پیچھے قرآن پڑھا تھا، کیا پڑھا تھا سو وہ فاتحہ یا اور کچھ بہر حال آپ کو ان کا یہ پڑھنا پسند نہ آیا، اور ان کا یہ پڑھنا آنحضورؐ کے حکم سے نہیں تھا۔

(۲) آپ نے انکو عام قرآن کی قرأت سے منع کر دیا۔

(۳) سورہ فاتحہ کی صرف اجازت مرحمت فرمائی اس کو واجب یا فرض نہیں قرار دیا، کسی بات کو عمومی طور پر منع کرنے بعد اسکے کسی خاص فرد کو کسی کے لئے نہایت کرنے کا مفہوم یہی ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ نفی کے بعد اثبات کا مطلب ہوتا ہے کہ ثابت امر کا حکم واجب اور فرض کا نہیں صرف جواز و اباحت کا ہوتا ہے، جب یہ کہا جاتا ہے کہ

”کسی کو کچھ نہیں کھانا ہے ہاں کوئی انگور کھالے۔“

تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ انگور کھانا مباح ہے اس پر پابندی نہیں ہے اس طرح کے جملوں سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ انگور کھانا واجب اور فرض ہو گیا ہے۔ آنحضورؐ کے ارشاد کا حاصل بھی یہی ہے کہ تم لوگوں کو قرأت امام کے پیچھے نہیں کرنی چاہئے سو فاتحہ

اگر کوئی ایک پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضورؐ کے اس ارشاد میں اور غیر مقلدین کے مذہب جو تمام مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار دینے کا ہے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے زیادہ سے زیادہ فاتحہ کا مقتدی کیلئے جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس جواز کو فرقہ اور واجب قرار دے دینا یہ غیر مقلدین ہی کا کام ہے، بہر حال یہ حدیث بھی کسی طرح غیر مقلدین کیلئے مفید مطلب نہیں ہے۔

(۴) چوتھی بات اس حدیث میں یہ قابل غور ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب تو یہ ہے کہ تمام مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اور اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں میں سے کسی ایک کو فاتحہ کا پڑھ لینا مباح ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد یہ ہے۔

فليقرأ أحدكم بغائمة الكتاب في نفسه۔
یعنی تم مقتدیوں میں سے کوئی ایک سورہ فاتحہ اپنے ہی میں پڑھ لے، کوئی ایک کا مطلب سب نہیں ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے فليؤم أحدكم تم میں کا کوئی ایک امامت کرے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے مخاطب کو امام بن جانے کا امر فرمایا جلد ہا ہے۔ جب استاد شاگردوں سے کہتا ہے کہ تم میں کا کوئی ایک کھڑا ہو، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ استاد تمام شاگردوں سے کھڑے ہونے کو کہہ رہا ہے، اس قسم کا جملہ تو ہماری عام بول چال میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ اسلئے آنحضورؐ کے اس ارشاد کا زیادہ سے زیادہ حاصل یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی ایک سورہ فاتحہ اپنے ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ بوقت واحد ایک امام کے پیچھے سب کا پڑھنا یہ ممنوع اور ناگواری کا باعث ضرور ہوگا۔ جیسا کہ استاد کہ اس کہنے پر کہ تم میں کا کوئی ایک کھڑا ہو سب شاگرد کھڑے ہو جائیں تو استاد کو شاگردوں کی یہ حرکت ناگوار ہوگی۔
جب حدیث کا مطلب و مفہوم حدیث کے الفاظ و کلمات کی روشنی میں یہ ہے تو

غیر مقلدین کا بلا سمجھے بوجھے اس کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا جبکہ اس حدیث سے ان کے مذہب کا رد و ابطال ہوتا ہے کیا قابل مضحکہ بات نہیں ہے؟ غیر مقلدین اہل علم کے عقل و علم کا افلاس ایسے ہی موقعوں پر قابل دیدنی ہوتا ہے، اب تک کی اس حدیث پر میری گفتگو صرف الفاظ حدیث کے پیش نظر تھی اور میں نے سند کی بحث سے قطع نظر کیلئے۔ ورنہ سند کے لحاظ سے بھی یہ حدیث صحیح نہیں ہے مگر سردست اس حدیث کے بارے میں اس سے زیادہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

(۵) مولانا ابن لام مہدی موصوف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بھی نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر عوام بن حمزہ کے سند میں آجانے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے غیر مقلدین حضرات استدلال کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں مگر سند کی اس بحث کو سردست ہم چھوڑ کر نفس اثر پر جب نگاہ کرتے ہیں تو حضرت انس کا یہ اثر بھی غیر مقلدین حضرات کیلئے مضرب معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات تو وہی ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ میں صحابہ کا قول و فعل قابل حجت نہیں، اسلئے غیر مقلدین پہلے اپنے اس شیعہ عقیدہ سے توبہ کریں پھر حضرت انس کے اس اثر سے استدلال کریں ورنہ حضرت انس کا یہ اثر انکو کیا فائدہ دے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس اثر میں امام کے پیچھے صرف پڑھنے کا ذکر ہے، کیا پڑھا جائے اس کا ذکر نہیں ہے تو اس سے سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر استدلال کیسے درست ہوگا تیسرے یہ کہ اس میں نہ سُر کا ذکر ہے اور نہ جہر کا، بہر حال اگر کوئی اس اثر کی روایت میں امام کے پیچھے جہر قرآن کی کوئی سورہ پڑھے تو اس اثر کے خلاف نہیں ہوگا ہاں غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا، تو اس کو غیر مقلدین حضرات کا اپنی دلیل قرار دینا

بجوبہ نہیں تو اود کیلے ہے۔

چوتھی بات جو ان تمام باتوں سے اہم ہے وہ اس اثر کے نقل کرنے میں ابن امام مہدی موصوف کی بددیا نکتی ہے، انھوں نے پورا اثر نقل نہیں کیا، ناظرین حضرت ثابت کی سند سے پورا اثر یہ ہے، حضرت ثابت فرماتے ہیں،
حضرت انس ہمیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم دیا کرتے اور میں حضرت انس کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا اور وہ سورہ فاتحہ اور مفصل میں سے کوئی سورت بھی ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اس پوری بات سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت انس جب مقتدی ہوتے تھے تو صرف سورہ فاتحہ نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ اور وہ بھی مفسلات میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اس طرح سے پڑھا کرتے تھے کہ بغل والا سن بھی لیا کرتا تھا، جبکہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا اور سنا پڑھے گا۔ چونکہ اخیر کی یہ بات غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف تھی اسلئے ابن امام مہدی موصوف نے اس کو ازراہ دیا نفع حذف کر دینا ہی مناسب سمجھا، احادیث اور آثار کے ساتھ جن کا یہ سلوک ہو وہ اپنے کو اہل حدیث کہے اور کہلوانے کا شوق رکھے جائے شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

بہر حال اس اثر سے غیر مقلدین کے مذہب کا رد و ابطال ہوتا ہے نہ کہ اثبات مگر ابن امام مہدی موصوف کو یہی غلط فہمی ہے کہ اس اثر سے ان کا شاذ مذہب ثابت ہوتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

(۶) ابن امام مہدی موصوف نے جیسی روایت یہ پیش کی ہے۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگ میرے پیچھے پڑھتے ہو لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگ

جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا: پڑھو مگر سورہ فاتحہ ،

اس حدیث سے بھی غیر مقلدین کا قرأت فاتحہ کے بارے میں جو فرض و وجوب کا مذہب ہے نہیں ثابت ہوتا ہے ، بتلایا جا چکا ہے کہ لغوی کے بعد اثبات سے صریحاً ابا حاتم ثابت ہوئی ہے کسی چیز کی فرضیت اور اس کا واجب ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے ۔ نیز اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ جلدی جلدی پڑھنے کا حکم فرمایا ہے (۱) حالانکہ قرآن کا حکم ہے ۔ درست القرآن ترتیباً ۔ یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے ، اور جو حدیث قرآن کے خلاف حکم بیان کرے محدثین کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتی ہے ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں نے زور سے پڑھا تھا اور ان کی یہ آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پڑی آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو یعنی زور سے اور جلدی جلدی تمہاری قرأت صرف سورہ فاتحہ کی ہونی چاہئے ، حالانکہ غیر مقلدین فاتحہ زور سے پڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں اسلئے یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے بہر حال یہ حدیث سورہ فاتحہ سزا پڑھنے کی دلیل نہیں ہو سکتی البتہ اگر کوئی چاہے تو جہر سورہ فاتحہ پڑھنے پر اس سے استدلال کر سکتا ہے ۔

یہ حدیث امام بخاری نے جزر الفاتحہ میں ذکر کی ہے ، اس کتاب میں امام بخاری نے ضعیف روایتوں کو بھی ذکر کیا ہے ۔ غالباً ان کا مذہب بھی امام ابو حنیفہؒ

(۱) اہل علم کیلئے یہ بات واضح ہے اسلئے کہ صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ ہم جلدی جلدی قرآن پڑھتے ہیں ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلدی جلدی پڑھنے سے منع نہ کرنا بلکہ یہ کہنا کہ سورہ فاتحہ پڑھو ، تو گویا صحابہ کرام نے جس کیفیت کے ساتھ پڑھنے کا تذکرہ کیا تھا اس کیفیت کے ساتھ سب چیزوں کو منع کر کے صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپ نے فرمایا ۔

کی متابعت میں یہ ہے کہ ضعیف احادیث سے بھی احکام شرعیہ کا استنباط ہو سکتا ہے، جب کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ضعیف احادیث سے استدلال کرنا اور انکو حجت بنانا جائز نہیں ہے، امام بخاری کی یہ حدیث بھی سنداً ضعیف ہے، اسلئے غیر مقلدین کو اس حدیث سے استدلال کرنا گناہ کا کام ہو گا، ان کو تو صرف صحیح حدیث سے حجت بیکڑنی پناہئے۔

(بقیہ آئندہ)

قرآن فہمی کی اولین شرط

یہاں پہلی شرط اتقا اور تزکیہ قلب ہے۔ جو دل زاد تقویٰ سے محروم اور ہوائے نفسانی و آلائش دنیا پرستی میں گرفتار ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلی نگاہ نہیں بن سکتا، علم و فضل اس کے لئے بالکل بیکار ہے اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پوچھتا

ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب

اینہا ہمہ آرائش افسانہ عشق است

ابوالکلام آزادؒ

خمار سلفیت

غیر مقلدین کا زبردست فرائڈ

بیٹا ، ابا جی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ، دھوکا دینا تو گناہ ہے ابا جی ؟

باپ - جی بیٹا بہت بڑا گناہ ہے، قطعاً حرام ہے، یہ منافق لوگوں کا کام ہے،

بیٹا - تو ابا جی، ہمارے علماء دھوکا کیوں دیتے ہیں ؟

باپ - نہیں بیٹا، ایسا تو نہیں ہے، ہماری سلفی جماعت تو اہل تقویٰ اور پارسا

لوگوں کی جماعت ہے وہ منافقوں والا کام نہیں کرتی ہے۔

بیٹا - منافقوں والا کام اب ہماری جماعت کرنے لگی ہے ابا جی - دیکھئے یہ کتاب

قرۃ العینین ہے جو ہمارے سلفی عالم مولانا نور حسین گرجا کھی کی ہے، اس میں

بہت بڑا دھوکا بلکہ بہت بڑا فرائڈ مولانا نے کیا ہے۔

اس کتاب میں مولانا فرماتے ہیں -

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا، اور اس کے ثبوت میں

یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع

یدیه اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للکوع واذا رفع راسه من

الکوع فما زالت تلك صلوۃ حتى لقی اللہ -

جوسلہ مقنون یہ نہیں بیٹا، کے عنوان سے شروع کیا گیا تھا، اب اس کا عنوان بدل دیا گیا ہے۔

باپ۔ اس میں دھوکا کا کیا بات ہے بیٹا، ہم لوگوں کا تو یہی کہنا ہے، یہ حدیث ہمارے مذہب کی صریح دلیل ہے۔

بیٹا۔ ابا جان اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں۔

یہ سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث ہے جس کو چھپا لیں انہی نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے، امام مالک تو تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں، اور وہ اس کو شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو ائمہ حدیث کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم حضرت عبد اللہ بن عمر جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم بڑے درجہ والے جو کاف میں رفع سے حدیث نقل کر رہے ہیں، ص ۹۔

باپ۔ بیٹا مجھے ابھی تک تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی، آخر اس میں دھوکا کیا ہے؟
بیٹا۔ اباجی اس حدیث کی جو سند ہمارے سلفی مولانا صاحب ذکر کر کے ایک ایک راوی کی بڑی تعریف کر رہے ہیں، اس حدیث کی یہ سند ہی نہیں ہے، بخاری و مسلم والی یہ سند ہمارے مولانا صاحب اس جعلی اور من گھڑت حدیث میں فٹ کر کے اس حدیث کو صحیح بنانا چاہتے ہیں اور بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے، جبکہ ان کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہی نہیں۔

باپ۔ تو کیا اس حدیث کی یہ سند نہیں ہے؟

بیٹا۔ بالکل نہیں اباجی، اس حدیث کی سند تو یہ ہے۔

عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن محمد بن نصر
عن عبد الرحمن بن قریش بن خنیمہ الہروی عن
عبد اللہ بن احمد الداجی عن الحسن بن عبد اللہ بن
حمد بن الرقی ثنا عصمة بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ

بن عقیبہ عن نافع عن ابن حمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الخ (نصب الراية ص ۴۱۱)

دیکھئے اس سند میں نہ امام مالک کا ذکر ہے، نہ امام زہری کا نہ سالم بن عبد اللہ کا، اس کی اصل سند یہی ہے جو میں نے نصب الراية سے ذکر کی ہے، مگر ہمارے سلفی مولانا صاحب نے اس حدیث میں بخاری و مسلم والی سند فٹ کر دی ہے، یہ کتاب بڑا فراڈ اور دھوکا ہے، اباجی، کیا حدیث رسول کے ساتھ اس طرح کا فراڈ بے ایمانی اور بے دینی نہیں ہے ؟

باب ۔۔ میٹا ہمارے مولانا صاحب نے اگرچہ بہت برا کام کیا ہے مگر بہر حال ایک صحیح حدیث تو رفع یدین کی ذکر کر دی، یہ ہمارے خوش ہونے کیلئے کیا کام ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک دفع یدین کرتے تھے، یہ تو بہت اونچی تحقیق ہے۔

میٹا ۔ مگر اباجی یہ حدیث تو بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، اس کی اصل سند کے دو راوی وضاع اور کذاب ہیں، ایک کا نام عبدالرحمن بن قریش ہے اور دوسرا راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے، یہ دونوں جھوٹے اور غیر معتبر ہیں، عبدالرحمن بن قریش کے بارے میں علامہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال ص ۱۲۲ میں اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص ۲۲۵ میں لکھتے ہیں۔

۱۲۵۰۔ السیمائی بوضع الحدیث یعنی محدث سلیمانی نے اس کو منہم کہا ہے کہ وہ حدیث گڑھا تھا۔

اور عصمہ بن محمد الانصاری کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ص ۱۹۲ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص ۲۱۱ میں فرماتے ہیں ۔

ابو ماتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے، اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا حدیثیں گڑھا کرتا تھا، عقلی بیان کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی طرف

مترک کے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے، دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ مترک ہے ابن عدی کہتے ہیں کہ اسکی ساری حدیثیں غیر محفوظ ہیں :

اور تاریخ بغداد میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ :

ابن مسین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا تھا اور جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگوں میں سب سے بڑا جھوٹا تھا، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں گسڑھٹا ہے بڑا جھوٹا ہے ۔

جھوٹی اور باطل روایت میں بخاری و مسلم کی سند چپکا کر اسکو بخاری و مسلم کی حدیث ظاہر کرنا کیا فراڈ اور بے ایمانی نہیں ہے ۔

باپ ۔ ہے بیٹا، بلاشبک یہ فراڈ اور بے ایمانی کی بدترین قسم ہے ۔

بیٹا ۔ تو پھر ہمارے سلفی اس طرح کے فراڈ اور بے ایمانی پر چب کیوں سادھے رہتے

ہیں ۔ ؟

باپ ۔ یہ نہیں بیٹا ۔

غنیۃ الطالبین، شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب میں غیر مقلدین کی زبردست خیانت

بیٹا ۔ بابا جی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ کسی کتاب میں کتب بیونت کرنا، گھٹانا بڑھانا یہ ایمانداری کا کام ہے یا بے ایمانی

کا ۔ ؟

باپ ۔ اس قسم کی حرکت بے ایمانی کہلانے لگی، ایمانداری سے اس کا واسطہ کہاں سے ہوگا ۔

بیٹا ۔ بابا جی بے ایمانی اور خیانت کرنا یہ تو یہودیوں کا کام ہوتا ہے ۔

باپ - جی بیٹا - خیانت کرنے کو حدیث رسول میں منافقین کی علامت قرار دیا گیا ہے۔
 بیٹا - اباجی ہماری جماعت کے علماء منافقین بن گئے ہیں کیا؟
 باپ - کیوں بیٹا، کیا بات ہو گئی، ہم لوگ تو سلفی ہیں خالص اہل سنت والجماعت
 یکے مومن اور موحّد۔

بیٹا - اباجی دیکھئے یہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب فتنۃ الطالبین ہے جو
 اہل حدیث کے مکتبہ سودیہ الحمدیث منزل کراچی میں رس روڈ سے شائع
 ہوئی ہے، تاریخ طبع دسمبر ۱۹۵۱ء ہے
 باپ - جی بیٹا دیکھئے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی اس کتاب کو ہماری جماعت
 نے کتنے آب و تاب سے چھاپا ہے۔

بیٹا - مگر اباجی اس میں تو زبردست خیانت کی گئی ہے، غینہ کا پرانا نسخہ جو ہمارے
 کتب خانہ میں ہے اس میں تراویح کے بارے میں شیخ کی یہ بات مذکور ہے۔
 وہی عشر دن رکعة یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فہی خمس
 تردیحات، کل اربعة منها تردیحة وینوی فی کل رکعتین
 اصلی رکعتی التراویح المسنونة اذا کان فردا واذا کان اماما
 او ماموئا۔

یعنی تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے
 پس یہ پانچ تردیکھے ہیں، ہر چار رکعت کا نام تردیکھے ہے اور ہر دو رکعت کے
 بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں، تنہا پڑھنے والا
 بھی امام بھی اور مقتدی بھی۔

اباجی چونکہ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے
 مذہب میں بیس رکعت تراویح مسنون ہے، اور زبان سے امام مقتدی
 اور تنہا نماز پڑھنے والے کو نیت بھی کرنی چاہئے، اور چونکہ ان دونوں باتوں

کے ہم اہلحدیث لوگ منکر ہیں، ہمارے یہاں نہ تراویح میں رکعت ہے اور نہ زبان سے نیت کرنی درست ہے اس وجہ سے مکتبہ سعودیہ اہلحدیث منزل پاکستان سے جو نسخہ شائع کیا گیا ہے، شیخ عبدالعادر جیلانی کی ان تمام عبارات کو حذف کر کے اپنی طرف سے یہ عبارت لگا دی گئی ہے۔
وہی احدی عشق رکعت مع الوتر یجلس عقب کل رکعتین ویسلم۔

یعنی تراویح گیارہ رکعت وتر کے ساتھ ہے، اور ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے۔

باپ - بیٹا اس نسخہ کو کباڑ خانہ وال کوٹھری کی الماری کے پیچھے والے حصہ میں گاندھ میں پیٹ کر رکھ دو اور اس پر کچھ دو۔ اہم خاندانی دستاویزات، اور دیکھو کسی حنفی مقلد کو اس کا پتہ نہ چلے۔

بیٹا - میں ابھی یہ کام انجام دیتا ہوں، مگر اباجی یہودیوں والا یہ کام ہماری جماعت نے کیوں کیا؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

ائمہ فقہ و سنت اور محدثین کرام آٹھ رکعت تراویح نہیں پڑھتے تھے

بیٹا - اباجی۔

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل کون تھے؟

باپ - بیٹا یہ سب بڑے فقہاء اور ائمہ محدثین تھے

بیٹا - اور اباجی امام بخاری امام مسلم سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، امام ابو داؤد

امام ترمذی یہ سب کون لوگ تھے؟
 باپ - بیٹا یہ سب بھی بڑے محدثین ہیں، امام بخاری اور امام مسلم کو تو دنیا جانتی ہے۔

بیٹا - اور اباجی حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور حافظ ابن رجب!
 باپ - بیٹا یہ سب کے سب اپنے درجہ کے محدثین ہیں، انھیں تو کتاب و سنت کا دنیا کے چبہ چبہ میں چریا ہے۔

بیٹا - اباجی ان میں سے کون لوگ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے؟
 باپ - آٹھ رکعت تراویح تو ان میں سے کوئی نہیں پڑھتا تھا، بیس یا بیس زائد ہی یہ لوگ پڑھا کرتے تھے۔

بیٹا - اباجی کیا یہ ائمہ حدیث ہم لوگ والے اہل حدیث نہیں تھے، ہم لوگ تو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں؟

باپ - بیٹا پہلے لوگ بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، ہمارے مولانا محمد حسین صاحب بنالوی نے تحقیق کر کے بیس کے بجائے آٹھ پڑھنے کو رواج دیا، پھر ہمارے علمائے اس تحقیق کو حق جان کر قبول کر لیا۔

بیٹا - ان ائمہ محدثین اور ان حدیث والوں کی ہماری جماعت اہل حدیث نے مخالفت کیوں کی؟ کیا ان محدثین کی تحقیق غلط تھی۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

کھیل کود کی خاطر نماز کو مقدم و مؤخر کیا جا سکتا ہے

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - اباجی ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا، کا ترجمہ

و مطلب کیلئے ؟

باپ - بیٹا آیت کا ترجمہ تو یہ ہے - بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقت میں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو نماز کے اوقات مقررہ میں نماز ادا کرنی چاہئے۔ بلا غدر شرعی نماز کو اپنے وقت سے مؤخر یا مقدم کرنا حرام ہے -

بیٹا - اباجی اگر ہم فٹ بال کھیل رہے ہوں تو نماز کو وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھ سکتے ہیں مثلاً عصر کی نماز کو ظہر کے وقت پڑھ لیں یا ظہر کی نماز کو عصر کے وقت پڑھ لیں ؟

باپ - نہیں بیٹا کھیل کو د شرعی غدر نہیں ہے، کھیل کو دکیلئے نماز کو اپنے وقت مقررہ سے آگے پیچھے کرنا حرام ہوگا -

بیٹا - اباجی مگر ہمارے علماء نے تو اس کا فتویٰ دیا ہے کہ یہ صحیح کھیلنے کیلئے ایسا کیا جاسکتا ہے -

باپ - نہیں بیٹا - ہمارے کسی عالم نے اس طرح کا فتویٰ نہیں دیا ہے، بھلا قرآن کے حکم کے خلاف ہمارے عالم فتویٰ دیں گے -

بیٹا - اباجی دیکھئے یہ فتاویٰ ثنائیہ ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے اس میں لکھا ہے -

”نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے، کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے افسران سے تصفیہ کر لیں، نماز کے وقت کھیل کو د چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ لیں تو ظہر کے ساتھ عصر کو ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں -

فتاویٰ ثنائیہ (۱۳۱۱ھ)

اس فتویٰ کے بعد اب تو کھیل کو دکیلئے نماز کو وقت مقررہ سے مؤخر یا مقدم

کرنا جائز ہوگا ؟

باپ - یہ نہیں بیٹا -

مولانا امرتسری نے بلا دلیل فتوے دیا

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ رائے سے فتویٰ دینا تو حرام ہے نا اباجی ؟

باپ۔ جی بیٹا، بالکل حرام، جو لوگ قرآن و حدیث چھوڑ کر رائے سے فتویٰ دیتے ہیں وہ شریعت کے باغی ہیں، اور اللہ و رسول کے نافرمان۔

(سیرت ثنائی ص ۲۸۳)

بیٹا۔ تو اباجی ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے جو کھیل کود کیلئے نماز کو وقت

مقررہ سے آگے پیچھے کرنے کا فتویٰ دیا ہے اس پر کوئی شرعی دلیل ہے ؟

باپ۔ نہیں بیٹا، یہ تو انہوں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا ہے، قرآن و حدیث سے اس فتویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی تب تو شیخ الاسلام صاحب خدا و رسول کے نافرمان اور شریعت کے باغی ہوتے ؟

باپ۔ نہیں بیٹا ہم لوگ چاہے رائے ہی سے فتویٰ دیں، اہل حدیث ہی کہتے ہیں

بیٹا۔ کیوں اباجی ؟

باپ۔ یہ سب نہیں بیٹا۔

سوئے مدینہ لے چل
جی ہو رہا ہے بے کل
پیاسی نگاہ مضطرب
نکیلیں گے آنسو بہ کر
پالیں گے اپنی منزل
حل ہوگی ساری مشکل
ردھنے کی جالی چھو کر
رکھ دیں گے سر کو درپر
سب حال خود کھلے گا
چہرہ ہی بول دے گا
شیطان ہر جگہ پر
ایک بوجھ سا ہے دل پر
سنت سے منہ کو موڑا
رشتہ خدا سے توڑا
سوکھی ہے اپنی کھیتی
گرداب میں ہے کشتی
تو اے سراپا رحمت
برسے گا ابر رحمت
ویران سایہ گلشن
نقل خدا سے روشن
رکھتے ہیں دل میں شعلہ
گو کہ بجھا بجھا سا

بادِ صبا اڑا کر
شاہِ ہدی کے درپر
گنبد پہ جب بڑے گی
دل کو سکون ہوگا
ان کے حضور جا کر
منظرِ کرم جو ہوگی
با چشمِ نم جا کر
لب تو نہ ہونگے گویا
بے حال ہم جو ہوں گے
منہ گر چہ بسند ہوگا
کانٹے قدم قدم پر
بہکا رہا ہے ہم کو
فتران ہم نے چھوڑا
باطل سے دل لگایا
ویران اپنا گھر ہے
ایمان کو ہے خطہ
امت کو تھام لے اب
تیری خدا سنے گا
پھر سبزہ زار ہوگا
پھر ہوگی شمعِ ایمان
بالکل نہیں ہیں خالی
ایمان اور یقین کا

مکتبہ اتریہ غازی پور سے شائع ہونے والی بہ کچھ کتابیں

- (۱) وقفہ مع اللامذہبۃ فی شبہ القادۃ الہندیۃ (عربی)
- (۲) وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب والامراء السعودیین۔ (عربی)
- (۳) مسائل غیر مقلدین کتاب و سنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں۔ (طبع دوم)
- (۴) غیر مقلدین کی ڈائری۔ (طبع دوم)
- (۵) غیر مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ
- (۶) محدثین کی قوت فقط تاریخ کی روشنی میں
- (۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر
- (۸) تذکرہ طیب
- (۹) امام ابو حنیفہ اور قیاس
- (۱۰) مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی
- (۱۱) آئینہ غیر مقلدیت

درج ذیل تہوں سے بھی آپ ان کتابوں کو مال کر سکتے ہیں

- (۱) ربانی بکڈپو، جامع مسجد دیوبند، سہارن پور
- (۲) ربانی بکڈپو، کٹرہ شیخ چاند، لال کنواں دہلی نمبر
- (۳) مکتبہ حسینیہ دیوبند - سہارن پور
- (۴) منیم بکڈپو، چوک بازار، مٹونا تھ بھین
- (۵) عالیہ کتاب محل، فیض عام روڈ، مٹونا تھ بھین

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اشتریکہ غازی پور سے شائع ہونیوالا

دوماہی مجلہ



محمد اجمال مفتاحی مؤلف
بھنجن یوپی انڈیا

مکتبہ اشتریکہ غازی پور سے شائع ہونیوالا

فون نمبر - ۲۲۱۷۵۷ - ۵۴۸

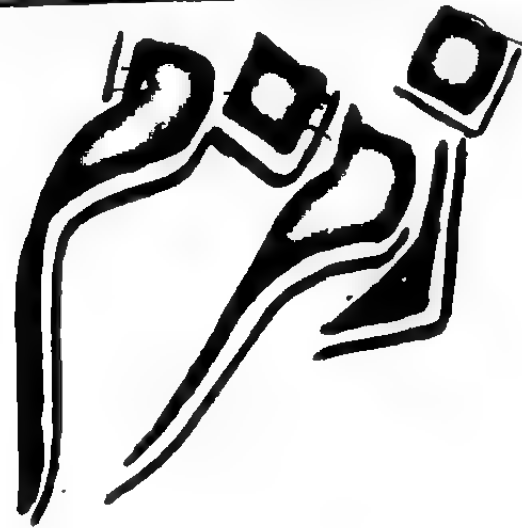
پن کوڈ - ۲۳۳۰۰۱

مکتبہ اتریشہ غازی پور سے شائع ہوئی والا دہائی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱

شمارہ ۳

جمادی الاولیٰ ہجادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۶۰ روپے

مکتبہ اتریشہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور۔ یوپی

فون نمبر ۲۷۱۶۵۷ — ۰۵۲۸

پین کوڈ ۲۳۳۰۰۱ —

فہرست مضامین

ردیف	مذہب	اداریہ
۱۹	محمد ابو بکر غازی پوری	معارف مدنیہ
۲۲	مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاہوری	ردیدعات
۲۵	محمد ابو بکر غازی پوری	حقیقۃ الفقہ پر ایک نظر
۲۵	مولانا مفتی عاشق الہی صاحب مدینہ منورہ	اخلاص نیت
۳۰	مولانا محمد عبد الرحمن مقیم جدہ	قسم کے بارے میں نبوی ہدایات
۳۵	محمد ابو بکر غازی پوری	اخلاقی امراض کا شرعی علاج
۵۳	نور الدین نور اللہ الاعظمی	گاہے گاہے باز خواں
۵۶	طہ شیرازی	خمار سلفیت
۶۳	مولانا قاری صدیق صاحب شائق	شوق مدینہ

محمد اجمل مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا

کتبنا

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

محمد اجمال مفتاحی

(اداریہ)

محمد ابو بکر غازی پوری

سلفیت کے فتنے سے اب علماء رنجید و حجاز بھی پریشان

سلفیت کے خوش کن عنوان سے ادھر چھ دہائیوں قبل سے جو ایک نئے فتنے نے جنم لیا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ برہمچر ہند کے اہل علم و دانش فکرمند متوش اور پریشان ہیں بلکہ اب عام طور پر عرب علماء بھی اس فتنہ کی شدت اور خطرناکی کو محسوس کرنے لگے ہیں اس کے شر و فساد سے وہ دن بدن آگاہ ہوتے جا رہے ہیں، عام طور پر ہندوپاک کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سلفیت کو عالم عرب خصوصاً سعودیہ عربیہ کے مشائخ و علماء میں قبولیت کی سند حاصل ہے، اور سعودیوں کا بھی عام طور پر مسلک یہی سلفیت و غیر مقلدیت کا ہے، ایسا حالات سے باخبر نہ ہونے کی وجہ سے ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سعودیوں کا عام طور پر مسلک حنبلی ہے، آل شیخ کا پورا خاندان اور شیخ ابن عبدالوہاب کے متبعین حنبلی فقہ پر عمل کرتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے مقلدین، سعودی گورنمنٹ کا مذہب بھی حنبلی ہے، یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف کا ایک امام بھی سلفی اور غیر مقلد نہیں ہے۔ حرمین شریفین میں نماز حنبلی مسلک کے مطابق ہوتی ہے، حج کا خطبہ بھی حنبلی مسلک کے مقلدین علماء میں سے کوئی دیتا ہے، غیر مقلدین اور سلفیوں کو اس منصب پر کبھی نہیں رکھا گیا ہے۔

شیخ ناصر الدین ابابانی کے متبعین ہی کا مسلک و عقیدہ سلفیت و غیر مقلدیت

کا ہے، فرق یہ ہے کہ یہ برصغیر ہند کے غیر مقلدین اپنے کو کئی ناموں سے موسوم کرتے ہیں جن میں سے ان کا ایک معروف نام اہلحدیث بھی ہے جبکہ شیخ ابابانی کے متبعین اپنے کو صرف سلفی کہتے ہیں، اہلحدیث یا محمدی وغیرہ ناموں سے اپنے کو منسوب نہیں کرتے ہیں۔

شیخ ناصر الدین ابابانی ہی فی الاصل عرب دنیا میں اس سلفیت کے اصل پرچارک رہے ہیں اور ہیں اور آج انھیں کے نکر واداء (جن کی اساس بنیادائے فقہ سے تبری اور لاندہبیت اور آزاد فکری پر ہے) سے متاثرین کو سلفی کہا جاتا ہے، عرب دنیا میں وہ طبقہ جس کو آزادی کی زندگی گزارنے کی خواہش تھی اس نے شیخ ناصر الدین ابابانی کی دعوت لاندہبیت و آزاد فکری کو قبول کر لیا ہے، اور آج اسی گروہ کو عرب دنیا میں سلفی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہندوپاک کے غیر مقلدین اور عرب کے سلفیوں کے درمیان ائمہ فقہ سے تبری و لاندہبیت و آزاد فکری اور مقلدین مذاہب سے عداوت و بغض قدر مشترک ہے اسی وجہ سے یہاں کے غیر مقلدین بھی سلفی بن گئے ہیں، ان کے اکابر میں سلفیت کا کہیں گزر نہیں تھا اور نہ سلفی نام سے وہ بھی جانے پہچانے گئے ہیں۔

شیخ ناصر الدین ابابانی شامی عالم ہیں، کسی دینی درس گاہ میں انھوں نے تعلیم حاصل نہیں کی ہے کچھ ادھر ادھر پڑھ کر اپنے ذاتی مطالعہ اور خدا واد قوت حفظ کی وجہ سے فن حدیث میں ایک گونہ درگ حاصل کر لیا ہے، ذہن و فکر آزادانہ ہے اور کسی اچھے مربی و شیخ کی صحبت بھی انھیں میسر نہیں رہی ہے اسی وجہ سے انکی سوچ و پکار کا انداز بھی علمائے اہل حق سے الگ اور راہ مستقیم سے انحراف کا ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذرا ذہین و فطین ہوتے ہیں اور کسی مستند درس گاہ کے استاذ سے استفادہ کرنے کی انھیں توفیق حاصل نہیں ہوتی ہے جن کا سرمایہ علم کل کا کل یا ان کا اکثر حصہ ذاتی مطالعہ ہوتا ہے وہ گمراہی کے راستہ

پر پڑ جاتے ہیں، ان میں تعلی و ترفیع کا مادہ اور انانیت کا جرثومہ پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے سامنے ائمہ دین و اکابر امت کو محض ہیچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اپنی سوچ و فکر اور عقل و فہم کے آگے صحابہ کرام تک کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں، ان کی زبان طعن و تنقید، بڑے بڑے اکابر و اعیان امت اور ان ائمہ فقہ و حدیث کے خلاف بڑی بے باکی سے کھلتی ہے جن کی پوری زندگی کتاب و سنت کو سمجھتے سمجھانے اور ان کی تعلیم و ترویج اور نشر و اشاعت میں گزری۔

شیخ ناصر الدین ابابانی بھی اسی صنف کے ایک فرد کا نام ہے، اس صنف کے لوگوں کے جولوازم ہوتے ہیں شیخ ابابانی میں بھی وہ سارا لازمہ ایک ایک کے موجود ہے۔

ائمہ فقہ و حدیث کے خلاف ان کی زبان بڑی تیز ہے، تعلیق کو وہ بھی شرک سمجھتے ہیں، بخاری و مسلم سے زیادہ حدیث کی صحت و ضعف کی انکو خبر ہوتی ہے امام ابن تیمیہ سے زیادہ وہ صاحب فضل و کمال ہیں، اور ابن قیم سے زیادہ حق گو و حق شناس ہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد سے زیادہ ان کی نقاہت ہے، اور تمام صوفیائے کرام جنہوں نے اپنی تابناک زندگی سے اسلام کی شمع کو روشن رکھا وہ شیخ ابابانی اور ان کے متبعین کے یہاں گمراہ اور بے دین ہیں، سلفیوں کی انتہا پسندی یہ ہے کہ یہ اپنے سوا امت مسلمہ کے غالب طبقہ کو دشمنی قبر پرست، مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں۔^(۱)

ان کی تعدی و ظلم پر علماء دیوبند نے آواز بلند کی شروع شروع میں اس کا

(۱) ایک سلفی لکھتا ہے، ان کثیر اہل اکثر من ینتمون الی المذاهب الاربعۃ من الحنفیۃ و المالکیۃ و الشافعیۃ و الحنبلیۃ بقوریۃ، یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد کے ماننے والے زیادہ تر قبر پرست ہیں۔

اثر ہندوپاک میں بھی خاص خاص ملکوں ہی تک رہا، پھر وہ آہستہ آہستہ عوام کے ذہنوں تک پہنچا مگر عالم عرب کے لوگ اب بھی مبتلائے فریب تھے، اور سلفیوں کی حقیقت سے ناواقف ہی رہے، ان سلفیوں کو اس کی وجہ سے یہ خوش فہمی پیدا ہو گئی کہ عرب دنیا میں اور خصوصاً سعودیہ عربیہ میں ہمارا جادو چل گیا، اس کی وجہ سے ان کی جرأت و ہمت میں اضافہ بہت ہو گیا عربی زبان میں کتابوں پر کتا۔ میں لکھی جانے لگیں جن میں سلفیت معنی آزاد فکری و لامذہبیت کی دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ جمہور مسلمین کو کافر و مشرک قرار دینے کا عنوان نمایاں رہا، ائمہ فقہ و حدیث کی تنقید اور ان پر طعن و تنقید سے یہ کتابیں بھری ہیں، بحسب ائمہ فقہ حدیث اور عامہ مسلمین کے بارے میں ان کی تعدیاں مد سے بڑھ گئیں تو اب عرب علماء کے بھی کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی محسوس کیا کہ سلفیت کی یہ تحریک تو مستقل ایک فتنہ ہے اور اس روپ میں ایک نئی خارجیت نے جنم لیا ہے۔

چنانچہ دو سال قبل ریاض کی ایک مرکزی مسجد میں آل شیخ علماء کا ایک اجتماع ہوا جس میں پہلی مرتبہ اس سلفیت کے فتنہ سے دنیا تے عرب کو متنبہ کیا گیا اور عرب کے مختلف اخبارات میں اس اجتماع کی کاروائی کو شائع کیا گیا۔ اس اجتماع کی قرارداد میں نام لے کر سلفیت کے فتنہ سے لوگوں کو متنبہ کیا گیا تھا اور اس سلفیت کو دین اسلام میں ایک نیا اٹھانہ بتلایا گیا تھا۔

اور اب اس سال مارچ میں جامعۃ الامام ابن سعود کے مدیر الدعوة والاعلام عبدالعزیز بن ابراہیم العسکر کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کا عنوان ہے۔

ای سلفیۃ یدعیھا الشیخ الالبانی واتباعہ یعنی وہ کون سی سلفیت ہے جس کے ابانی اور ان کے متبعین مدعی ہیں۔

اس مضمون میں شیخ عبدالعزیز بن ابراہیم العسکر نے قدر تفصیل سے سلفیت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے، ہم اس مضمون میں جسے جسے ان کے خیالات کو انکی

اصل عبارت میں پیش کر رہے ہیں، شیخ بعد حمد و صلاۃ اپنے مضمون کا آغاز اس عبارت سے کرتے ہیں،

فان المتابع للساحة الدعوية
اليوم وبخاصة في اوساط الشباب
يؤرق فئة من المنتبين للعلم
جعلت شغلها الشاغل تلحيش الشيخ
الالباني وتجميع الشباب حول
دعوتهم المسماة بالسلفية (۱)

یعنی جس کی نگاہ دعوتی میدان اور خاص طور پر
جو دعوت نوجوان طبقہ میں پھیل رہی ہے اس پر ہے
وہ دیکھ رہا ہے کہ علم کی طرف منسوب لوگوں کے
ایک مختصر گروہ نے اپنا مقصد وحید شیخ ابانی
کی شخصیت کو چمکانا بنا رکھا ہے اور اس کا مقصد
یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو ناصر الدین البانی کی دعوت
کی طرف جس کا نام سلفیت ہے لا کر کے جمع کر دے

سلفیوں نے نجد و حجاز کے شیوخ و علماء کو خوش کرنے کیلئے شیخ محمد ابن عبد الوہاب
سے اپنے تعلق و وابستگی کا بہروپ بھرا اور اس کا خوب پروپیگنڈہ کیا۔ حالانکہ یہ تعلق
کی بدترین شکل تھی، اسلئے کہ محمد ابن عبد الوہاب حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔
اور ان سلفیوں کو مقلدین سے چڑھ ہے تقلید ان کے یہاں گمراہی اور شرک ہے تو
پھر شیخ محمد بن عبد الوہاب سے تعلق و وابستگی کیسی؟ جامعۃ الامام کے مدیر الدعوة
والا اعلام نے سلفیوں کی اسی چالبازی کو بھانپ لیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ :
سلفیوں کا یہی پروپیگنڈہ ہے کہ ناصر الدین البانی کا منہج دعوت
وہی ہے جس کا پریم محمد بن عبد الوہاب نے بلند کیا تھا اور جس پر

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ اس سلفیت کے اصل بانی یہی ناصر الدین البانی ہیں، اور جو لوگ
انہی دعوت کو قبول کرنے والے ہیں وہ بس برائے نام اہل علم ہیں اور ان میں کا غالب طبقہ
نوجوانوں کا ہے، یعنی پختہ اہل علم اور مشائخ علماء کی جماعت کو خود نجد و حجاز میں اس سلفیت
سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ اس کو عیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

ملکت سعودیہ کی اساس ہے : (۱)

پھر اس کے بعد شیخ عبدالعزیز ابراہیم نے سلفیوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے اور ان کی چا پوسی و منافقانہ پالیسی کو کھول کر بیان کیا ہے فرماتے ہیں :

نعم ان هذا البلاد تعيش بحمد
ہاں بلاشبہ یہ ملک بفضل تعالیٰ اقتصادی
اللہ فی نهضة علمية وسياسية
سیاسی اور علمی ترقی کی دھنگا گڑھ ہے ۔
واقصا دية دهي على نور في مضجها
اور جگہ اس حکومت کا قیام ہوا ہے معنی باہرین
منذ قيام الدولة السعودية الاولى
مدی ہجری کے نصف سے لیکر ہر آج
فی منتصف القرن الثاني عشر الهجري
تک وہ اپنے منہج اور نظام میں پوری
والی الیوم ۔
رہنشی میں ہے ۔

اور یہ جو سلفی حکومت سعودیہ اور سعودی نظام کی چا پوسی میں لگے رہتے ہیں اور مبالغہ کی حد تک سعودی حکومت اور وہاں کے لوگوں کی تعریف کرتے رہتے ہیں اس کے بارے میں شیخ عبدالعزیز فرماتے ہیں ۔

دهی فی غنى عن ثناء الالبانی و
ہمارے ملک کو البانی اور ابن عسے لوگوں کی تعریف
امثاله ممن همهم بجمع الثياب
کی قطعاً ضرورت نہیں ہے وہ لوگ ہیں جن کا
والاتباع واثارة الشعب بطرح
مقصد نوجوانوں اور دم چھلوں کو اپنے اور گرد
الاراء الغريبة والشاذة التي
جمع کرنا ہے اور نامانوس خیالات اور شاذ رائے
تشير الخلف وتفرق الامة وتكثرها
کا اظہار کے فتنہ برپا کرنا ہے ، اس طرح کے
فی نزاعات فكرية عقيمة
خیالات جھگڑے پیدا کرتے اور امت میں تفریق

(۱) مضمون کی اصل عبارت یہ ہے :

واننا على منهج الدعوة الاصلاحية التي رفع لوايتها الشيخ محمد بن
عبد الوهاب رحمه الله وقامت عليهما المملكة العربية السعودية ۔

محمد اجمل مفتاحی

ڈالتے ہیں اور مسلمانوں کو ایسے فکری اختلافات اور
جھگڑوں میں ڈالتے ہیں جن کا توجہ دینی اعتبار
سے) کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ ابانی اور ان کے ہم چلے سلفی کس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں
شاذ اور امت میں انتشار و اختلاف پیدا کرنے والے ہیں، اس کی وضاحت میں شیخ عبد العزیز
میر الدعویہ والا علام جامعہ الامام محمد بن سعود فرماتے ہیں :

واقصد ما عرف بهم الابانی
واشکھر عنہ من جرأتہ علی
المذاهب الفقہیۃ المعتبرۃ للملین
جميعاً منذ القرن الثالث الهجری
الی الیوم تلکم المذاهب الاربعۃ
التي هی عماد الفقہ الاسلامی العظیم
والتي قامت علی اجتهادات الائمة
الاعلام وھم الامام مالک بن انس
امام دار الهجرة رحمہ اللہ والامام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ والامام محمد
بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ
والامام احمد بن حنبل الثبانی
رحمہ اللہ ومن جاء بعدھم من
تلاميذھم ورجال المذاهب
المحققین الذین اجتهدوا فی
بذل الوسع لفہم مراد اللہ

اور اس سے میری مراد وہ بات ہے
جس میں ابانی معروف ہیں اور جو ان کے
بارے میں درجہ شہرت تک پہنچ گئی
ہے۔ یعنی ابانی ان فقہی مذاہب کے
بارے میں بڑے جری ہیں جو تیسری صدی
سے لیکر آج تک تمام مسلمانوں میں معتبر
سمجھے گئے ہیں، یہی وہ چاروں مذاہب
میں جو عظیم فقہ اسلامی کے ستون ہیں، اور
جن کا قیام ائمہ اربعہ یعنی امام مالک، امام
ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل
اور ان کے تلامذہ اور محققین مذاہب
اربعہ کے اجتہادات پر ہے۔

یہ ائمہ دین وہ ہیں جنہوں نے
کتاب و سنت کے ان دلائل
شرعیہ کی مراد کو سمجھنے
میں پوری کوشش صرف

درسوله من الادلة الشرعية
التي تثبت عندهم - کتاب و سنت سے ملا -
کردی جن کا ثبوت انہیں

آج سلفیوں کا سب سے بڑا امتیاز یہی ہے کہ وہ شاذ آراء اور امت اسلامیہ کے فکرو عقائد سے ہٹے ہوئے خیالات اور ائمہ فقہ و دین سے برأت اور ان پر طعن و تشنیع کو اصل دین سمجھے ہوئے ہیں، بیک نام مقلدین کو مشرک و ضال کہہ کر یہ اپنا کلیجہ ٹٹا کرتے ہیں، ائمہ اربعہ اور اساطین امت کی شان میں ان کی بد زبانیاں اتنی کہ خدا کی پناہ ان کا زعم باطل یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے کتاب و سنت سے ہٹ کر اپنے اجتہادات و خیالات اور اپنی آراء پر اپنے مذاہب کی بنیاد رکھی ہے، ان ائمہ دین کے بارے میں یہ تصور بہت بڑی گمراہی ہے۔ شیخ عبد العزیز اس بے ہودہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

وہم فی هذا کله ید ورون فی
فلک النصوص الشرعیة لا
یخرجون عنها - یہ تمام ائمہ دین اپنے ان اجتہادات میں شرعی نفوس ہی کے ارد گرد رہتے ہیں وہ نفوس شرعیہ کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں

البانی کے بارے میں وہ مزید یہ فرماتے ہیں :

والالبانی - عفا اللہ عنہ - سدد
سہمه للفقہ الاسلامی بحجة
ذم التقليد و محاربة التعصب - اور البانی اللہ اس کو معاف کرے اس نے تقلید کی مذمت اور عصیت کے خلاف اللہ کا بیان لیکر اپنے تیر کارخ فقہ اسلامی کی طوف کر دیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں :

و ادغل فی هذا الی درجة التعصب
المقابل حیث صرح المثناة
التي ذمها الرسول الصمیم - اور اس میں تعصب کی حد تک آگے بڑھ گیا حتیٰ کہ اس نے صراحت یہ کیا کہ : مثناة - جسکی اللہ کے رسول نے مذمت فرمائی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم وہ یہی فقہی کتابیں ہیں جو مقلدین
وہی الکتاب المذہبۃ المفروضۃ پر مڑھ دی گئی ہیں ۔
علی المقلدین ۔

یہ مشنہ کیا ہے ناظرین اس کی تشریح بھی سن لیں، حضرت عبداللہ
بن عمرو رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت
کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بروں کو اور پنا مرتبہ دیا جائے گا اور نیکیوں کا مرتبہ
گھٹایا جائے گا، زبان خوب کھلے گی اور عمل کو سمیٹ کر رکھ دیا جائے گا اور لوگ
”مشنہ“ پڑھیں گے۔ اور کوئی اس پر انکار کرنے والا نہ ہوگا، لوگوں نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ ”مشنہ“ کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ کے علاوہ اہل کتاب
کی خبریں اور قصے ۔

نہایت میں مشنہ کی تفسیریں لکھا ہے ”اخبار بنی اسرائیل“ یعنی بنی اسرائیل
کے قصے کہانیاں ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مشنہ سے مراد جیسا کہ معلوم
ہوا بنی اسرائیل کے قصے کہانیاں ہیں۔ مشنہ کی یہی تفسیر خود حضرت عبداللہ بن عمرو
سے مروی جو اس روایت کے راوی ہیں اور ابانی اور سلفی متبعین حدیث رسول کی
معنوی تحریف کرتے ہوئے مشنہ سے مراد ائمہ اربعہ کی فقہ لیتے ہیں، ابانی کی اس
مجرمانہ اور غیر متدینانہ حرکت پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے شیخ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔
لکن الابانی قد رفض التفسیر من الصحابی الراوی واعتبرا
بعیدا کل البعد من ظاہر الحدیث وان المشنہ من علامات اقتراب
الساعة فلا علاقتا لہا بسما

مگر ابانی نے صحابی کی تفسیر کو ٹھکرا دیا
جبکہ صحابی خود اس حدیث کو روایت کرنے
والے ہیں جس میں مشنہ لفظ واقع ہے
ابانی نے اسکو حدیث کے ظاہری مفہوم
سے بہت دور سمجھا اور اسکا کہنا یہ ہے کہ جس

مثناء کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا
ہے اور اس کا یہودیوں کے کئے دھرم سے
کوئی تعلق نہیں ہے۔

یعنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس حدیث کے خود راوی ہیں وہ تو
فرماتے ہیں کہ مثناء سے مراد بنی اسرائیل کے قصے اور ان میں پائے جانے والے واقعات
ہیں اور یہ ابانی سلفی کہتا ہے کہ ہم کو مثناء کا یہ مطلب تسلیم نہیں ہمارے نزدیک
مثناء سے مراد فقہی کتابیں ہیں جو ائمہ اربعہ کے مقلدین پڑھتے پڑھاتے ہیں اور ان سے
مسائل شرعیہ معلوم کرتے ہیں۔

الہابی کی اس بے ہودہ جسارت پر جامعۃ الامام بن سعود کے مدیر الدعوة

حد درجۃ افروختہ ہو کر فرماتے ہیں :

فانظروا رجالا اللہ الیٰ خبیق
عطن الالبانی بکتب الفتنہ الی
درجۃ انما قدم فہمہ فی تفسیر
المثناء علی فہم احد الصحابة
رضی اللہ عنہم لانما لا یخدم
توجہہ فی ہدام الفقہ الاسلامی۔
تم دیکھو یہ ابانی کتب فقہ سے کتنی گھٹن
محسوس کرتا ہے، اس کی گھٹن یہاں تک
پہنچ گئی ہے کہ صحابی نے مثناء کی
جو تفسیر کی ہے اس پر اس نے اپنی بیگم کو
مستقر رکھا ہے، اور یہ محض اس وجہ سے کہ فقہ اسلامی
کے دعوائے کا جو اسکا نظریہ ہے صحابی کی تفسیر
سے اسکی تائید نہیں ہوتی ہے۔

لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے مدیر الدعوة فرماتے ہیں :

فانتبه لهذا یا اخي ولا یلبس
علیک کلام الالبانی وتشیعہ
حلی الفقہاء بہذہ المقالة الی
یفسرہا بما یخدم توجہہ
میرے بھائی ہوشیار رہنا ابانی
کے کلام سے اور وہ جو فقہاء کی برائی
اس قسم کی بات سے کرتا ہے جس سے
اسکے فقہ اور فقہاء مخالف نظریہ کی

المحارب للفقہ والفقہاء تائید ہوتا ہے، اس کے کسب کے ٹھکر
شعبہ میں مت پڑنا۔

فقہ اور فقہاء سے سلفیوں کی عداوت اور صحابہ کرام کے بارے میں انکی جرأت
و بیباکی ان کا یہ وہ وصف ہے کہ جس سے ہر صاحب شعور مسلمان پریشان و شاک
ہے، امت اسلامیہ کا رشتہ اسلاف امت سے کانٹے کی سلفیت ایک زبردست
سازش ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ اسکے پیچھے کون سا خفیہ ہاتھ ہے آج برصغیر
کے مسلمان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مدد مند اور ذمہ دار علماء بھی اس سلفیت
کے زہر کی خطرناکی کو شدت سے محسوس کرنے لگے ہیں۔

البانی اور اسکے متبعین کو فقہ حنفی سے خاص الہج ہے، اور فقہاء احناف
اور فقہ حنفی کے خلاف انکی زبان ہمیشہ بے لگام رہتی ہے۔

جامعۃ الامام محمد بن سعود کے مدیر الدعوة شیخ عبدالعزیز بن محمد بھی اس کا احساس
ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیخ البانی کے نزدیک مذہب حنفی اور محرف عیسائیوں کی
انجیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وہو ما یفسر لنا تسویۃ للمذہب	یعنی اس کی گزرنے والی گفتگو سے پتہ
الحنفی و هو احد المذاهب	چلتا ہے کہ مذہب حنفی جو چاروں مذہبوں
الاربعة بالا تجمیل المعروف	سے ایک ہے اسکو وہ محرف انجیل جو نصاریٰ
الادی النصاری فلا فرق	کے یہاں ہے اسکے برابر کہتا ہے، البانی کے
بینہما عندہ۔	ز نزدیک محرف انجیل اور مذہب حنفی کے درمیان

کچھ فرق نہیں۔

بلکہ البانی کی گمراہی اس باب میں اس قدر بڑھی ہے کہ بقول شیخ عبدالعزیز وہ
صرف فقہ حنفی ہی کو نہیں بلکہ حدیث نبوی کی غلط تفسیر و معنی بیان کر کے وہ تمام فقہوں
کو انجیل محرف کے برابر قرار دیتا ہے، شیخ کی یہ بات خود سے آپ سنیں :

فانظر سوء فهم الرجل
للحديث بحيث اشار الى
ان الفقه الاسلامي سواء
الحنفي الذي هو مرجع به او سواء
الذي اشار اليه بقوله ونحوه .
كلها في نظره مثل الانجيل
المحرف المنسوخ بالقرآن
الكریم -

سو دیکھو اس آدمی کا اس حدیث کے بارے
میں سوء فہم کہ اس نے اسکی تفسیر میں اسکا
اشارہ کیلئے کہ فقہ اسلامی خواہ وہ فقہ حنفی
ہو جسکی اس نے مرجعیت کی ہے خواہ کوئی
دوسرا فقہ ہو جس کی طرف اس نے نحوہ سے
سے اشارہ کیلئے یہ تمام فقہ اس کی نگاہ میں
محرف و منسوخ انجیل کی مانند ہے۔

اما حدیث نبویہ کو آڑہینا کر اور ان کا من مانا غلط سلسلہ مطلب نکال کر یہ سلفی
اسلام کی روشن تاریخ ہی کو مسخ کر دینا چاہتے ہیں، اور شریعت اسلامیہ جن نفوس
قدسیہ کی وجہ سے ہر زمانہ میں تروتازہ رہی اور قیامت تک اس کی تروتازگی میں کچھ فرق
پڑنے والا نہیں ہے، انھیں نفوس قدسیہ کو یہ مطلقون اور متہم قرار دینے کا۔ اہم فریضہ
انجام دینے کو دین کی اصل خدمت سمجھتے ہیں، انھیں ذرا بھی خدا کا خوف نہیں ہوتا
کہ کتاب و سنت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کا انجام آخر کیا ہوگا یہ ان آیات قرآنیہ
اور احادیث نبویہ کو جن کا مصداق کفار و مشرکین اور گمراہ قومیں ہیں ائمہ اربعہ
اور ان کے متعلمین پر چسپاں کر کے بغلیں بجاتے ہیں کہ دیکھو ہم نے کیسا شاندار
کارنامہ انجام دیا ہے۔ چل مرکب کے گرفتار لوگ یہ نہیں جانتے ہیں کہ کتاب و سنت
کی معنوی تحریف بھی کتنا بڑا گناہ ہے۔

الباقی کی اس تحریک سلفیت نے نوجوانوں میں عام الجھاڑ پیدا کر دیا ہے اور
ابن کوفتہ دار اسلام اور اعیان امت اور اسلاف کرام کے خلاف زبان کھولنے میں جری
و بے باک بنا دیا ہے، اس سلفی تحریک و فتنہ سے متاثر ہر شخص اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے
اور فقہاء و محدثین سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارنے کو وہ دینی کام سمجھتا ہے جیسا کہ

تک کہ وہ خاطر میں لانے کو تیار نہیں، شیخ عبدالعزیز دیکھنے کیا فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں،

والحق الذي لا مزية فيه ان
الا لباني هو الذي جراً السفهاء
وصغار طلبة العلم على كتب
الفقهاء بدعوته للاخذ
مباشرة من الكتاب والسنة
دون الرجوع لاقوال اهل العلم
او اعتبار لاجتهادات ائمة
المذاهب الذين ادرکوا
القراءون المفضلة

یعنی حق بات جو کسی بھی شک و شبہ سے
بالا تر ہے وہ یہ ہے کہ ابانی ہی نے بیوقوفوں
اور کم درجہ کے پڑھے لکھوں کو فقہاء کی
کتابوں کے خلاف جری بنایا ہے، اسی
نے اس کی دعوت دی کہ کتاب و سنت سے
خود ہی مسائل اخذ کرو تمہیں اہل علم کے اقوال
کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں،
ان ائمة مذاہب جن کا زمانہ خیر القرون کا تھا
انکے اجتہادات کی بھی ضرورت نہیں۔

جن کا علم کچا ہوتا ہے کھائیوں میں وہی گرتے ہیں، ابانی بھی انہیں لوگوں
میں سے ہیں ڈھنگ سے کہیں علم ماحصل نہیں کیا، اہل اللہ کی صحبت سے محروم رہے کسی
استاذ کی شاگردی نہیں کی کسی مدرسہ یا قاعدہ تحصیل علوم کے شرف سے محروم
رہے، کسی کے زیر تربیت ان کی علمی نشوونما نہیں ہوئی، اپنے مطالعہ اور اپنی قوت حفظ
کی بدولت اپنے علم کو بڑھاتے رہے، اور یہی وہ چیز ہے جہاں بے نکومی کجی اور
آزاد روی اور ضلالت و گمراہی کا چشمہ پھوٹتا ہے۔

شیخ ابانی کے علمی سفر کے بارے میں شیخ عبدالعزیز فرماتے ہیں،

ولم یکن منهم من هو علی
شاکلہ الا لبانی اخذ العلم من
الصغار ثم ولم یجلس علی شیخ
ادیقاً علی فقیہ فاحسن احوالہ

ان ائمہ فقہاء کو ام رخن کا اوپر تذکرہ ہوا
میں سے کوئی بھی ابانی کی طرح نہیں تھا، ابانی
نے علم کو کتابوں سے ماحصل کیا، کسی شیخ کی مجلس
میں وہ بیٹھتے نہیں، نہ کسی فقیہ سے پڑھا

اتما وراق شیخہ کتابہ ومن
ابانی کا بہتر ہے بہتر حال یہ ہے کہہ اوراق
کان کذا لک کان خطوہ اکثر
محمدانی کر نیو لے ہیں، ان کا استاد انکی کتاب ہے
اور جس کا حال یہ ہوا اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی
من جواب ۔

ابانی کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے استاد علامہ عبد اللہ بن حمید سے نقل کرتے ہیں:
الا لبانی له محاسن وله مساوی
یعنی ابانی میں خوبیاں بھی ہیں اور برائیاں
یغلط کثیرا ویصح احادیث
بھی، ابانی غلطی زیادہ کرتے ہیں اور بہت
سی ایسی احادیث کو بھی وہ صحیح بتلاتے ہیں
لا تصح ۔

جو فی الاصل صحیح نہیں ہوا کرتی ہیں۔
جو لوگ علم کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور جن کے نزدیک ہر وہ شخص عالم
ہے جس نے اپنے مطالعہ کے بل بوتے پر کسی فن میں کچھ درک حاصل کر لیا ہو اس قسم کے
لوگ ابانی کو بہت بڑا مجتہد علم حدیث کا ماہر اور معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں، مگر
اہل علم کے نزدیک اور علوم تو جانے دیکھئے علم حدیث جس میں ان کی مہارت اور تجربہ کا
یادوں نے خوب چرچا اڑایا ہے ابانی کا وہی مقام ہے جس کا اوپر ابھی تذکرہ ہوا
یعنی وہ صحیح بات کم کہتے ہیں اور غلط زیادہ اور جو احادیث درجہ صحت کو نہیں
پہنچتی ہوتی ہیں ابانی صاحب انکو بھی اسی فن سے پورے واقف نہ ہونے کی وجہ
سے صحیح کہہ دیتے ہیں۔

علم حدیث ایک بحر نا پیدا کنار ہے، اس میں شنواری کیلئے پہلے کسی ماہر فن کے
سامنے شاگرد بننے کی سعادت حاصل کرنی ہوگی، گھر بیٹھے اور اپنے مطالعہ کے ذریعہ پر
کوئی اس فن میں مہارت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا، کتابوں پر کتابیں لکھنا کسی فن میں
مہارت کی دلیل کبھی نہیں سمجھی گئی ہے، اور ابانی صاحب کا حال یہ ہے کہ بقول علامہ
عبد اللہ بن حمید :

لان الرجل الظاهر انه مادرس
انما طلب العلم بالمطالعة
واشتغل بالحديث اكثر مما ان
اخذ العلم عن مشايخ ما اظنه
اخذ العلم عن مشايخ الا عن
مطالعة و مراجعة
ولكنه بالنسبة للحديث
وعلوم الحديث ودرجة الحديث
اخذها عن مشايخ لا حتى العقيدة
السلفية ايضا مادرسها على
المشايخ -

اس شخص کے بارے میں ظاہر یہی ہے کہ اس نے
تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ مطالعہ علم حاصل کیا
ہے، حدیث سے اس کا شغل زیادہ رہا ہے، لیکن یہ
کہ علم کو مشائخ اور اساتذہ سے حاصل کیا ہو تو
میرا خیال یہی ہے کہ ایسا نہیں ہے پس کتابوں کے
مطالعہ اور مراجعت ہی سے انہوں نے علم کو حاصل
کیا ہے، رہا حدیث اور علوم الحدیث اور حدیث کے
درجات کا علم انکو اساتذہ سے حاصل کیا ہو
تو ایسا نہیں ہے یہاں تک سلفی عقیدہ
کا درس بھی ابابا نے اساتذہ سے
نہیں لیا ہے۔

یہ ہیں علامہ ناصر الدین ابابا اور یہ ہے ان کے علم کی اور حدیث اور علوم حدیث
کی ہمارے کل حقیقت، یہ قصہ آپ کسی حنفی شافعی دیوبندی بریلوی کی زبان سے نہیں
سن رہے ہیں، یہ مشائخ نجد و حجاز کا بیان ہے اور ان کا بیان ہے جو ابابا کو
بہت قریب سے جانتے ہیں۔

ابابا اپنے علم کی اس پونجی کی بنیاد پر ائمہ اربعہ اور بڑے بڑے محدثین حتیٰ کہ
امام بخاری و مسلم کے منہ آتے ہیں اور ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں، عدم تعلیق اور
سلفیت کا فتہ کھڑا کرتے ہیں، اور عام قسم کے لوگوں کو ائمہ دین کے خلاف درغللاتے ہیں۔
ہندوپاک کے سلفی ان ابابا کو علم حدیث کا امام سمجھتے ہیں اور
باتس کے زور پر آسمان پر چڑھائے ہوئے ہیں مگر علامہ عبد اللہ بن حمید کیا فرماتے
ہیں وہ کبھی سن لیں :

لا تخلوا الارض كثيرون علماء
یعنی زمین خالی نہیں ہے ہندوستان

الہند و علماء پاکستان اقدار پاکستان کے بہت سے علماء علم حدیث
منہ فی الحدیث۔ میں البانی سے بہت زیادہ آگے ہیں۔

یہ مضمون ضرورت سے زیادہ طویل گیا، چونکہ سلفیت کا فتنہ عالمگیر بنا جا رہا ہے
اور اس فتنہ کی اساس اور بنیاد ائمہ اربعہ کی فقہ کی مخالفت و عداوت اور فقہاء کرام
سے بغض پر قائم ہے، اس وجہ سے مسلمانوں کو اس فتنہ سے دامن بچانا اور آگاہ
رہنا بہت ضروری ہے، آپ نے اس مضمون سے معلوم کیا سلفیت کے اس فتنہ سے
عالم عرب اور نجد و حجاز کے علماء بھی متفکر ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اس فتنہ کی
روک تھام میں لگا ہوا ہے۔

صفحہ کا بقیہ :

ایک دوسرے کو چمٹے ہوئے بیت اللہ شریف جا رہے ہیں، آپ نے دریافت
کیا یہ کیا حالت ہے؟

انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں نے نذرمانی تھی کہ
بیت اللہ شریف کو ایک دوسرے کے ساتھ لگے لگے جائیں وہ نذر پوری کر رہے
ہیں۔

ارشاد فرمایا یہ بھی کوئی نذر ہے؟ نذر تو ان چیزوں میں کی جاتی ہے
جس سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کی جائے۔

بہر حال نذر تو ہر قسم کی نذر ہو جاتی ہے لیکن فضول اور بے معنی اور
گناہ والی نذر کو تو ڈر دینا واجب ہو تا ہے پھر اس کا کفارہ ادا کرنے سے گناہ بھی
معاف ہو جاتا ہے۔

معارفِ مدنیہ

حکیم
اللہ

یعنی ملفوظاتِ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا وہ لفظ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہو مثلاً سید المرسلین وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پیغمبر پر بھی نہیں بولا جاسکتا۔
فرمایا۔ بڑوں کا مقولہ ہے تعاشرُوا اکما لاکھوان و تعا ملوا کما لاجانب (یعنی رہو بھائیوں کی طرح اور معاملہ کرو اجنبیوں کی طرح) معاملات میں اپنوں سے بھی شرم نہ کرنی چاہئے یہ اصول معاملہ اور اصول تجارت دونوں کے خلاف ہے۔

فرمایا۔ عقد نکاح حسب تصریحات فقہاء ضروریات بشریہ سے ہے جس سے انسان کسی عمر میں بھی مستغنی نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے کوئی مرتبہ باطنی بظاہری مانع۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور انکی متعدد اولاد بڑی بڑی عمروالی موجود تھیں۔ جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بہت بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی چھوٹی تھیں۔ ان سے نکاح کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوشی اس کو منظور فرمایا کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوا ام کلثوم و دشیزہ اور بہت چھوٹی عمروالی تھیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت سے سلسلہ قرابت حاصل کیا،
 ۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آخر ایام تک رہیں، اسی طرح حضرت سید احمد شہید
 رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ سرحد میں باوجود ضعیف العمری اور اعلیٰ درجہ کے عارت باللہ
 اور شیخ مشائخ طریقت اور قطب وقت ہونے کے ایک دہائیہ لڑکی سے شادی کی جس
 سے ایک بچی ہوئی تھی اور وہ بچی اور اس کی ماں بعد شہادت حضرت سید احمد شہید مرحوم
 باقی رہے اس قسم کی مثالیں اسلاف کرام میں بکثرت موجود ہیں۔ یہ اعتراضات بیوقوفی
 کے ہیں لوگوں کو ایسی تفویضات سے بچنا چاہئے اور اپنی عاقبت خراب نہ کرنی چاہئے۔
 فرمایا ۱۔ یہ دنیا دار امتحان ہے مہر اور استقلال ہی سے اس میں کامیابی
 ہے، خداوندی امتحانات میں پاس ہونے ہی کی نگر کرنی چاہئے وہ کریم کار ساز دیکھتا
 ہے سنتا ہے اسی شکوہ اور اسی سے داد و سی کی خواہش رکھنی چاہئے۔

فرمایا ۱۔ دنیا کی تکلیف بھی اور راحتیں بھی سب ناپائیدار ہیں، وعدہ
 ہیں، دائمی تکلیف اور دائمی راحت آخرت کی ہیں، آخرت کی دائمی تکلیف سے بچئے اور
 اس کی دائمی راحتوں کے حاصل کرنے کی فکر اور جدوجہد کرنی از بس ضروری ہے۔
 فرمایا ۲۔ صبر جمیل کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کو کیا
 گیا ہے اسی کا اقتدار ہم کو اور آپ کو کرنا چاہئے۔

فرمایا ۳۔ افواہوں اور خود غرضوں کا کبھی اعتبار نہ کریں اور جس قدر ممکن
 ہر ذکر و منکر میں وقت صرف کیجئے۔ انا جلیس من ذکر فی (جو مجھے یاد کرتا ہے
 میں اس کا ہم نشین رہتا ہوں) اور شاذ نبوی علیہ السلام راویہ من اللہ ہے اسکو غنیمت
 سمجھئے اللہ تعالیٰ کی مجالست کے برابر کس کی مجالست ہو سکتی ہے۔ پھر کیوں ہم عمر ضائع
 کریں۔

فرمایا ۴۔ افواہوں پر کان نہ دھرتا چاہئے ذکر پر مداومت کیجئے اس دنیا میں
 کون ہے جو سان ناس (لوگوں کی زبان) سے محفوظ رہا ہو۔

فرمایا :- افکار کو دل میں جگہ نہ دیجئے فکر ہو تو اللہ تعالیٰ کی خیال ہو تو
اللہ تعالیٰ کا، دھیان ہو تو اللہ تعالیٰ کا، روح اللہ قلب کو محبوب حقیقی کی محبت اللہ تعظیم
سے رنگے۔ اور اس کی یاد میں رنگین کیجئے۔

فرمایا :- طلبہ پر جس قدر شفقت ہو سکے عمل میں لائیے ان کو اپنی اولاد
سمجھئے اور مثل ماں باپ ان سے معاملہ کیجئے۔

فرمایا :- احادیث صحیحہ بتلاتی ہیں کہ مسلمان کیلئے دنیا کی تمام تکالیف
اس کے گناہوں کیلئے کفارہ اور باعث معافی ہوتی ہیں، بیاریوں کی وجہ سے
مسلمان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح پتہ جھڑ کے زمانہ میں درختوں سے
پتے جھڑ جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی علیہ السلام ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے
اس کو معائب میں مبتلا نہ رکھتا ہے اور جس قدر مسلمان کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں
زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ معائب میں مبتلا کیئے جاتے ہیں۔

فرمایا :- شدید تکالیف پر نہ صرف صبر جمیل (جس میں شکوہ شکایت نہ ہو)
پر اکتفا کریں بلکہ شکر گزار رہتے ہوئے اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو اور اس سے عفو
اور عافیت کے ہمیشہ طالب رہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو
اگر کسی جن مصیبت نہیں آتی تھی تو روتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج
میرا رب مجھ سے خفا ہے۔

فرمایا :- اتباع شریعت اور ذکر میں سعی بلیغ کا ہمیشہ خیال رکھیں، نماز
پہنچگانہ یا جماعت ادا کریں کبھی جماعت چھوٹنے نہ پائے۔

فرمایا :- یہ عمر عزیز اور اس کے لمحات نہایت بیش قیمت جواہر ہیں
ہم اپنی غفلتوں میں ان کو ضائع کر رہے ہیں جن کا خیا زہ بجز کف انوس ملنے کے اور
کیا ہو سکتا ہے اور کیا ہو گا جبکہ ہم کو کہا جائے گا۔

اولم نعوذکم ما یتذکر فیہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت

من تذکر و جاءکم التذییر۔ حاصل کر نیوالا اس میں نصیحت حاصل کرتا اور تمہارے پاس ڈرا نیوالا بھی آیا تھا۔

دوستوں اور احباب کی وجہ سے ان لمحات عزیزہ کو ضایع کرنا کس قدر بیوقوفی ہے سوچ کر اور غور کر کے اس کو سمجھئے، یہ جلسہ بازیاں اور ٹھکھیلیاں آج اچھی معلوم ہو رہی ہیں مگر موت کے قریب اور بعد موت اور ہزار لعنت بھیجی ہوں گی، ان میں جہاں تک ممکن ہو کی کیجئے، یہ جوانی کی عمر اور صحت ماضیہ نہایت عظیم الشان نعمت ہے، اس کو ضایع نہ ہونے دیجئے۔

نسر مایا :- آپ فرماتے ہیں کہ وہ کیا خاص عمل ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے ؟

جواب :- ذکر خداوندی، حدیث قدسی میں آیات انا مع العبد ما تحوکت بہا شفتاۃ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک اسکے ہونٹ میری یادیں ملتے ہیں) دوسری حدیث میں ہے انا جلیس من ذکرک فی (یعنی جو مجھ کو یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں)

نسر مایا :- آپ فرماتے ہیں کہ کس طرح دعا کرنے سے قبول ہوتی ہے دعا کرنا کس طرح کیلئے ؟

جواب :- تضرع اور زاری اور دل لگا کر مانگنے سے اور حلال مال اپنے اوپر صرف کرنے سے اور جلد بازی نہ کرنے سے، اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہونے سے۔

نسر مایا :- آپ فرماتے ہیں کہ وہ کیا عمل ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رزق بھیج دیتا ہے ؟

جواب :- کفران نعمت (یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کرنا اور ناشکری کرنا)

نسر مایا :- آپ فرماتے ہیں کہ وہ کیا عمل ہیں جن سے مال و دولت زیادہ

مفتاحی

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاہوری

رویدعات

بدعتی قیامت کے دن آبِ کوثر سے محروم رہے گا [حدیثیں ہیں:]

عن سهل بن سعد رضي الله
عنه قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم اني فرطكم
على المحوض من مرّ على شرب
ومن شرب لم يظمأ أبداً
ليردن على اقوام عرفهم
ويعرفوني ثم يحال بيني
وبينهم فاقول انهم مني
فيقال انت لا تدري ما احدثوا
بعدك فاقول سحقا سحقا
لمن غير بعدى ، متفق عليه
ر مشكوة شريف مش ٢٨٨ مش ٢٨٨
باب المحوض والشفاعة

یعنی حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئیگا وہ اس کا پانی پئے گا اور جو ایک بار پی لیگا پھر اسے کبھی پیاس نہ ہوگی، کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہونگے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائیگی میں کہوں گی یہ تو میرے آدمی ہیں جواب لیگا آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ایجاد کیا، یہ (شکر) میں کہوں گا شُکراً شُکراً، پھٹکا پھٹکا ران لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنوں کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی باتیں رچا دو کر لی ہیں وہ قیامت کے دن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو رشے محروم رہیں گے، اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے؟

(احکام امت اور امر بالمستقیم مت ۱۱)

غلامہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عمل حسب طرح ثابت ہو وہی
طرح عمل کرنا ہی اصل اتباع ہے اس کے خلاف طریقہ اختیار کرنا بظاہر وہ بڑا عمدہ
ہی دکھائی دیتا ہو مگر وہ شریعت میں مذموم ہی ہوگا، ایک حدیث میں ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک دعا
سکھلائی جس میں امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت
کے الفاظ ہیں، حضرت برادر رضی اللہ عنہ نے از روئے تعظیم نبی کے بجائے رسول کا
لفظ کہا یعنی نبیک الذی ارسلت کے بجائے رسولک الذی ارسلت
پڑھا تو آپ نے فوراً ٹوکا۔ ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ ہو نبیک الذی
ارسلت، یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔
قال البراء فقلت وبرسولک الذی ارسلت قال قطع عن یدک فی
صدری ثم قال ونبیک الذی ارسلت (ترمذی شریف مت ۳)
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے: لا یؤمن احدکم
حتی یکون ہواہ تبعاً لما جئت به یعنی تم میں سے کسی کا بھی ایمان قابل
ذکر نہیں جب تک کہ یہ صورت نہ ہو کہ اس کی چاہ (اس کا جذبہ اور رجحان خاطر) اس
(شریعت) کے تابع نہ ہو جسکو لیکریں آیا ہوں (شکوۃ شریف مت ۲ باب الاعتقاد)

قاضی شہداء اللہ پانی پتی ارشاد الطالبین میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ ان
القول لا یقبل ما لم یعمل به وکلاهما لا یقبل بدون النیۃ والعمل
والنیۃ لا تقبل ما لم یوافق السنۃ سخن مقبول نیست بدون عمل کردن و
ہر دو مقبول نیست بدون نیت و ہر کسہ مقبول نیست کہ موافق سنت نبی باشد
بقیہ مشہور

محمد ابو بکر غازی پوری

قسط نمبر ۳

محمد اجمل مفتاحی

حقیقۃ الفقہ پر ایک منظر

غیر مقلد عالم مولانا محمد یوسف جے پوری نے فقہ حنفی کی ہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے "حقیقۃ الفقہ" کے نام سے ایک سلفی و بدعت شکن کتاب نہایت قابلیت سے تحریر فرمائی تھی، مولانا جے پوری نے جس قابلیت سے اس کتاب کو تصنیف کیا تھا زمزم کے ناظرین کو رام اس کا نمونہ گزشتہ دو قسطوں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، مولانا جے پوری کی علمی قابلیت کا اظہار ان دو قسطوں میں اچھی طرح ہو چکا ہے، اور ناظرین کے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ مولانا جے پوری جن کو حنفی فقہ کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا شوق تھا، وہ عربی زبان کی معمولی شد بد سے بھی محروم تھے، معمولی معمولی عربی عبارت کا ترجمہ کرنے سے بھی وہ عاجز تھے، مگر جرات و ہمت کا عالم یہ تھا کہ وہ فقہ حنفی سے پنجہ آزمائی کر رہے تھے وہ ہی فقہ حنفی جس کے بارے میں میں اپنے درجہ کے اہل حدیث عالموں کا یہ اعتراف تھا کہ :

” اہل حدیث یا غیر مقلدین کے یہاں فقہ حنفی کو علوم میں بہت اونچا درجہ حاصل ہے ان کے مدرسہ میں یہ باتا عدہ پڑھائی جاتی ہے، ان کے نصاب تعلیم میں داخل ہے قدوری سے لے کر ہدایہ تک تمام کتابیں

بالا التزام طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں ان کے یہاں اسے مسائل کا
بہت بڑا ماتخذ سمجھا جاتا ہے وہ فقہ کے مسائل پر عمل کرتے ہیں
اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کیلئے اس کی تعلیم ضروری سمجھتے ہیں۔

(الاعتقاد ص ۱۱ کالم ص ۲ ۹ / فردی ص ۶۱۹۶)

اور جس فقہ حنفی کی مشہور ترین کتاب ہدایہ کے بارے میں میاں صاحب شیخ بھل
فی الملک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ :

”آخر عمر میں انھوں نے اپنے ذمہ صرف قرآن و حدیث اصول حدیث

اور ہدایہ کو خاص کر لیا تھا۔ (ص ۲۹۵ الحیات بعد الممات)

اسی فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مجھے پوری صاحب نے ”حقیقۃ الفقہ“ لکھی،

اگر مولانا بے پوری نے اس کی ہمت (اپنی انکی قابلیت کے بل بوتے پر جسکا
نمونہ زم زم کے قارئین گزشتہ دو قسطوں میں دیکھ چکے ہیں) کر ہی لی تھی تو اہل حدیث
ہونے کے ناطے یا مسلمان ہونے کے ناطے کم از کم امانت و دیانت کے گلے پر چھری پھرنے
سے تو پرہیز کرنا چاہئے تھا، سچائی کے ہتھیار بے یس ہو کر میدان میں کودتے، مگر

قارئین یہ جان کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ مولانا محمد یوسف بے پوری فقہ حنفی
کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا حوصلہ رکھنے والے اور حقیقۃ الفقہ لکھنے والے نے

اس کتاب میں کذب و دروغ گوئی بے ایمانی اور بددیانتی کا وہ مثالی ریکارڈ قائم
کیا ہے جس کی نظر خود دیتائے غیر مقلدیت میں ڈھونڈنے سے کم نظر آئے گی۔ آج

کی اس محبت میں ہم ناظرین کرام کو اسی کا تماشا دکھائیں گے۔ اس مختصر سے مضمون
میں مولانا بے پوری کی ایک ایک بات کا تو محاسبہ کرنا ممکن نہیں ہے مگر دیگ کے چند
دانوں سے پوری دیگ کی حالت کا اندازہ کر لینا کسی کم پڑھے لکھے اور معمولی انسان کے

لئے بھی مشکل نہیں ہوتا۔ میں قرآن کے الفاظ تلک حبشۃ کا مصلہ کو سامنے رکھ کر
دنیا سے غیر مقلدیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان دس مثالوں میں مولانا بے پوری کی دیانت

وامانت کو دلیل سے ثابت کر دیں۔

(۱) مولانا جے پوری لکھتے ہیں :

”امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں ، ص ۲۵۱ اور حوالہ

دیا ہے ، شرح وقایہ ص ۱۰۸ اور ص ۱۰۹ کا ۔

قارئین کرام شرح وقایہ کوئی نایاب نہیں ہر جگہ اور ہر مدرسہ میں دستیاب ہونے والی کتاب ہے ، میرا دعویٰ ہے کہ جے پوری صاحب نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے اور شرح وقایہ پر بہتان تراشی کی ہے ، مولانا جے پوری تو اس دنیا سے اپنے اچھے برے اعمال نامہ کے ساتھ جا چکے ، اب غیر مقلدوں کا کوئی عالم اٹھے شرح وقایہ سے اس کی اصل عبارت پیش کر کے میرے دعویٰ کو غلط ثابت کرے ۔

اگر کسی کو اس کا زعم ہے کہ یہ بات شرح وقایہ کے ترجمہ میں ہے ، تو عرض یہ ہے کہ شرح وقایہ کا وہ ترجمہ کس کا ہے اور مولانا جے پوری کی بات شرح وقایہ کی کس عبارت کا ترجمہ ہے ، وہ اصل عبارت شرح وقایہ میں کہاں ہے ؟ میں ہمدانی صدیقین رکھتا ہوں کہ کوئی غیر مقلد عالم اصل شرح وقایہ سے مولانا جے پوری کے اس سفید جھوٹ کو سچ نہیں ثابت کر سکتا ،

(۲) اسی شرح وقایہ کے حوالہ سے مولانا جے پوری نے یہ بات بھی لکھی ہے :

”حضرت ابن عمرؓ کا ارتقا فتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے“ (ایضاً)

میں قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا جے پوری کا یہ کلام بھی سو فی صد جھوٹ ہے اور کوئی غیر مقلد ہمت نہیں کرے گا کہ شرح وقایہ سے اصل عربی عبارت پیش کر کے مولانا جے پوری کو سچا ثابت کرے ۔

(۳) شرح وقایہ ہی کے حوالہ سے مولانا جے پوری نے یہ بھی لکھا ہے :

”حضرت علی کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے باطل ہے ۔

(شرح وقایہ ص ۱۰۹) ص ۲۵۱ ،

مولانا کا یہ کلام بھی دروغ بے فروغ ہے، شرح وقایہ میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے، اگر کسی میں ہمت ہو تو شرح وقایہ کی اصل عبارت پیش کر کے مولانا کو سچا ثابت کرے۔

(۴) مولانا جے پوری نے شرح وقایہ ہی کے حوالے سے یہ جھوٹ بھی گڑھا ہے، فرماتے ہیں، اذ اکبر الامام فکبروا الخ والی حدیث ضعیف ہے، (ایضاً) اور حوالہ دیا ہے شرح وقایہ منہ کا - ص ۲۵۱،

میں اہل علم حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ شرح وقایہ کھنگال ڈالیں انہیں مولانا جے پوری کی اس من گھڑت بات کا کہیں وجود نہیں ملے گا اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہو تو اصل عبارت پیش کر کے دکھلائے۔

یہ ایک موضوع سے متعلق ایک ہی - انس میں چار جھوٹ مولانا جے پوری کی علمی ثقافت و دیانت کا ایک عجیب و غریب نمونہ ہے، جس سے قارئین یقیناً حیرت زدہ ہوں گے۔

(۵) - مولانا جے پوری لکھتے ہیں :

.. انی وجہت الخ نماز کے اندر پڑھنا سنون ہے (ابو یوسف) شرح وقایہ ص ۹۲

مولانا نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف شرح وقایہ کے حوالے سے جو بات منسوب کی ہے اس کا اس شرح وقایہ میں کہیں وجود نہیں ہے۔ صاحب شرح وقایہ پر غلط الزام لگاتے ہوئے مولانا کو ذرا بھی شرم نہیں آئی، شرح وقایہ میں تو صاف صاف یہ لکھا ہے :

ثم یثنی ولا یوجه اراد بالثناء سبحانک اللہ الی آخرہ

والتوجه قرأۃ انی وجہت وجہی الایۃ بعد التحریمة (ص ۱۴۲)

یعنی تحریم کے بعد سبحانک اللہ والی دعا پڑھے انی وجہت وجہی والی دعا نہ پڑھے شرح وقایہ میں صرف یہی ایک قول مذکور ہے، مگر مولانا جے پوری دن کے اجالے میں

یہ سفید جھوٹ بول رہے ہیں کہ شرح وقایہ میں یہ لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کا قول ہے کہ
انی وجہت والی دعا نمازیں پڑھنا مسنون ہے۔

کیا اہل حدیث علماء اخلاق و کردار کی اس سطح پر اتر آئے ہیں کہ صریح دروغ
گوئی میں بھی ان کو شرم نہیں آتی۔

مولانا جے پوری نے اس مسئلہ کیلئے نیتہ المصلیٰ کا بھی حوالہ دیا ہے، مگر انکی
خیانت یہ ہے کہ نیتہ المصلیٰ میں جو اصل مسئلہ ہے اس کا اظہار کیا ہے، اور جو امام
ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہے صریح اس کو ظاہر کیا ہے دوسری خیانت
یہ کہ اس کی نسبت امام ابو یوسف کی طرف اس طرح کی ہے کہ گویا نیتہ میں
یہ تصریح ہے کہ امام ابو یوسف نے انی وجہت وجہی کہنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

نیتہ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے :

ثم يقول سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْحَيُّ

پھر نماز پڑھنے والا سبحانک اللہم را آخر تک پڑھے گا۔

وَيَقُولُ اِنِّى وَجْهَتُ وَجْهًى الْحَيُّ عِنْدَ اِنِّى يَوْسُفُ

اور انی وجہت وجہی والی دعا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک جو اصل مسئلہ ہے وہ سبحانک اللہم پڑھنے کا ہے، امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ انی وجہت والی دعا کو مبہر اور افضل قرار دیتے ہیں، اس کا یہ مطلب

نہیں ہے کہ سبحانک اللہم پڑھنا ان کے نزدیک مسنون نہیں ہے اور انی وجہت والی دعا

پڑھنا مسنون ہے، بلکہ مسنون دونوں ہی رہائیں ہیں اسلئے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے دونوں ہی دعائیں منقول ہیں البتہ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک سبحانک اللہم

پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اور امام ابو یوسف کے یہاں انی وجہت والی دعا پڑھنا افضل ہے

(۶) مولانا جے پوری یہاں شرح وقایہ اور نیتہ سے یہ مسئلہ نقل کرتے ہیں :

صبح کی نفل کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے (رم ۲۵۳)

حالانکہ یہ بھی مولانا کا سفید جھوٹ ہے، اس طرح کا کوئی مسئلہ ان تینوں کتابوں میں سے کسی میں بھی منقول نہیں ہے، بلکہ ہدایہ میں تو صاف صاف لکھا ہے۔

واذا فاتتہ رکعتا الفجر لا یقضیہما قبل طلوع الشمس

لانہما یبعثی نفلاً مطلقاً وہو مکروہ لا بعد الصبح -

یعنی اگر مصلیٰ سے فجر کی سنت چھوٹ جائے تو طلوع آفتاب سے پہلے اس کی قضا نہیں کرے گا اس لئے کہ اب یہ دو رکعت محض نفل ہیں اور نفل پڑھنا صبح کی نماز کے بعد مکروہ ہے۔

اس صراحت کے باوجود جے پوری صاحب ہدایہ کی طرف یہ بات منسوب کر رہے ہیں کہ صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے، آخر جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے۔

اور شرح وقایہ میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے

وان فاتت سنة الفجر فان فاتت بدون الفرض لا یقض

قبل طلوع الشمس وکن ابعداً للطلوع -

یعنی اگر فجر کی سنت فوت ہو جائے تو اگر یہ سنت بلا فرض کے فوت ہوئی ہے (یعنی فرض تو پڑھ لیا ہے مگر فجر کی سنت چھوٹ گئی ہے) تو نہ اس سنت کی آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے قضا کرے گا نہ طلوع ہونے کے بعد۔

شرح وقایہ میں تو صاف صاف یہ لکھا ہے مگر جے پوری صاحب وہ بات کہہ رہے ہیں جو میں نے ابھی ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

شرح وقایہ اور ہدایہ کے بارے میں مولانا جے پوری کی اس غلط بیانی کے بعد یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ منیہ کے بارے میں بھی مولانا نے جھوٹ بولا ہوگا بلکہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ منیہ کا حوالہ بھی مولانا نے غلط دیا ہے، منیہ المصلیٰ میں اس مسئلہ کا وجود ہی نہیں ہے، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو منیہ سے یہ حوالہ عربی عبارت کے ساتھ نقل کر کے دکھلا دے۔

(۷) مولانا یوسف صاحب لکھتے ہیں :

.. در بیان قصدہ سے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں مفاۃتہ نہیں (ہدایہ) .

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کے جھوٹ کا اعلیٰ شاہکار ہے کوئی بھی غیر مقلد مولانا کی اس بات کو ہدایہ کی اہل عزلی وباد نقل کیے پر ثابت نہیں کر سکتا، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو آگے بڑھے اور یہ کارنامہ انجام دے ۔

ہدایہ میں مسلی کے رکعت پوری کرنے کے بعد کھڑے ہونے کی کیفیت کے بیان میں یہ ہر احوالہ مذکور ہے ۔

ولا یعتمد بیدایہ علی الاراض

یعنی زمین پر ٹیک لگا کر نہ کھڑا ہو ۔

اور قعدہ ادائی کے بعد مسلی کیا کرے تو صرف اتنا لکھا ہے :

فاذا کان وسط الصلوۃ خفض اذا فرغ من التشہد ۔

یعنی وسط صلوۃ میں تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے ۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی فیکٹری میں جھوٹ کس طرح تیار کیا

جاتا ہے ۔

(۸) مولانا جے پوری ہدایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

انگلی سے حرکت دینا بھی جائز ہے (ہدایہ ص ۲۹۶)

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کی سراسر غلط بیانی ہے، ہدایہ میں پورے تشہد کا بیان آپ پڑھ جائیے اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان آپ کو نہیں ملے گا ۔

(۹) مولانا جے پوری شرح وقایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

تین سیل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے (حقیقۃ الفقہ ص ۲۵۵)

مولانا یوسف جے پوری کا یہ بھی دروغ بے فروغ ہے، شرح وقایہ کا ایک ایک

صفحہ آپ پڑھ ڈالئے آپ کو کہیں ایسی عبارت نظر نہیں آئے گی جس کا یہ ترجمہ یا مطلب ہو

شرح وقایہ میں وضاحت کے ساتھ سفر شرعی کی مقدار جس میں قصر جائز ہے تین شب و روز کی اور سچا چال کی مسافت بتلائی گئی ہے۔

(۱۰) مولانا جے پوری نے ہدایہ، شرح وقایہ اور منیۃ المصلیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے
 ”وتر ایک رکعت بھی ہے۔“ (ص ۲۵)

مولانا جے پوری سے خدا سمجھے جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی وتر کے سلسلہ میں جو بات مولانا نے نقل کی ہے، ان تینوں کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی اس کا نام و نشان نہیں، کاش مولانا جے پوری میں ذرا بھی خدا کا خوف ہوتا تو ایک سانس میں تین تین جھوٹ نہ بولتے، قارئین کرام ہدایہ میں وتر کے بارے میں جو بات مذکور ہے وہ یہ ہے۔

الوتر ثلاث رکعات لا یفضل بیدنہن اسلام لہما ردت حالۃ
 انہ علیہ السلام کان یوتر بثلاث وحکی الحسن اجماع المسلمین
 علی الثلاث۔

یعنی وتر تین رکعت ہے سلام سے فصل نہیں کیا جائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، اور حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
 ہدایہ میں یہ لکھا ہے اور مولانا کی گل افشانی وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا، اور شرح وقایہ میں بھی صاف لکھا ہے۔

الوتر ثلاث رکعات وتر تین رکعت ہے۔

اور منیۃ المصلیٰ میں بھی یہی لکھا ہے منیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

الوتر ثلاث رکعات یقرأ الفاتحۃ والسورۃ فی جمیع
 رکعاتھا ویقنت فی الثالثۃ قبل الركوع (ص ۱۱۴)

یعنی وتر تین رکعت ہے، تمام رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت

پڑھی جائے گی اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھے گا۔

ہم حیران ہیں کہ کتاب و سنت کا نام بیٹے والے اور اپنے کو اہلحدیث کہلوانے کا شوق رکھنے والے لوگ بھی کذب و دروغ گوئی میں اس قدر جرأت کا ثبوت دیں گے اور نہ بھی ان کتابوں کا نام لے لے کر جو عام طور پر مستداول ہیں اور کوئی شخص بھی انکے صدق و کذب کو معلوم کرنے کیلئے بہت آسانی سے ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ یہ تو میں نے ایک مضمون کے پیش نظر صرف دس مثالیں پیش کی ہیں اور نہ اس کتاب میں اس طرح کی کذب بیابان بہت ہیں، اور کتاب کی اس قدر قیمت کے باوجود اہلحدیث حلقوں میں اس کی پذیرائی کا عالم یہ ہے کہ اس کے ایڈیشن پرائڈیشن شائع ہو رہے ہیں اور فقہ حنفی کی نامہواری ظاہر کرنے کے لئے اس کتاب کو اہلحدیث دنیا کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدوں اور اہلحدیث کہلانے والوں میں علم کے فقدان کا حال کیا ہے کہ ان کا اعتماد مولانا جے پوری جیسے کم علم اور غیر فقیہ عالم کی کتاب "حقیقۃ الفقہ" پر باقی رہ گیا ہے۔ وہی ذلتِ عبودۃ لا دلی الا بصار۔

ناظرین کرام اگر آپ نے اس مضمون کو سمجھ لیا ہے تو آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ مولانا جے پوری نے ان دس مسئلوں کے حوالوں میں دیانت و امانت کا گھلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے اور جن کتابوں کی طرف ان دس مسئلوں کا نسبت کی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے مگر آج بھی غیر مقلدوں کی شرم و حیا اور عناد و تعصب کا عالم یہ ہے کہ اس حقیقت کے واشگاف برجانے کے باوجود بھی کہ مولانا جے پوری نہایت غیر ثقہ عالم تھے، جھوٹ بولنے میں ان کو ذرا بھی باک نہیں تھا علم کی پونجی سے وہ محروم تھے، تقویٰ و ورع سے کوسوں دور تھے ان تمام حقائق کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی ایک غیر مقلد ڈاکٹر صاحب انکی اور انکی اس کتاب "حقیقۃ الفقہ" کی تعریف میں یوں لب کشا ہیں :

۔ مولانا جے پوری رحمہ اللہ ایک صاحب نظر عالم اور فقہ حنفی کی
 ناہمواریوں سے واقف تھے انھوں نے ان مآخذ کی ایمانداری کے
 ساتھ مطبع رسال طباعت کی تئذ ہی فرمائی جہاں سے مقدمہ اور
 درنوں حصوں کے مسائل اخذ کئے تھے ۔ (مقدمہ فہمیر کا بھران)

اگر ایمانداری اسی کا نام ہے جس کا نمونہ مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں
 پیش کیا ہے تو ایمانداری کا لفظ لغت سے ختم کر دینا چاہئے، اور اگر صاحب نظر عالم
 مولانا جے پوری ہی جیسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو عداوت، عام فہم جباروں کا صحیح
 ترجمہ بھی نہ کر سکیں تو مبارک ہے وہ جماعت بس میں ایسے صاحب نظر عالم پیدا ہوتے
 ہیں۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
 جو چلے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

صفحہ ۶۷ کا بقیہ :

بیٹا ۔ اتنی معمولی بات ہمارے پی ایچ ڈی رضا اللہ مبارکپوری صاحب کو سمجھ میں
 نہیں آئی ۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے اصول الشاشی دیکھا ہی نہیں ہوگا، ادھر ادھر کی سنی سنی
 بات پر حنفیوں کے خلاف زہر اگلا ہے ۔

بیٹا ۔ کہیں انھوں نے مولانا اسماعیل سلفی پاکستانی کی بات تو نہیں چرائی ہے، انھوں
 نے حوكة الانطلاق الفکری میں ایسا ہی کچھ لکھا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

اخلاص نیت

صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کر دے اس نیت سے کر دے کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے۔ دنیا کا نفع اور شہرت اور نام و نمود مقصود نہیں ہے آخرت کو سنبھالنے کے لئے کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جاوے۔

اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا **اخلاص کی ضرورت** یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا۔ تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہوگی یا دشمنوں کی اینٹوں سے نجات ہوگی یا احتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیروں کو اسلئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات اخلاص

سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے کیونکہ شیطان کا ریاکاری پر ڈالنا ہے اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل ہونے نہیں دیتا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ خدائے وحدہ لا شریک کیلئے صاحب اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہو کہ خدا اس سے راضی ہے۔

(ترغیب عن الحاكم علی شہدائین)

حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاص۔ (الترغیب)
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ نصیحت فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (ترغیب عن الحاكم)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو بعض صحابہ سے بڑا سمجھا جو مجھ سے کم تھے، اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس امت کی مدد اس امت کے ضعیفوں کی دعا اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیے، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور شہرت دونوں چاہتا ہے اس کیلئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ نہیں۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا پھر آپ نے فرمایا کہ بیشک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو فالص

اسی کے لئے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو۔ (ترغیب)

حضرت حجابہ بن العامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کر دیا جائیگا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوسلمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے جس نے اپنی تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اٹھایا ہو۔

بہر حال اخلاص سب چیزوں سے اہم، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ ہی نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو اس کو یہ بھی کہنا پڑا مگر تیرے مخلص بندوں کو میں نہ بہکا سکوں گا۔

(سورہ حجر وغیرہ)

جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کی کرے، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ یا نفس اخلاصی محتلاصی۔ اے نفس! اخلاص کا خیال رکھ تاکہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات دکھاوے کی مذمت

خداوندی مقصود نہ ہوگی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود

ہوگا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھیں جس سے

شہرت ہو۔ ان کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ بزرگ جان کر ہیہ دیں۔
اچھے اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیرہ الک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ ادھار ہے۔ اسلئے
اگر کوئی شخص صرف رضائے خداوندی کو مقصود بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے
اور طرح طرح کے مکرو فریب پھیلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا
سب زرائع کے بعد جاتا ہے اور اس کے نبات پالنے کے لئے بڑی جدوجہد اور بڑے
اہتمام کی ضرورت ہے۔

مستند احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر چھوٹے
(شرک) کا خوف کرتا ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا، ”دکھاوا،
(مشکوۃ المصابیح)

حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس
نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھائے کا صدقہ کیا اس نے
شرک کیا۔ (رواہ احمد)

ایک بار شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے عرض کیا گیا آپ کس
وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنی تھی اس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں
اپنی امت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ یہ سن کر
میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں پھر فرمایا
خبردار وہ سودج اور چاند کو نہ پوچھیں گے اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے لیکن
اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے۔ اور چھپی شہوت یہ ہوگی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ

رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

دنیا میں ذلت | حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کر دے گا اور اس کو ذلیل و حقیر کر دے گا۔ (ترغیب)

آخرت میں رسوائی | حضرت ابو ہند دارمی کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جو شخص دکھا دے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریا کار ہے) اور مشہور کر دے گا کہ یہ شہرت کے لئے عمل کیا کرتا تھا۔ (ترغیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کر لیا تو اس کو مع اس کے عمل کے چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ میں اس سے بری ہوں۔ اور وہ عمل اسی کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن المسلم)

دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز، روزہ اور خیرات مت کرو۔ اس طرح چپکے سے مدد کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اسکی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو، جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگلاں میں بھی خدا کی رضا مندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئیگی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہو گا تو نماز بھی ٹھیک لگی تو ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا خوب سمجھ لو۔

فائدہ:۔ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

محمد اجمال مفتاحی

مولانا محمد عبدالرحمن متیم جدہ

قسم کے بارے میں نبوی ہدایات

(۱) جھوٹی قسم کا انجام | السُّوَالُ :- ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا حق جھوٹی قسم کھا کر حاصل کر لیا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیں گے اور اس کیلئے جہنم کا فیصلہ ہو گا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ حق معمولی قسم کا ہو تب بھی ہر نماز ہو گا؟

الجواب :- قَالَ وَإِنْ كَانَ قَضِيًّا مِنْ آدَائِكَ - (مسلم)
فرمایا اگرچہ یہ حق مسواک کی لکڑی ہی کیوں نہ ہو

تشریح :- معمولی اور بے قیمت چیزوں کا بغیر اجازت لین دین اسلامی معاشرت کا طور طریقہ ہے اس پر شریعت کی کوئی گرفت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان اس کو منع کرتا ہے۔

لیکن یہی حقیر و معمولی چیز اگر جھوٹی قسم کے ساتھ حاصل کی جائے کہ یہ میرا حق ہے حالانکہ وہ اس کا حق نہ تھا تو پھر بات بہت دور تک چلی گئی اور جھوٹا آدمی اس انجام تک پہنچ گیا جس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جواب عالی میں کیا ہے۔ اَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْهُ۔
ایسے عمل کو استیصال باسماۃ اللہ کہا جاتا ہے اللہ کے پاک ناموں کی

توہین کرنا) جو کفر کی ایک قسم ہے۔

قسم کا کفارہ (۲) السَّوَالُ :- ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات دیر تک رہا پھر اپنے گھر آیا تو بچوں کو سوتا پایا گھر والوں نے کھانا پیش کیا، بچوں کو بھوکا سوتے دیکھ کر قسم کھایا کہ میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ پھر کچھ دیر بعد ارادہ کر لیا اور کھانا کھایا، دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا اور قسم کا مسئلہ دریافت کیا؟

الجواب :- فَقَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِهَا وَلْيُكْفِرْ عَنْ يَمِينِهِ (مسلم)
فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھالے اور پھر اس کے خلاف کو بہتر سمجھے تو اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

تشریح :- ہر معاملہ میں قسم کھانا اچھا عمل نہیں، زیادہ قسم کھانے والے کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے وہ اور اس کی بات عام لوگوں میں بے وقعت ہو جاتی ہے۔
شدید ضرورت پر جہاں حق فوت ہو رہا ہو تو ایسے موقعوں پر قسم کھانی جائز ہے تو اور بات ہے۔

تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مفید مشورہ غایت فرمایا کہ کسی بات پر قسم کھالی گئی اور بعد میں احساس ہو یا یہ بات مناسب نہ تھی دوسری بات ہی بہتر ہے تو دوسری بات اختیار کر لی جائے، اس عمل کو قسم توڑنا کہا جاتا ہے پھر قسم توڑنے پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے۔

قسم کا کفارہ دس فقیروں کو دو دو وقت مناسب کھانا کھلایا جائے یا انکو پورے جسم کا لباس دیا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے اگر یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے جائیں یہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔ (المائدہ آیت ۸۹)

ملحوظ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مفید مشورہ جائز قسموں میں تھا اگر کوئی

نا جائز اور حرام قسم کھالے مثلاً ماں باپ سے بات نہ کروں گا یا زکوٰۃ ادا نہ کروں گا یا شراب استعمال کروں گا یا قلاں کو ذیل رد سوا کروں گا وغیرہ تو ایسی قسموں کا فوری توڑ نا واجب ہے، قسم پوری کرنا حرام ہے اور پھر کفارہ بہر صورت دینا ہوگا۔

حضرت مالک بن فضالہؒ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے چچا زاد بھائی کے ہاں جاتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں لیکن نہ تو وہ مدد کرتا ہے اور نہ وہ رشتہ داری کا حق ادا کرتا ہے۔

پھر وہ کبھی میرے تعاون کا محتاج ہوتا ہے اور میرا تعاون چاہتا ہے میں نے قسم کھالی ہے کہ نہ اس کو کچھ دوں گا اور نہ رشتہ داری کا حق ادا کروں گا۔ آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اپنی قسم توڑ دوں اور قسم کا کفارہ ادا کروں۔ (مسند احمد) خلاصہ یہ ہے کہ جائز اور حلال قسم کو توڑنے کا آپؐ نے مشورہ عنایت فرمایا جب کہ دوسری چیز بہتر معلوم ہو، لیکن جائز اور حرام قسم کھانے پر قسم کو فوری توڑ نا واجب ہے اور پھر اس کا کفارہ بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

(۳) ایک جائز قسم | **السؤال :-** حضرت سوید بن خنظلہؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں اپنی قوم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر دونوں نے آپؐ کا ساتھ دینا طے کیا اور چل پڑے راہ میں حضرت وائل بن حجرؓ کے دشمنوں نے انہیں پکڑ لیا، وائل بن حجرؓ کی قوم نے اس طرح قسم کھانے میں گناہ خیال کیا کہ وائل بن حجرؓ کا اپنا بھائی ہے۔ لیکن حضرت سوید بن خنظلہؓ نے قسم کھالی کہ وائل میرا بھائی ہے، دشمنوں نے وائل بن حجرؓ کو چھوڑ دیا، پھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے بارے میں دریافت کیا گیا ؟

الجواب :- فَقَالَ أَنْتَ أَيْرُهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

(مسند احمد)

فرمایا اے سوید تم اپنی قوم میں زیادہ احسان کرنے والے اور زیادہ راست باز ہو۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہوا کرتا ہے۔

تشریح :- مذکورہ واقعہ میں وائل بن حجرؓ کا نسبی رشتہ ثابت کرنا تھا کیونکہ یہاں میراث کی تقسیم کا مسئلہ تھا اور حسب نسب کا معاملہ تھا، قوم اور جماعت کا معاملہ تھا، حضرت وائل یقیناً قوی بھائی تھے اور اس سے بڑھ کر اسلامی بھائی تھے قرآن حکیم نے تمام مسلمانوں کو بھائی قرار دیا ہے۔ اِحْتَمًا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (الحجرات آیت ۱۰) اس لحاظ سے اگر یہ قسم کھالی جائے کہ وائلؓ میرا بھائی ہے تو گناہ کی بات نہ تھی چنانچہ جب سوید بن حنفہؓ نے وائلؓ کو اپنا بھائی قرار دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو سراہا اور سوید کی نیکی و صداقت کی شہادت دی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی خرد کے شر سے بچنے کیلئے اپنی بیوی سیدہ سارہؓ کو اپنی بہن کہا تھا۔ (بخاری)

لہذا اگر مسلمان کسی مسلمان کو اپنا بھائی کہے تو خلافت حقیقت نہ ہوگا۔
(۴) **فصول اور بے مقصد قسم** | السُّوَالُ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی عورت کا مسئلہ دریافت

کیا گیا جس نے بیت اللہ شریف برہنہ سر پیدل جانے کی نذر مانی ہے؟
الجواب :- فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْكَبَ وَتَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔ (مسند احمد)
آپ نے اس عورت کو حکم دیا کہ وہ سحری پر جائے (اور زندہ کفارہ تین روزے رکھے۔

تشریح :- بخاری و مسلم کی روایت میں عقبہ بن عامرؓ کی بہن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایسے ہی نذر مانی تھی اور مسند احمد کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ وہ پیدل چلنے پر قادر نہ تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
إِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أَحَبِّكَ فَلْيَتْرَكْ وَالْعَهْدُ بَدَائِكَ۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ تمہاری بہن بیت اللہ تک پیدل جائے
اسکو چاہئے کہ سواری پر جائے اور ایک اونٹ کفارہ دیدے (اور یہ کفارہ اپنی
نذر توڑنے کا ہے)

اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے
تھے ایک دیہاتی مسلمان کو دیکھا کہ وہ دھوپ میں کھڑا ہے (جبکہ سایہ موجود تھا)
آپؐ نے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟
اس نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک آپ خطبہ دیتے رہیں گے میں
دھوپ میں کھڑا رہوں گا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی نذر ہے؟ نذر تو ان چیزوں میں مانی جاتی ہے
جس اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کی جائے۔
(مسند احمد)

دھوپ میں کھڑا رہنا نہ عبادت ہے نہ ریاضت (مجاہدہ) بلکہ اپنے آپ کو
ایذا دینا ہے جس سے کچھ حاصل نہیں لہذا آپؐ نے ان کی نذر کو فضول قرار
دیا اور توڑ دینے کا مشورہ دیا۔

اسی قسم کا ایک تیسرا واقعہ بھی ہے آپؐ نے ایک ضعیف ناتوان بوڑھے
کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے، آپؐ نے دریافت
فرمایا انکو کیا ہو گیا؟

لوگوں نے کہا بڑے میاں نے پیدل چلنے کی نذر مانی تھی وہ پوری
کی جا رہی ہے۔

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ کوئی اپنے نفس کو
ایذا دے لے۔ (بخاری)

ایک چوتھا واقعہ یہ بھی ملتا ہے کہ آپؐ نے دو شخصوں کو دیکھا کہ بے چلے

۲۵
محمد اجمال مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

اخلاقی امراض کا شرعی علاج

لمبی امیدیں باندھنا

”طول امل“ قلبی اور اخلاقی امراض میں سے ایک بہت برا اور مہلک مرض ہے۔ ”طول امل“ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان لمبی لمبی امیدیں باندھے، اس کے قلب میں اونچی اونچی تمنائیں پرورش پاتی رہیں، آخرت کا خیال بھی اس کے دل میں نہ گزرے، دنیا کی حرص و آرزو اسے آخرت سے بے پرواہ کر دے، آرزوؤں اور تمنائوں کا وہ ہمیشہ ایک تیا محل تیار کرتا رہے، موت کب آدبوچے اس کا خطرہ بھی اس کے دل میں نہ گزرتا ہو۔

طول امل کا شکار وہ آدمی ہوتا ہے جس کے قلب پر دنیا کی محبت چھائی ہوئی ہے اور آخرت کا تصور اسے چھو کر بھی نہیں گزرتا، جو اپنی حقیقت سے جاہل رہتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، اور نہ یہاں کی کسی چیز کیلئے دوام اور ثبات ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”طول امل کا وہ سبب ہوتا ہے، ایک دنیا اور آخرت کی حقیقت سے ناواقفیت اور دوسرا دنیا کی محبت، دنیا کی محبت میں جب انسان دنیا کی لذتوں سے مانوس ہو جاتا ہے اور ہلکا مزہ چکھ لیتا ہے اور دنیا کے علائق جب اسے گھیر لیتے ہیں تو اس سے چٹکارا مائل کرنے میں اس کے

دل پر بڑا بوجھ پڑتا ہے، آدمی اس وقت موت کے خیال سے غافل ہو جاتا ہے
 حالانکہ دنیاوی علائق سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ
 آخرت اور موت کا اسے دھیان رہے، اور چونکہ انسان باطل تمناؤں میں
 مست رہتا ہے اسلئے وہ خود کو ہمہ وقت ان باطل تمناؤں اور غلط اُردو
 میں ڈالے رہتا ہے جو اسکے موافق مطلب ہوتی ہیں، (را حیار العلوم ص ۳۸۹)
 یعنی طول اہل انسان کو صرف دنیا کا بندہ بنا کر چھوڑ دیتا ہے، اسکی نگاہ آخرت کی طرف
 نہیں اٹھتی اور کبھی کسی وجہ سے آخرت کا اس کے قلب میں کوئی خطرہ گزرا بھی تو وہ مال مٹول
 سے کام لیتا ہے، اس کی طرف سے اپنا دھیان ہٹاتا ہے، اور خود کو دھوکا میں ڈالے
 رہتا ہے کہ ابھی وقت بہت ہے پھر کسی وقت کوئی بھلا اور نیک کام کر لیں گے، ابھی عمر کا
 ایک بہت بڑا حصہ باقی ہے فلاں فلاں کام پورا ہو جائے تو آخر دی امور کی طرف توجہ
 کی جائیگی، اور پھر اچانک موت کا فرشتہ آپہونچتا ہے، اور دنیا کی زندگی تمام ہو جاتی
 ہے اور جیب آخرت کا سفر شروع ہوتا ہے تو اس کا توشہ زاد آخرت سے بالکل خالی ہوتا
 ہے۔ اسکے پاس عمل کی کوئی پونجی نہیں ہوتی ہے، امیدوں کے سارے قلعے مسمار ہو جاتے
 ہیں اور ساری تمنائیں آدمی کے گلے کا عذاب بنی اس کے ساتھ جاتی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

• طول اہل کے مریض پر اگر کبھی موت کا خطرہ گزرتا بھی ہے اور وہ موت
 کی تیاری کیلئے کبھی سوچتا بھی ہے تو وہ مال مٹول سے کام لیتا ہے، اپنے
 نفس کو فریب دیتا ہے اور جو بڑے وعدوں میں رکھتا ہے، وہ اپنے جیب سے
 کہتا ہے ابھی جلدی کیا ہے، سارا وقت تو پڑا ہی ہے جب تیری عمر کچھ
 ڈھلے گی تو تو یہ کام کر لے گا، اور جب عمر ڈھلنے کے قریب پہنچتی ہے
 تو کہتا ہے کہ بڑھاپے میں بھی یہ کام ہو سکتا ہے، اور جیب بڑھاپا آجاتا ہے
 تو کہتا ہے کہ ابھی جلدی کیا ہے اس گھر کی تعمیر سے فارغ ہو لوں، اس

زمین سے پیٹ لوں، اس بھر سے واپس ہوں، اس لڑکے کا شادی بیاہ
 کروں، خدا اپنے لڑکوں کے گھر کا انتظام کر لوں، یا ذرا اپنے فلاں دشمن
 سے سمجھ لوں غرض وہ یوں ہی اپنے نفس کو دھوکا دیتا رہتا ہے اور جھوٹے
 وعدہ کرتا رہتا ہے۔ اور تو یہ کام لڑتا رہتا ہے۔ آخرت کے کام کیلئے اسکو
 فرصت کا ایک لمحہ میسر نہیں ہوتا وہ ایک کام سے فارغ ہوتا ہے کہ
 دوسرے کام سے آپٹتے ہیں، اور یوں اس کا ایک ایک دن گزرتا جاتا ہے
 اور ایک کام کے بعد دوسرا کام اسکی جان کو گھیرے رہتا ہے اور آخر کار وہ
 ایک رذروت کے منہ کا لقمہ بن جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ان باتوں کی تصدیق خود ہماری زندگی کرتی ہے، ہماری
 زندگی کے اوقات کا بیشتر حصہ دنیاوی کاموں کی نذر ہوتا ہے، دنیا کے پھیلے چاروں
 طرف سے ہمیں گھیرے ہوئے ہیں، دنیا کے نفع و نقصان کی فکر کا بندھن ہمارے
 دل و دماغ کو کسے رہتا ہے آخرت کا خیال کبھی آیا بھی تو بس سرسری سا، گویا ہوا کا
 ایک جھونکا تھا جو آیا اور چلا گیا۔ ہمیں آخرت کے کام کیلئے کوئی فرصت نہیں ملتی اس کیلئے
 نفس ہزار بہانے ڈھونڈتا ہے، آج کل کا وعدہ ہوتا رہتا ہے اور ان وعدوں کے پورا
 ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی کہ زندگی کا دن پورا ہو جاتا ہے۔

ایسا بہت کم دیکھنے کو ملا ہے، کہ دنیا میں جو جکڑ گیا ہو وہ اس کے چگل سے
 آسانی سے نکل جائے، وہ آخرت کے کام کیلئے فرصت کے لمحہ کا منتظر رہتا ہے، اور یہ لمحہ
 اسے کبھی میسر نہیں آتا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ساتھ اس آدمی کا علاوہ اور تعلق

اور بڑھتا اور قوی ہوتا رہتا ہے، یہ بس خیال ہی ہے کہ دنیا میں رہے

رہنے والوں کو فکر آخرت کیلئے کبھی فرصت میسر ہوگی، (احیاء المیتہ ص ۳۹۰)

بہت ہی اور حاکم کی ایک روایت میں ہے:

التودثة في كل شئ خير الا
 في عمل الاخرة -
 یعنی ہر چیز میں جلدی نہ کرنا بہتر ہے اسکا
 آخرت کے کام کے رکھیں جلدی ہی بہتر ہے)

دنیا کی حرص جس آدمی میں زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس کا نفس آسودہ ہونے
 کی نعمت سے محروم رہتا ہے اس کے دل میں ہر وقت ایک تمنّا پر مدّش پاتی ہے، نئی
 نئی حرص جنم لیتی ہے، بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت حضرت عبداللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک خطّ چوکور کھینچا، اور اسکے بیچ میں ایک
 دائرہ سے نکلتی ہوئی ایک لکیر کھینچی، اور بیچ کی لکیر کی جانب آپ نے بہت سی چھوٹی
 چھوٹی ٹیکریں کھینچیں، پھر آپ نے فرمایا، یہ انسان ہے اور یہ موت اسکو چاروں طرف سے
 گھیرے ہوئے ہے، اور یہ جو خطّ باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے، اور یہ چھوٹی چھوٹی
 لکیریں یہ دنیا کی آفات و عوارض ہیں، اگر آدمی اس سے بچتا ہے تو وہ اس کی نوجہتی ہیں
 اور اگر اس سے بچتا ہے یہ اسے نوجہتی ہیں۔

یعنی انسان کو موت چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، انسان کا اس سے
 چسکا راپا ناممکن نہیں وہ کبھی بھی اور کدھر سے بھی آسکتی ہے، لیکن آدمی کا عالم یہ ہے کہ
 وہ اس سے بے خبر اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کی تکمیل میں کچھ یوں بدحواس سا رہتا
 ہے کہ موت کے دن کیلئے کسی تیاری کا اسے موقع نہیں مل پاتا ہے۔ مال و دولت کی
 خواہش، عزت و جاہ کی تمنّا، اقتدار و سلطنت کی آرزو، قیادت و منصب کا خیال، شہور
 ہو جانے کی ہوس، نام و نمود کی حرص اور اس طرح کی ہزاروں خواہشوں کا اس کا دل
 آماجگاہ بنا رہتا ہے، اور دنیا کی تعمیر کی فکر آخرت میں گھر بنانے کے خیال سے اسکو
 باز رکھتی ہے۔

انسان جب موت سے غافل ہو جاتا ہے تو اس میں بطول اہل کا مرض بھی پیدا
 ہو جاتا ہے گویا اس مرض کا ایک بڑا سبب موت سے غفلت ہے۔

متعدد احادیث میں اس مرض کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے دنیا کی ناپائیداری اور اس جہان کی بے ثباتی کا ذکر فرمایا ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ کا ایک لمحہ بھی موت کی یاد سے غافل ہو کر نہیں گزرتا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید نے زید بن ثابت سے ایک ماہ کے قرض پر ایک باندی خریدی، حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ جب اسکی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہو رہا ہے کہ اسامہ نے ایک مہینہ کی مدت کے قرض پر باندی خریدی ہے! یقیناً اسامہ بڑی امید والے ہیں (یعنی انکو یہ امید ہے کہ وہ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری آنکھ جیب جھپکتی ہے تو مجھے اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ میری پلکیں ملنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لے گا، اور میں جب منہ میں لقمہ ڈالتا ہوں تو مجھے خوف لگا رہتا ہے کہ لقمہ نگھلنے سے پہلے ہی میری موت آجائے گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! اگر تمہیں عقل ہے تو تم اپنے کو مردہ شمار کرو اس لئے کہ جس کا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا یعنی موت آکر رہے گی، تم اس سے بچ نہیں سکتے،

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۸۲)

ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کر لو، اور قبل اس کے کہ تم دنیا کے مبالغہ میں پھنس جاؤ۔

نیک عمل میں جلدی کرو۔

یعنی دنیا میں جب آدمی پھنس جاتا ہے تو پھر نہ اس کو اپنی گناہوں پر پنداشتہ کے آئسہ پہانے کی فرصت ملتی ہے نہ طویر نہ کار خیر کرنے کی توفیق ملتی ہے، انسان اس گمان میں ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے کاموں سے فرصت پائے گا تو اللہ اور آخرت کے کام

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر وہ چیزیں اس میں باقی رہتی ہیں ایک حرص اور دوسرے امید، احیاء العلوم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

نجا اول هذا الامۃ بالیقین یعنی اس امت کے پہلے لوگوں نے یقین
والناہد و یهلك آخر هذا اور نہ ہی کیونکہ بھائی نجات حاصل کر لیا اور
الامۃ بالخل والامل۔ اس امت کے پچھلے لوگ بخل اور امید کی
راہیاء العلوم (صفحہ ۳۸۶) وجہ سے ہلاک ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے ہر شخص کا خواہش ہے کہ جنت میں جائے؟ لوگوں نے کہا ہاں
یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا۔ قصر وامن الامل و ثبتوا اجا لکم بین ابصارکم
و استحيوا من اللہ حق الحیاء۔ (ایضاً صفحہ ۳۸۷) یعنی امید کم کرو، موت
کو اپنی نگاہوں کے سامنے نہ رکھو، اور اللہ سے اس طرح شرمناک جیسا کہ اس کا حق ہے۔
مشہور امام فقہ و حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہر یہ نہیں ہے
کہ انسان غصہ پی جائے اور قبا و عبا پہننے بلکہ زہر اس کا نام ہے کہ انسان اپنی آرزوئیں
کم کرے (احیاء العلوم) حضرت دلاؤد طائی فرماتے ہیں کہ:

من خاف الوعد قصیر علیہ یعنی جلاستہ کی وعید سے ڈرتا ہے تو دور
البعید و من طال املہ ضعف کاراستہ اس پر مختصر ہو جاتا ہے اور جسکی
عملہ۔ امید بلی ہوئی ہے اسکا عمل کمزور ہو جاتا ہے۔

غرض طول ال ایک مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کو آخرت کے کاموں
سے ہٹا کر دنیا میں اس طرح پھنسا دیتی ہے کہ وہ عمر کے آخری وقت تک اللہ کی طرف
توجہ نہیں کر پاتا ہے، اس مرض سے نجات حاصل کرنے کی ہر انسان کو کوشش کرنی ضروری ہے۔
امام غزالی اور شیخ عبد الوہاب شران نے اس مرض سے نجات پانے کی جو تدبیر

کھریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ، انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت موت کو یاد کرے
وہ زندگی کو فانی سمجھے، موت کا وقت مقرر ہے مگر وہ کب کیسے پونچھے آدمی کو یہ پتہ نہیں ہے
اسلئے موت کے دن کی تیاری کے وہ لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو۔

شیخ عبدالباق شحرانی فرماتے ہیں۔
ہم عہد لیا گیا ہے کہ ہم وہ اسباب اختیار کریں جو ہمیں موت کو یاد دلاتے
ہیں اور ہماری خواہشیں اور آرزوؤں میں کمی پیدا کریں، اس کیلئے
بہترین چیز یہ ہے کہ آدمی عابدوں اور زاہدوں کی صحبت میں رہے۔
(مواہج الاولیاء ص ۱۲)

امام غزالی فرماتے ہیں :

طول اہل کا مرض دو وجہ سے پیدا ہوتا ہے، پہلی وجہ جہالت ہے اور دوسری
وجہ دنیا کی محبت ہے، اسلئے ضروری ہے کہ پہلے آدمی ان دونوں برائیوں سے
چھٹکارا حاصل کرے، اس کے بعد اس مرض کا علاج آسان ہو جائیگا۔
جب دنیا انسان کو آخرت کی فکر سے بے پرواہ کر دیتی ہے، اس لئے اپنے
قلب کو پہلے اس سے صاف کرے، اور جہالت کا علاج یہ ہے کہ انسان اچھے لوگوں
کی صحبت اختیار کرے اللہ والوں کے پاس جائے، اللہ والوں کی زندگی کو دیکھے
اور غم نہ کرے کہ وہ فکر آخرت سے کیسے پریشان رہتے ہیں، اللہ والے زاہدانہ زندگی
 بسر کرتے ہیں قوت لایموت سے زیادہ کی تمنا نہیں رکھتے، وہ اپنی توجہ کا مرکز اللہ کو بنائے
رکھتے ہیں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

طول اہل کا مرض اس پر نگاہ کرے کہ دنیا میں بڑے بڑے لوگ گزرے
ہیں، سلطنتوں کے وارث، شہنشاہیت کے مالک، بڑے بڑے دولت مند،
کرسی و منصب کے تاجدار مگوان کا انجام کیا ہوا، دنیا سے اس طرح گزر گئے کہ

کفن کے پٹروں کے علاوہ انکے ساتھ کچھ نہیں گیا دنیا کے سارے سامان عیش و عشرت کے سارے اسباب اسی جگہ رہ گئے، آدمی کو چاہئے کہ وہ خود کے لئے کراچی بڑے بڑے لوگ اپنی اپنی قبروں میں پیارگی کے عالم میں تنہا پڑے ہوئے ہیں جہاں ان کا نہ کوئی مونس ہے نہ غمخوار، ساری دولت اور حسرت و جاہ کے سارے اسباب دنیا ہی میں رہ گئے ہیں۔

اگر انسان کا دھیان ان باتوں کی طرف رہا، اور وہ برابر اس پر غور کرتا رہا تو طول اہل کا مرض رفتہ رفتہ اس سے ختم ہو جائے گا۔
امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت اس مرض کے ازالہ کیلئے سب سے زیادہ موثر ہے۔

۲۲ کا بقیہ

محمد اجمل مفتاحی

کہی جاتی ہے؟

جواب :- شکر گزاری اور تقویٰ

آپ فرماتے ہیں کہ کس عمل سے اللہ تعالیٰ بندہ کو دنیا میں بے عزت، ذلیل و

خوار، کنگال بنا دیتا ہے؟

جواب :- میکروانا نیت اور کمزور دل کو ستانا۔

آپ فرماتے ہیں، کس عمل سے عزت و وقار بخش دیتا ہے؟

جواب :- حقیقی تواضع و انکسار اور کمزوروں کی خبر گیری اور ہمدردی جو

اللہ ہی کے لئے ہو۔

محمد اجمال مفتاحی

پیش کشہ
نور الدین نور اللہ الاعظمی

گاہے گاہے باز خواں

(۱) علی بن حزارہ فرماتے ہیں کہ میری ماں ایک زمانہ سے مفلوج تھی اس کے پاؤں سے چلا نہیں جاتا تھا، بیس سال کا زمانہ اسی طرح گزر گیا، ایک دن میری ماں نے کہا کہ تم حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ میری شفا یابی کے لئے دعا کریں۔ :-

علی فرماتے ہیں کہ میں نہر دجلہ عبور کر کے حضرت امام احمد کے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹا کر آواز لگائی، امام احمد دہلیز میں تھے پوچھا کون؟ میں نے کہا کہ میں آپ کا ایک بھائی ہوں۔ انھوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میری ماں بیمار ہے، پاؤں سے مفلوج ہے، ان کی خواہش ہے کہ آپ ان کی شفا یابی کیلئے دعا فرمادیں۔ یہ سن کر امام احمد نے فرمایا کہ بھائی پھر ہمارے لئے کون دعا کرے گا؟ اور اس بات کو آپ نے کئی دفعہ دہرایا، ان کی یہ بات سن کر مجھے شرمندگی ہوئی اور میں سلام کر کے واپس ہونے لگا، اتنے میں گھر سے ایک بوڑھی عورت باہر نکلی اور اس نے کہا کہ میں نے ان کا ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھا ہے، مجھے امید ہے کہ انھوں نے تمہاری ماں کیلئے دعا کی ہے۔

علی فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد گھر واپس پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو میری ماں خود اٹھ کر آئی اور اس نے دروازہ کھولا، تو میں نے کہا لا الہ الا اللہ یہ کیا قصہ ہے

آپ چل رہی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں اور میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی، علی بن حزارہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امام احمد کے گھرمیرے آنے جانے ہی کی عرصہ میں ہو گیا اتنی ہی دیر میں میری ماں کا ابا ہاٹ پنا ختم ہو گیا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(۲) سمعانی ابو بکر زاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ :

”میں نے ایک روز امام لاشی کے ایک باغ میں ان کے ساتھ رات گزاری۔ وہ آدھی رات کو اٹھے اور سیدھے چلتے گئے، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا، میرے پیچھے پیچھے آنے کا انہیں علم نہیں تھا پھر امام لاشی ایک گہری نہر کے پاس پہنچے اور کپڑا اتار کر تہ بند باندھا اور پانی کے اندر غوطہ لگا دیا، بہت دیر ہو گئی، ان کا کچھ پتہ نہیں تھا میں نے سمجھا کہ وہ ڈوب گئے اور میں گھبرا کر آواز لگائی کہ لوگو شیخ ڈوب گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد شیخ نے پانی سے سر نکالا، اور کہا کہ ڈرو نہیں میں نے کہا کہ مجھے تو ڈر ہو گیا تھا کہ آپ ڈوب گئے، تو انھوں نے فرمایا کہ میں ڈوبا نہیں تھا، بس مجھے یہ خیال ہوا کہ میں اس نہر کے نیچلی سطح زمین پر اللہ کے لئے سجدہ کروں، اس لئے کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ کسی بشر نے سجدہ کیا ہوگا۔

بقیہ ص ۵۶ کا۔
یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا، اور یہ دونوں (قول و عمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہیں ہوتے، اور قول و عمل اور نیت مقبول ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو۔ (ارشاد الطالبین ص ۲)

محمد اجمال مفتاحی

خطہ شیرازی

خُمارِ سَلَفِیْتُ بخاری شریف کی طرف غلط نسبت

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - مولانا حبیب الرحمن یزدانی کون ہیں ؟

باپ - یہ ہماری جماعت اہل حدیث پاکستان کے بڑے عالم تھے، خطیب اعظم کے نام سے بلاتے جاتے تھے، ہمارے علامہ احسان الہی ظہیر کے ساتھ یم کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے یہ جو تمہارے ہاتھ میں خطبات شہید اسلام کتاب ہے یہ انھیں کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔

بیٹا - اباجی ذرا بخاری شریف میں دیکھئے باب المسح علی الجورین کس جلد میں ہے ؟
باپ - المسح علی الجورین (موزہ پر مسح کرنے کا باب) کا کوئی باب بھی بخاری میں نہیں ہے۔

بیٹا - مگر یہ ہمارے شہید اسلام، خطیب اعظم جو ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم تھے دیکھئے وہ لکھتے ہیں :

”موزوں اور جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف

میں باب باندھ لیا ہے المسح علی الجورین، (خطبات شہید اسلام)

اباجی یہ ہمارے علامہ اہل حدیث بے پرکی کیوں اڑاتے ہیں ؟

باپ - پہلے تو ہمارے علامہ بے پرکی نہیں اڑاتے تھے، جھوٹ سے بہت دور رہتے تھے۔

بیٹا - تو اب کیوں اڑانے لگے ہیں؟ کیا یہ خمار سلفیت تو نہیں؟
 باپ - یہ تو نہیں بیٹا۔

غیر مقلد عالم مولانا یوسف جے پوری کی غلط بیانی

بیٹا - اباجی۔

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - یہ مولانا یوسف جے پوری کون صاحب تھے؟

باپ - یہ ہماری جماعت اہل حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، انکی کتاب حقیقۃ الفقہ مشہور زمانہ کتاب ہے، اس کتاب نے حنفی مقلدوں کے مذہب کے پرچے اڑا دیے ہیں۔

بیٹا - اباجی یہ ہمارے بڑے بڑے سلفی اور اہل حدیث عالم جھوٹ کیوں بولتے ہیں دوسروں کی طرف غلط بات کیوں منسوب کرتے ہیں؟

باپ - کیا ہو گیا بیٹا، مولانا یوسف جے پوری نے کیا کر دیا ہے؟

بیٹا - دیکھئے اباجی، مولانا یوسف جے پوری صاحب نے اپنی مشہور زمانہ کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے۔

.. علامہ شبلی نعمانی سیرت نعمان مطبوعہ مجتبائی مکہ میں لکھتے ہیں کہ
 ایسے شخص (یعنی امام ابو حنیفہ) کو طلب حدیث کیلئے عراق، حجاز، مصر
 یمن اور شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کا ٹنا اور
 احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہئے

(حقیقۃ الفقہ ص ۱۲۲ و ۱۲۳)

اباجی میں نے مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت نعمان میں یہ عبارت بہت تلاش کی مگر نہیں ملی، خدا آپ بھی تلاش کر لیں۔

باپ : بیٹا، یہ عبارت مولانا شبلی نعمانی کی کتاب میں نہیں ہے، میں نے جامعہ سلفیہ کے ایک موقر استاد کو دکھا تھا کہ ذرا اس عبارت کا سیرِ نعمان میں پتہ لگائیے تو انہوں نے لکھا تھا کہ :

”مولانا یوسف جے پوری ہماری جماعت اہلحدیث کے ایک نامور عالم ہیں ان کی کسی بات کی کھوج کر یہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، انہوں نے حق کی خاطر جھوٹ بولا ہے“

بیٹا : ابا جی یہ جھوٹ، یہ تحریف کا عمل ہمارے علماء میں کیوں رواج پاتا جا رہا ہے؟
باپ : پتہ نہیں بیٹا۔

۱۸۵ صفحہ والی اصول الشاشی غیر مقلدین کی نئی دریافت

بیٹا : ابا جی ۔

باپ : جی بیٹا ۔

بیٹا : ابا جی، ایک سو پچاسی صفحے والا اصول الشاشی کا نسخہ کس پریس میں چھپا تھا؟
باپ : بیٹا ہماری نگاہ سے اب تک کوئی ایسا نسخہ نہیں گزرا جس کے صفحات ایک سو پچاسی ہوں۔ اصول الشاشی تو حنفی اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے ہر جگہ دستیاب ہے، کسی نسخہ کے ایک سو دس صفحات بھی نہیں ہیں۔

بیٹا : ابا جی ایسا نہیں ہو سکتا ایک سو پچاسی صفحے والا نسخہ ضرور ہو گا، اس لئے کہ ہماری جماعت کے بہت بڑے محقق شتاب آمد و پیرشد پی ایچ ڈیوں کے پی ایچ ڈی مولانا ڈاکٹر رضا اللہ صاحب سلفی مظلہ العالی نے اپنے مضمون سلفیت ایک تعارف میں ایک موقع پر اسی ایک سو پچاسی صفحات والی اصول الشاشی کا حوالہ دیا ہے دیکھئے وہ فرماتے ہیں :

”حنفی فقہ کی کتابوں میں بھی صحابی کے قول و فعل کو بحث نہیں مانا گیا ہے“

اور ڈاکٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے اصول الشاشی ص ۸۵ کا

(ملاحظہ ہو ترجمان الہدیت ۲۰ مارچ ۹۸)

ابا جی ہمارے ڈاکٹر صاحب بلا تحقیق کوئی بات نہیں کہیں گے ضرور اصول الشاشی کا ایک سو پچاسی صفحے والا نسخہ ہو گا ، بھلا ڈاکٹر صاحب جیسا فاضل سلفی غلط حوالہ دے گا ۔

باپ ۔ بیٹا یہ ڈاکٹر ٹیٹ اور پی ایچ ڈیٹ کا تھوپہ لگانے والے شباب آمد و پیر شدہ قسم کے لوگ یوں ہی بے پرکی اڑایا کرتے ہیں ، اصل کتاب تک پہنچ نہیں ، کتاب سمجھنے کی صلاحیت نہیں ، ادھر ادھر کا حوالہ دیکھا غلط نقل کر دیا ، ایک بات کے لئے دس کتابوں کا حوالہ دیا ، اور سب حوالے دوسرے اور تیسرے نمبر کے اور پی ایچ ڈیٹانہ مضمون ہو گیا تیار ۔

اب یہیں دیکھو پی ایچ ڈی رضا اللہ صاحب نے اصل کتاب دیکھی نہیں کہیں سے دیکھ لیا کہ اصول الشاشی کے ۱۸۵ صفحہ میں یہ لکھا ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں بس دھڑ سے نقل کر دیا ، نہ مضمون سامنے نہ اصل کتاب سامنے ، ہوا میں فائر کر دیا ، اس طرح کے لوگوں نے ہماری جماعت کو بہت نقصان پہنچایا ۔

بیٹا : ابا جی تو کیا رضا اللہ صاحب نے بات بھی غلط نقل کی ہے اور اصول الشاشی

کا حوالہ بھی غلط دیا ہے ۔ ؟

باپ : جی بیٹا ، حوالہ بھی غلط بات بھی غلط اصول الشاشی میں ایسا ہرگز نہیں لکھا ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ۔

بیٹا : ابا جی رضا اللہ صاحب پی ایچ ڈی نے ہمارے کسی مولانا یوسف صاحب پوری ہی قسم کے عالم کی کتابوں سے یہ بات نقل کی ہوگی ، تو اس میں کچھ بھی تو اہلیت ہوگی ؟ ۔

باپ : بالکل نہیں بیٹا بالکل نہیں ، صاحب اصول الشاشی پر ہمارے علماء کا یہ قرا ہے

اگر کسی حنفی کو پتہ چل گیا اور اس نے چیلنج کر دیا کہ دکھلاؤ ایک سو پچاسی صفحے والی اپنی اصول الشاشی میں یا ایک سو سات صفحے والی حنفیوں کی اصول الشاشی جس میں یہ لکھا ہو کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہے تو ہمارے ڈاکٹر صاحب کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ اور ان کی پی ایچ ڈی ت دھری کی دھری رہ جائے گی۔

بیٹا : اباجی ہمارے جماعت کے علماء غلط بیانیوں اور فریب سے کیوں کام لیتے ہیں کیا اس کے بغیر سلفیت کی اشاعت نہیں ہو سکتی، کہیں یہ خمار سلفیت تو نہیں؟
باپ :- پتہ نہیں بیٹا۔

ڈاکٹر رضا اللہ غیر مقلد کی مزید غلط بیانی اور انکی عبارت فہمی کی ایک مثال

بیٹا ۔ اباجی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ یہ ڈاکٹر رضا اللہ صاحب جن کے پاس ایک سو پچاسی صفحے والا اصول الشاشی کا نسخہ ہے اس نسخہ سے ایک ادب بات کہتے ہیں ۔

باپ ۔ وہ کون سی بات بیٹا

بیٹا ۔ اباجی وہ فرماتے ہیں کہ اصول الشاشی میں یہ بھی ہے کہ صحابہ میں سے کچھ فقہ

تھے اور کچھ فقہ نہیں تھے، اور اس کتاب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہما کی عدم فقہیت کا راگ چھیڑا گیا ہے، ان کا کلام ذی شان یہ ہے۔

بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر فقہ و غیر فقہ کی ناروا تقسیم بھی

کر دی گئی ہے بلکہ فقہیت و عدم فقہیت کا

راگ چھیڑ کر حضرت ابو ہریرہ و حضرت انس رضی اللہ عنہما سے جلیل القدر

صحابہ کی روایت کو مخالف قیاس ہونے کی بنا پر رد کر دیں تو عین تعظیم
و تکریم ہوگی، (سلفیت کا تعارف ترجمان، ج ۱، ص ۷۹)

ابا جی اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے حوالہ کیلئے نمبر چار لگایا ہے مگر اس میں ان سے چوک ہو گئی یہاں
نمبر تین ہونا چاہئے اسلئے کہ بات اسی ایک سو پچاسی صفحہ والی اصول الشاشی کی ہے۔
ابا جی اصول الشاشی میں صحابی کی فقیہ اور غیر فقیہ والی تقسیم موجود ہے اور کیا
اس کتاب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی عدم فقاہت کا
راگ چھڑا گیا ہے ؟

باب - بیٹا انسوس ہمارے قلمکار اور سلفیت کے علمبردار علامہ بڑی غیر ذمہ دارانہ
باتیں کہتے ہیں، ڈاکٹر صاحب موصوف بھی انہیں غیر ذمہ دار سلفی علماء میں سے ہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹ بونا، دھوکا دینا عبارتوں
سے غلط مفہوم اخذ کرنا عین سلفیت کی اشاعت ہے، معمولی تجارت سمجھنے کی
صلاحیت بھی نہیں ہوتی ہے مگر ان کو مجتہد بننے کی جرأت ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ
پی ایچ ڈی کی ڈگری ان کے پاس ہے، اصول الشاشی میں وہ بات قطعاً نہیں
ہے جو ضیاء اللہ پی ایچ ڈی کہہ رہے ہیں، اصول الشاشی میں جو کچھ کہا گیا ہے
وہ یہ ہے کہ صحابہ میں دو قسم کی جماعت تھی، ایک وہ جو علم و اجتہاد میں معروف
تھے یعنی جن کا فقیہ ہونا معروف و مشہود تھا، اور دوسری جماعت ان صحابہ
کرام کی تھی جو حفظ حدیث اور عدالت میں معروف و مشہود تھے اجتہاد اور فتویٰ میں
وہ معروف و مشہود نہ تھے۔ پہلی جماعت کی مثال میں خلفاء اربعہ حضرت عبداللہ
بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت،
حضرت معاذ رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں کا نام لیا ہے، اور دوسری قسم کی مثال میں
حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے لوگوں کا نام لیا ہے۔ دیکھو اصول
الشاشی کی عبارت یہ ہے :

ثم الراوى فى الاصل قسمان
معارف بالعلم والاجتهاد كالخلفاء
الاربعة وعبد الله بن مسعود
وعبد الله بن عباس وعبد الله
بن عمر ونريد بن ثابت ومعاذ
بن جبل وامثالهم
والقسم الثانى من
الرواة هم المغردون بالحفظ
والعدالة دون الاجتهاد
الفتوى كابى هريرة والنس
مالك

یعنی پھر جماعت صحابہ میں راوی کی دو قسم
ہے ایک وہ علم واجتہاد میں معروف و مشہور
ہیں جیسے خلفاء اربعہ اور حضرت عبد اللہ بن
مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت
عبد اللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت
اور حضرت معاذ بن جبل اور ان جیسے لوگ، اور
دوسری قسم راویوں کی وہ ہے جو اجتہاد اور
فتویٰ میں معروف و مشہور نہیں تھے بلکہ
حفظ حدیث اور عدالت میں معروف تھے
جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ۔

(۷۵)

اب ہمارے ڈاکٹر صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ کسی کا کسی بات میں معروف و مشہور
نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شخص میں وہ صفت ہی مفقود ہے، ہمارے حافظ
عبد اللہ صاحب محدث غازی پوری حدیث میں مشہور تھے فقہ اور ادب میں نہیں، تو کیا ہمارا
کوئی سلفی یہ تسلیم کرے گا کہ وہ فقہ اور ادب سے نابالغ تھے، فقیہ اور ادیب نہیں تھے،
ہمارے مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کی بھی شہرت حدیث ہی میں تھی مگر کیا ان کے حدیث
میں مشہور ہونے کی وجہ سے کوئی یہ کہے گا کہ وہ فقیہ نہیں تھے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کے حفظ حدیث اور عدالت میں معروف و مشہور ہونے سے
یہ کیسے لازم آجائے گا کہ ان کے فقیہ اور مفتی ہونے کا انکار کیا جا رہا ہے، کبھی ہرگز
کسی کی عدم شہرت سے اس شخص میں اس چیز کا فقدان ضروری نہیں ہے، خلفاء اربعہ
علم واجتہاد میں معروف تھے تو کیا یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ عادل اور
منابط نہیں تھے۔ ؟

بقیہ ۳۴ پر

محمد اجمال مفتاحی

شوقِ مدینہ

از حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبِ ثاقب باندوی

تمنا ہے کہ گلزارِ مدینہ اب وطن ہوتا
بسرِ ابدِ زندگی اپنی دیارِ قدس میں ہوتی
میسٹر بال و پر ہوتے تو میں اڑ کر پہنچ جاتا
نمازوں میں انھیں کے درپہ میں کترا جین سائی
مقدسے رسائی ان کے درگاہِ کاش ہوجاتی
سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں تو کچھ نہیں حاصل
خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے
تمنا ہے کہ کشتیِ عمران کے آستانے پر
خوش قسمت کہ ہوتا کو چہ محبوب میں سکن
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی جن ہوتا
وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گور و کفن ہوتا
زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا جن ہوتا
تلاوت کا ترنم اور جنت کا بہ جن ہوتا
متاعِ جاں تبارِ روضہ شاہِ زمیں ہوتا
جہاں میں ہوں وہیں اے کاش وہ جلوہ نگن ہوتا
رسولِ پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا
غایتِ جلوہ گر ہوتی کرم سایہ نگن ہوتا
انھیں کی راہ میں قربان اپنا جان و تن ہوتا

یہی ہے آرزوِ ثاقب یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوندِ بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا

حادثہ جانکاہ

قارئین زمزم کی خدمت میں یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ
 دی جا رہی ہے کہ راقم السطور کی ہمیشہ محترمہ راشدہ خاتون ۵ اگست ۱۹۹۸ء
 بروز بدھ آٹھ بجے صبح میں ایک مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔
 ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز بعد نماز عصر نماز جنازہ اور تدفین عمل میں
 آئی۔ غفر اللہ لہا۔ مرحومہ صوم صلوٰۃ کی پابند، نیک اور خدا ترس خاتون
 تھیں۔ دو سال قبل حج کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہو چکی تھیں۔ یہ دنیا
 جہاں فانی ہے جہاں موت ہر شخص کا مقدر ہے اور ہر ایک کو اس کا مزہ چکھنا
 ہے۔ لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جو آدمی کو تادیر یاد رہتی ہیں۔ مرحومہ کی
 موت بھی کچھ ایسی قسم کی ہے۔ ناچیز کا ان سے جو تعلق تھا اور ان کو مجھ سے جو
 شفقت و محبت تھی وہ آسانی سے بھولنے والی نہیں۔

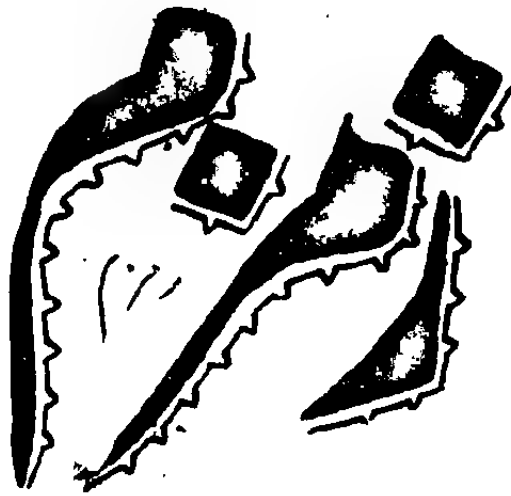
ماسٹر فیاض احمد صاحب کی زوجیت میں تھیں جو محلہ قاضی پورہ مو
 کے باشندہ ہیں اور موہی کے ایک سرکاری اسکول میں معلم رہے ہیں۔ اعزہ
 واقارب کے علاوہ پسمادگان میں ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں ہیں۔ قارئین سے
 درخواست ہے کہ مرحومہ کیلئے مغفرت نیز ترقی درجات کیلئے دعاء فرمائیں۔
 اللہ جل شانہ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مکتبہ اشریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ — شمارہ ۲

رجب، شعبان ۱۴۱۹ھ

علامہ زکریا نعیمی صاحب مدظلہ العالی



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چھدہ ۶۰ روپے

پیشہ

مکتبہ اشریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور۔ یوپی

فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ — ۰۵۴۸

پین کوڈ — ۲۲۳۰۰۱

محمد اجمال مفتاحی

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۹	نورالدین نور اللہ اعظمی	نبوی ہدایات
۱۷	محمد ابوبکر غازی پوری	شیخ مدنی کے ملفوظات سامیہ
۱۶	ابو عبد الرحمن غازی پوری	انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر
۲۱	محمد ابوبکر غازی پوری	قربانی کے تین دن یا چار دن
۳۳	نورالدین نور اللہ اعظمی	قرأت خلف الامام کے بار میں غیر متعین کے استلالت پر ایک نظر
۴۷	ظہ شیرازی	نجمار سلفیت
۶۲	ظہ شیرازی	رنج و غم کے بارے میں
۶۴	ادارہ	نوشتری

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

محمد اجمل مفتاحی

الہدٰی



برطانوی استعمار و استبداد نے چاہا تھا کہ ہندوستان سے اسلام کا چراغ گل کر دے، اس نے اس کے لئے زبردست سازش رچی تھی، مسلمانوں کے علمی مراکز کو اس نے نشانہ بنایا اور ان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، علماء کا قتل عام بھی اسی سازش کا ایک حصہ تھا، پھر اس نے اپنے وفاداروں کی مدد سے ایسے اسکولز و کالجز کھولنے کا پروگرام بنایا جن میں پڑھنے والا رنگ و شکل کے اعتبار سے اگرچہ ہندوستانی ہو مگر فکر و مزاج اور اخلاق و اطوار کے اعتبار سے وہ انگریز ہو۔ مسلمان اس صورت حال سے بہت زیادہ پریشان تھے، دوسری اقوام میں دینی اعتبار سے کتنی ہی کایا پلٹ ہو اس کا ان پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ ان اقوام میں آخرت کا تصور بہت دھندلا ہے، ان کو اس دنیا میں عیش و راحت کے سامان میسر آجائیں ہی ان کے لئے کافی ہوتا ہے اور اسی کو وہ اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

مگر مسلمان فکر آخرت سے غافل ہو کر زندگی گزارنے کا تصور نہیں کر سکتا، اس کا تعلق اپنے دین و عقیدہ سے بہت گہرا ہوتا ہے، وہ ذہنی و فکری ارتداد کو قبول کرنے کا روادار نہیں ہوتا، اس کے نزدیک دین و عقیدہ کی حفاظت اور ایمان پر استقامت ہر شے سے اہم چیز ہے۔

انگریزوں نے جب یہ سازش رچی اور بطور خاص مسلمانوں کے مراکز علمیہ

کو ختم کر دینے کا پروگرام بنایا، تو علماء اسلام نے مسلمان بچوں کو ان کے دین و مذہب پر قائم رکھنے اور دین و مذہب اور علوم اسلامیہ کی حفاظت نیز مسلمانوں کے خلاف رچی جانے والی تمام سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے آزادانہ مدارس کے قیام کا تصور عام کیا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند اس طرح کے مدارس میں پہلا مدرسہ دینیہ تھا اور پھر علماء دیوبند کی مسلسل کوششوں سے جگہ جگہ اس طرح کے مدرسے قائم ہوتے رہے۔ اور آج اللہ کا شکر ہے کہ کوئی بستی کوئی دیہات کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کے اپنے مدارس نہ ہوں۔

یہ مدرسے اسلام کی چھاؤنی بنے رہے ان سے جو افراد پیدا ہوئے ان کے علمی و دعوتی سیاسی و سماجی اتنے کارنامے ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے، آج ہندوستان میں جو اسلام کی چمک دکھ رہی ہے اور مسلمان اپنے پورے اسلامی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں رہ رہے ہیں یہ انہیں مدارس کا فیض ہے۔

ان دینی مدرسوں سے پیدا ہونے والے علماء اپنی علمی صلاحیت و یاقوت کے اعتبار سے ایسے تھے کہ انہوں نے ہر میدان میں اپنا سکہ جمایا، اور اسلام کے نام کو روشن کیا، انہوں نے علوم دینیہ کی نشر و اشاعت بھی کی اور ان کی حفاظت بھی کی اور خلق خدا کو رشد و ہدایت کے راستے پر بھی لگایا، قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ان کی زندگی کا خاص مشن رہا، اور باطل کے سامنے ڈٹ جانا ان کا خاص وصف تھا۔

مگر مریض زمانہ کے ساتھ ساتھ ان مدارس کا سابقہ کردار باقی نہیں رہا، آج بلاشبہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں مدارس دینیہ موجود ہیں، مگر دین کی روح سے وہ خالی ہیں، پڑھنے پڑھانے والوں کا مزاج بدل گیا ہے، پڑھانے والوں میں بھی خلوص و اخلاص کی بڑی کمی ہے اور پڑھنے والے بھی زیادہ تر وقت گزاری ہی کے لئے پڑھتے ہیں نہ کوئی حوصلہ نہ انگ، نہ کوئی ہدف نہ کوئی مقصد۔

ان مدارس پر مسلمان قوم کو رہا روپیہ صرف کر رہی ہے، زکوٰۃ و صدقات کی بیشتر رقم جو اصلاً غریباں، فقراء، مساکین کا حق ہے، ان مدارس میں آتی ہے، اتنی رقم خرچ کرنے کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان مدارس پھر سال ذی صلاحیت افراد کی کھیپ کی کھیپ نکلتی جو زندگی کے مختلف میدانوں میں کارنامے انجام دیتی اور ان سے دین و ملت کی خدمت انجام پاتی، مگر جو بات سامنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اور میدانوں کی بات تو چھوڑئے پڑھنے پڑھانے کی لائن کے آدمی بھی ان مدارس میں اب تیار نہیں ہو رہے ہیں، اگر آپ کو کسی فن کے ماہر مدرس کی تلاش ہو تو بسیار تلاش کے باوجود بھی شاید آپ کو کامیابی نہ ہو۔

یہ وہ تلخ حقیقت ہے جس سے ہمارے مدارس دینیہ کے ذمہ داروں نے آنکھیں موند رکھی ہیں، مزاج بن گیا ہے کہ مدارس کی بلڈنگ شاندار ہو، طلبہ کی تعداد زیادہ ہو زیادہ نہ ہو تو زیادہ دکھلائی جائے۔ بجٹ لاکھوں سے کم کا نہ ہو، دفتر کمرے سیوں اور میزوں سے سجھا ہو، دروازے پر پردے ہوں اور آرائش و آرائش کا ہر سامان ہو۔ یہ سب کچھ ہو مگر جو ہونا چاہئے وہی نہ ہو، خلوص و پختہ دین و علم دین کی خدمت کا واقعی جذبہ امانت داری، سچائی بے نفسی اور قوم نے جو آپ سے توقع قائم کر رکھی ہے اور جس توقع کی بنیاد پر وہ آپ کے ہاتھ میں اپنی کمائی کی کڑور ہمارے قلم دے دی ہے، اس توقع کو پوری کرنے کے لئے سچی لگن اور مومنانہ تڑپ، اگر یہ چیزیں مدارس دینیہ کے ذمہ داروں میں موجود نہیں ہیں تو قوم کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے دھوکہ ہو رہا ہے، اگر ایسے لوگ دنیا میں بچ بھی گئے تو خدا کے یہاں ان کا حشر معلوم ہے۔ جو مدارس ایڈڈ ہیں ان کا حال اور بھی برا ہے، ایک وقت کی تعلیم مدارس دینیہ کا کبھی مزاج نہیں رہا ہے، عربی مدارس میں چھ گھنٹہ لازمی پڑھائی ہوتی تھی، سب سے ایک گھنٹہ کا ہوتا تھا، اگر سبق کے گھنٹوں میں نصاب پورا نہ ہو تو مدرسین خارج اوقات میں پڑھا کر نصاب پورا کر لے کر اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھتے تھے، مگر اب ایڈڈ مدارس میں

ایک وقت تعلیم کا رواج شروع ہو گیا ہے۔ اسباق کی گھنٹیاں ۲۵ اور ۴۰ منٹ کی ہونے لگی ہیں جو لوگ مدارس عربیہ کے نصاب سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اونچے درجوں کی بات تو الگ رہی متوسط درجوں کی کتابوں کو بھی پینتیس اور چالیس منٹ پڑھا کر کوئی مدرس کیا نصاب پورا کرے گا، اور وہ کتنی معیار ہی تعلیم دے سکے گا۔ ہمارا مشاہدہ یہ ہے جس کا اظہار بہت انوس کے ساتھ کرنا پڑ رہا ہے کہ ایڈڈ مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ میں دین و اخلاق علم و عمل کا کوئی جوہر موجود نہیں ہوتا ہے، مدرسین کا مزاج بھی یکساں بدلا ہوتا ہے، ان کو تعلیم و تعلم میں لگنے سے زیادہ اپنے ایریل بڑھنے اور گھٹنے کی فکر رہتی ہے، طلبہ پر ان کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، ذمہ داروں کو مدرسین پر کنٹرول نہیں ہوتا۔

بعض مدارس کے منصب اہتمام پر ایسے افراد ہوتے ہیں جو علوم عربیہ و اسلامیہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے ہیں، مدارس عربیہ کا مزاج کیا ہوتا ہے، اور ان کا بنیادی مقصد کیا ہے اس سے وہ یکسر ناداقت ہوتے ہیں، مدارس میں نصاب کیا ہونا چاہئے ان کو اس کا بھی پتہ نہیں ہوتا ہے، کون مدرس کس صلاحیت کا ہے اور وہ کون سی کتاب پڑھا سکتا ہے مدرسہ کا ہتھم اس سے ناواقف ہوتا ہے اس قسم کے ہتھم مدارس کے تئیں اپنی ذمہ داری کو کیا پوری کریں گے، ہر شخص جان سکتا ہے۔

اس قسم کے مدارس میں عموماً بچوں کی زندگی لایعنی مشاغل میں گزرتی ہے اور ان کی صلاحیتوں کا بے موقع جگہ میں استعمال ہوتا ہے بلکہ ان کی معصوم زندگی کا استعمال ہوتا ہے۔ کاش مدارس عربیہ کے ہتھم اس کا احساس رکھتے کہ یہ طلبہ قوم کی امانت ہیں، ان کے ماں باپ نے ان کو امین سمجھ کر ان کو تنہا لیں اور لختہ لائے جگو کو ان کے سپرد کیا ہے، وہ عذر اللہ ان بچوں کی زندگی بنانے یا بگاڑنے کے مسئول ہوں گے۔ یہ پڑھنے پڑھانے اور دینی و اخلاقی زندگی پیدا کرنے کے لئے ان مدارس میں آئے ہیں لایعنی پروگراموں میں ان کی زندگی کو تباہ کرنا اور ان کے تعلیمی اوقات کو برباد کرنا بدترین قسم کا ظلم ہے،

صدقات و خیرات کی جو رقمیں مدارس میں آتی ہیں ان کا مصرف متعین ہے ان متعین مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ ان رقموں کو خرچ کرنا خواہ وہ مدارس کے چلے جلوس ہوں یا دوسرے اور کسی قسم کے پروگرام یا کسی بھی نوع کے پمفلٹ اور کتابچے ان جگہوں پر ان رقموں کا خرچ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے عموماً مدارس عربیہ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور زکوٰۃ و صدقات کی رقمیں دوسری جگہوں پر بھی خرچ کر دی جاتی ہیں۔

مدارس دینیہ کا جب ہم قریب سے مطالعہ کرتے ہیں تو عموماً ہمیں ان مدارس میں کام کرنے والوں میں خلوص و لہجیت اور ایسا بے غرضی کا فقدان نظر آتا ہے۔

دین کی روح سے یہ مدارس خالی نظر آتے ہیں، ذمہ داروں سے لے کر اساتذہ و طلبہ کسی پس دین پر مڑنے کا جذبہ بہت کم نظر آتا ہے، ایسے میں ان مدارس سے دینی استعداد و ذی صلاحیت افراد اور دین کے مخلص خدام کہاں سے پیدا ہوں گے۔

مشہور ہے کہ نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے، جب ان مدارس نے اپنی واقعی کارکردگی کا اظہار بند کر دیا، اور ان کے نتائج بہت زیادہ مایوس کن ہونے لگے تو بعض اہل فکر و اہل دانش نے ان مدارس والوں کے کانوں میں یہ طوائف شروع کیا کہ اصل خرابی ان مدارس کا نصاب ہے، یہ نصاب قدیم و عقیم ہے، اب زمانہ بدل چکا ہے، عصر حاضر کے مطابق نیا نصاب ہونا چاہئے، اور اس کا اتنا شور اور اتنا ہنگامہ مچایا کہ بیشتر مدارس عربیہ نے اس پر دو پیگنڈہ کی سچائی پر یقین کر لیا، اور ”قدیم و عقیم“ نصاب کی جگہ جدید نصاب کو لا کر رکھ دیا گیا، اس فریب میں زیادہ تر وہ لوگ آئے جن کو قدیم نصاب کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، اور نہ وہ اس کی قیمت و اہمیت کو جانتے تھے۔

اب کون ان ارباب عقل و دانش سے پوچھے کہ جس قدیم نصاب کو پڑھ کر کوئی شاہ ولی اللہ بنا کوئی شاہ عبدالعزیز بنا، کوئی شاہ اسماعیل بنا، کوئی فضل امام بنا، کوئی فضل حق بنا، کوئی عبدالحمید بنا، کوئی مولانا محمد قاسم بنا، کوئی

مولانا رشید احمد گنگوہی بنا، کوئی محمود الحسن دیوبندی بنا، کوئی اشرف علی تھانوی بنا، کوئی علامہ انور شاہ بنا اور کوئی شیخ الاسلام حسین احمد مدنی بنا، کوئی شبلی بنا کوئی سید سلیمان ندوی بنا۔ جس نصاب سے علوم و فنون کے ایسے ایسے ماہرین اور تجاریر و جہازہ پیدا ہوئے ہوں وہ تو آپ کی نگاہ میں ناقص غیر متمر قرار پائے اور جس جدید نصاب سے کسی ایک فن کا ماہر بھی نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ بظاہر اس نصاب سے کسی ماہر فن کے پیدا ہونے کی آئندہ بھی کوئی امید ہے۔ وہ نافع تو اور مفید تر قرار پائے آخر یہ کون سی منطق ہے اور کس عقل کا فیصلہ ہے یہ قوم کے ساتھ کیسا خطرناک مذاق ہے۔

زمانہ آج پر ویسگنڈہ کا ہے، اور طبیعتوں میں سہل پسندی بھی پیدا ہو گئی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے خلوص و لہجہ سے تلوپ خالی ہو چکے ہیں، خالص اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے کام کرنے کا جذبہ بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ دکھاؤ انمود ریا کاری ہم سب کا مزاج بن گیا ہے۔ اس لئے ہم ہر اس بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں جس میں کسی طرح کی کوئی جدت ہو، اور جس سے ہمارے جذبات تسکین پائیں، اس کا نقصان کیا ہو گا اس کی پرداہ نہیں ہوتی ہے۔

یہ مدارس قوم کی امانت ہیں اس امانت کی حفاظت کرنا مدارس کے ذمہ داروں کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے، ان مدارس کی حفاظت یہ نہیں ہے کہ انکی بیلڈنگیں شاندار ہوں۔ طلبہ کی کثرت ہو، سالانہ بجٹ لاکھوں اور کروڑوں میں ہو، بلکہ ان مدارس کی حفاظت یہ ہے کہ ان مدارس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو، ذی صلاحیت افراد پیدا ہوں، دین و ملت کے سچے اور جاں نثار خدام پیدا ہوں، کتاب و سنت، فقہ و تفسیر کے ماہرین پیدا ہوں، جن کیلئے ڈٹ جائیو الے اور باطل سے پنجہ آزمائی کریو الے۔ مجاہدین پیدا ہوں، اگر ان مدارس سے اس طرح کے افراد نہیں پیدا ہو رہے ہیں تو قوم کی اس امانت کی حفاظت میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ اور خدا اللہ ہمیں اس کیلئے جواب دہ ہونا ہو گا۔

محمد اجمال مفتاحی

نورالذین نور اللہ الاعظمیٰ

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناموں میں اچھا نام پسند فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

آج کل لوگ اپنے بچوں کا ایسا نام رکھنا پسند کرتے ہیں جس میں جدت ہو، انگریزیت ہو، حالانکہ ناموں کا بھی انسان کی زندگی میں بہت اثر ہوتا ہے، اس وجہ سے ناموں کے بارے میں بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ اور عبدالرحمن نام اور اسی طرح ان ناموں کو پسند فرماتے تھے جس میں عبد کی نسبت اللہ کی طرف ہو، مثلاً عبدالخالق، عبدالرزاق وغیرہ۔

(۲) آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کو ایک بچھوٹے کاٹ لیا، اس بچھو کو آپ نے جوتے سے مار ڈالا پھر نمک اور پانی ایک برتن میں ملا کر کاٹنے کی جگہ پر بہایا اور معوذتین پڑھ کر اس پر دم کیا۔ (مشکوٰۃ)

بچھو کے کاٹنے کا یہ نبوی علاج ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موزی جانوروں کو قتل کر دینا چاہئے۔

(۳) عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریضوں کو زبردستی کھانا مت کھلاؤ، ان کو اللہ کھلا تا پلاتا ہے، (مشکوٰۃ)

بہت سے لوگ مریضوں کے ساتھ اسی کو ہمدردی سمجھتے ہیں کہ خواہ مریض کو کھانے کی

خواہش ہو یا نہ ہو زبردستی اس کو کھانا کھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہمدردی نہیں بلکہ اس کے ساتھ زیادتی ہے، کھانے کی خواہش خود ابھرتی ہے، مریض کو خواہش ہوگی تو وہ خود کھانا طلب کرے گا، اس کے ساتھ زبردستی کی ضرورت نہیں ہے، نہ کھانے سے وہ نہیں جائیگا۔

(۴) حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں تصویریں اور کتا ہوتا ہے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ہیں (بخاری مسلم)

آج کل تصویروں کا چلن عام ہو گیا ہے، بہت کم گھر ہوں گے جو اس لعنت سے محفوظ ہوں اور افسوس تو یہ ہے کہ گھروں میں ایسی عریاں و تنگی تصویریں نظر آتی ہیں کہ شرم سے دیکھا بھی نہیں جاتا، یہ تصویریں عورت اور مرد دونوں کی ہوتی ہیں، خوب سمجھ لو کہ یہ تصویریں بے برکتی کا متقل ایک سبب ہیں، فرشتوں کا گھروں میں آنا برکت کی علامت ہے، اور ان کا کسی گھر میں داخل نہ ہونا بے برکتی کی دلیل ہے۔

غیروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی شوقیہ کتا پالنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے بغلوں میں کتا لئے، گھومنا فیشن بن گیا ہے، صبح کے وقت تفریح میں کتا ساتھ لے کر لوگ چلتے ہیں، یہ فیشن لعنت کا بڑا سبب ہے، شوقیہ کتا پالنا قطعاً حرام ہے۔

(۵) حضرت عطار بن یسار فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ سے فرمایا کہ تم اپنے سر اور ڈاڑھی کا بال درست کرو، اس نے ان کو ٹھیک کیا، اس پر آپ نے فرمایا کہ اس طرح (یعنی سر اور ڈاڑھی کے بال کو سنوار کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی بکھرے بال کے ساتھ آئے جائے گویا کہ وہ کوئی شیطان ہے۔

جائز حدود کے اندر صفائی ستھرائی اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوارنا یہ اسلام کی تعلیم ہے، نظافت ایمان کا ایک حصہ ہے، اپنی ہیئت کو برا بنا کر رکھنا اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں۔

بعض بے وقوف قسم کے لوگ بد حال رہنے کو تو مانع سمجھتے ہیں یا بزرگی کی علامت

(۶) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت

فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، اسی طرح ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسی بن کر رہتی ہیں، آپ نے فرمایا ایسوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

ہمارے معاشرہ میں جہاں بہت سی خرابیوں نے جنم لیا ہے۔ انہی میں سے

ایک بہت بڑا فساد اور خرابی یہ بھی ہے۔ یورپی اقوام کی تعالیٰ میں ہمارا معاشرہ

بھی بگڑتا جا رہا ہے، اپنی شکل و صورت، لباس، تراش و خراش میں ایک طرف

مرد زنانہ بنتے جا رہے ہیں تو دوسری طرف عورتیں مرد بنتی جا رہی ہیں۔ عورتوں

کالباس بدن سے اترتے اترتے اتنا اتر چکا ہے کہ اب اس کو لباس کہنا بھی لباس کی

توہین، پتلون پہننا، پنڈیاں کھلی رکھنا، سر کا بال منڈانا، بدن کا ستر والا حصہ

کھولے رہنا، تیراکی کرتا، دوڑ میں حصہ لینا، کشتی کا مقابلہ کرنا، سائیکل چلانا،

ڈرائیونگ کرنا، کون کام ہے جس میں اب عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ تھیں۔

مردوں کی برابری کی خواہش نے ان عورتوں کا زمانہ پن ختم کر دیا ہے۔

اسی طرح کچھ حال مردوں کا بھی ہے، آہستہ آہستہ انھوں نے بھی رہنے

کھینچنے، پھینکنے اور طے کرنے، شکل و صورت بنانے، فیشن کرنے میں عورتوں کا طرز طریق اختیار

کر لیا ہے اور ہر روز اس میں مزید ترقی ہو رہی ہے۔

یہ سب یورپی اقوام کی نقالی میں ہے، اور کراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف،

اس قسم کے مرد اور عورت بے حیا ہوتے ہیں ان کی صحبت اور معاشرت اپنے گھروں کو

پاک رکھنا چاہئے۔

شیخ مدنی کے ملفوظات سامیہ

فرمایا غریب گھرانہ کی لڑکی خواہ نخواندہ ہو زیادہ مطیع اور فرماں بردار خاندان و خوشہ امن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، امیر گھرانہ، اپنے سے زیادہ مالدار، اپنے سے زیادہ شریف گھرانہ کی لڑکی سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور خاندان کے لئے بات بات پر مذاب الیم اور دوزخ ثابت ہوتی ہے آپ غریبوں میں اور اپنے کنبہ والوں میں نکاح کیجئے۔ نکاح سادہ ہو فضول خرچیاں نہ ہوں اسرافات غیر فصیح سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہئے۔

فرمایا : اولاد کے حق میں بددعا کبھی نہ کریں، دَبْنَاهُ لِلنَّاسِ
اِنْ رَاجِنَا فِدْرِيَا تَنَاهَا عَيْنِ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا، دعا کا ہمیشہ
ورور رکھیں۔

فرمایا : انسان کو اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ سے دل لگانا چاہئے، اور
اسی کی محبت میں دل اور دماغ ظاہر و باطن کو منہمک اور مصروف رکھنا چاہئے، مخلوق
خواہ کوئی بھی ہو استاد ہو یا مرشد باپ ہوں یا ماں بیٹا ہو یا بیٹی وغیرہ سب فانی ہیں
کوئی بھی دل لگانے اور محبوب ہونے کے قابل نہیں محبوب حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسی
فرمایا : قوم میں جو بحالت ہے وہ تعلیم سے انشاء اللہ آہستہ آہستہ جلنے لگی۔
برسوں کی بیماری اکیبا رگی نہیں جایا کرتی۔

فرمایا : کہ آج کے زمانہ میں اگر مریض حرام سے بچنا ہو جائے تو یہی بے غنیمت
ہے، مریض حرام سے ضرور بچنا چاہئے۔

فرمایا : نفس نہایت شریر و خبیث ہے اس کی اصلاح حق الویضہ کو کرنی چاہئے کہ کثرت سے اس میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔

فرمایا : جب دسواں کاغذ ہو کرے تو لاجول اور استغفار کی کثرت کیا کیجئے اور جب گندے خواب آویں تو تین دفعہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لاجول پڑھ کر بائیں طرف تھوک دیا کیجئے اور جس کر دٹ پر ہوں دوسری کر دٹ بدل کر سو جائیے۔

فرمایا : نیک کام دیکھ کر خوش ہونا اور بد پر غصہ ہونا یہ عمدہ بات ہے مگر اپنے عیوب کو زیرِ نظر رکھنا ہمیشہ ضروری ہے۔

فرمایا : از دیا و نعم الہیہ اور حفاظتِ نعم کے لئے سب سے عمدہ اور کارآمد طریق اشتغال بالشکر ہے لیکن شکر تم لازید نکم زیادتی نعم کا شکر کیس قدر قوی اور مؤکد وعدہ ہے، اس لئے جس قدر ممکن ہو بالقلب و القالب شکر خداوندی میں انہماک رکھئے۔

فرمایا : جب ہم نے خدا اور رسول علیہ السلام کا دامن پکڑا تھا خدا نے بھی مدد کی اور دنیا کی قوتوں اور بادشاہتوں کو ہمارے قدم میں ڈال دیا اور جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا اس نے بھی اپنا سایہ اٹھا لیا، پھر عبرت نہیں، معالوجہ کی فکر نہیں بلکہ طعنان روزافزون ہے۔

فرمایا : جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اٹھلک و فیئا الصالحون، کیا اہل صلاح و تقویٰ کے ہم میں موجود ہوتے ہوئے ہم ہلاک ہو جائیں گے تو فرمایا کہ نعم اذ اکثر الت الخبت، ہاں جب کہ فسق و فجور غالب اور کثیر ہو جائے۔ کیا یہی واقعہ نہیں ہے مسلم قوم کی اکثریت ہر جگہ اور بالخصوص پاکستان میں کس رنگ و رنگ میں ہے، پھر ماتم کیوں؟ نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت مسلمان درگور و مسلمان در کتاب کا سماں ہر جگہ ہے۔

فرمایا : ذکر سے غافل نہ ہوں عمر عزیز کا ہر لمحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے
اس کو غفلت میں ضائع نہ کریں۔

فرمایا : مصروفیات کا بڑھنا اور خدمت خلق و دین انجام دینا جب کہ
لوحہ اللہ ہو اور کسی دنیاوی اور شخصی طمع سے نہ ہو بہت بڑی نعمت ہے۔

فرمایا : مطلوب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کی رضا کے کوئی دوسرا
نہ ہونا چاہئے اس کو طلب کیجئے اور کسی دوسری چیز سے دل نہ لگائیے۔

فرمایا : ذات مقدسہ جناب باری عز اسمہ کی تمام حوادث سے پاک
متزہ ہے، نہ وہاں رنگ و روپ ہے اور نہ نور و نار نہ آواز و رنگ ہے یہ سب مخلوقات
اور حوادث ہیں۔

فرمایا : سیدوں کا رتبہ آج یہ ہے کہ اگر کوئی صحیح النسب اور متقی و پرہیزگار
شریعت پر مضبوطی سے چلنے والا ہے تو سب کی عزت سے زیادہ عزت اور احترام کا مستحق
ہے اور اگر صحیح النسب نہیں ہے یا متقی و پرہیزگار شریعت کا تابعدار نہیں ہے
تو نہ مستحق مسلمانوں کے احترام کا ہے اور نہ اس کے لئے نجات اخروی کا اطمینان
ہے بلکہ اس کے لئے آخرت میں زیادہ خطرات ہیں، اگر اس نے جھوٹ نسب سادات
اختیار کیا ہے تو لعنت خداوندی کا مستحق ہے، اور اگر باوجود صحیح النسب ہونے
کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور حکم قرآن و حدیث سے بغاوت کی ہے
تو بہت زیادہ عتاب کا مستحق ہے۔

فرمایا : اپنا نفس ہو، اپنی اولاد ہو، اعزہ و اقارب ہوں سب کے
سب فانی اور غیر محبوب حقیقی ہیں ان سے دل لگانا سخت غلطی ہے، دل میں جگہ اور محبت
صرف اللہ کی ہونی چاہئے۔

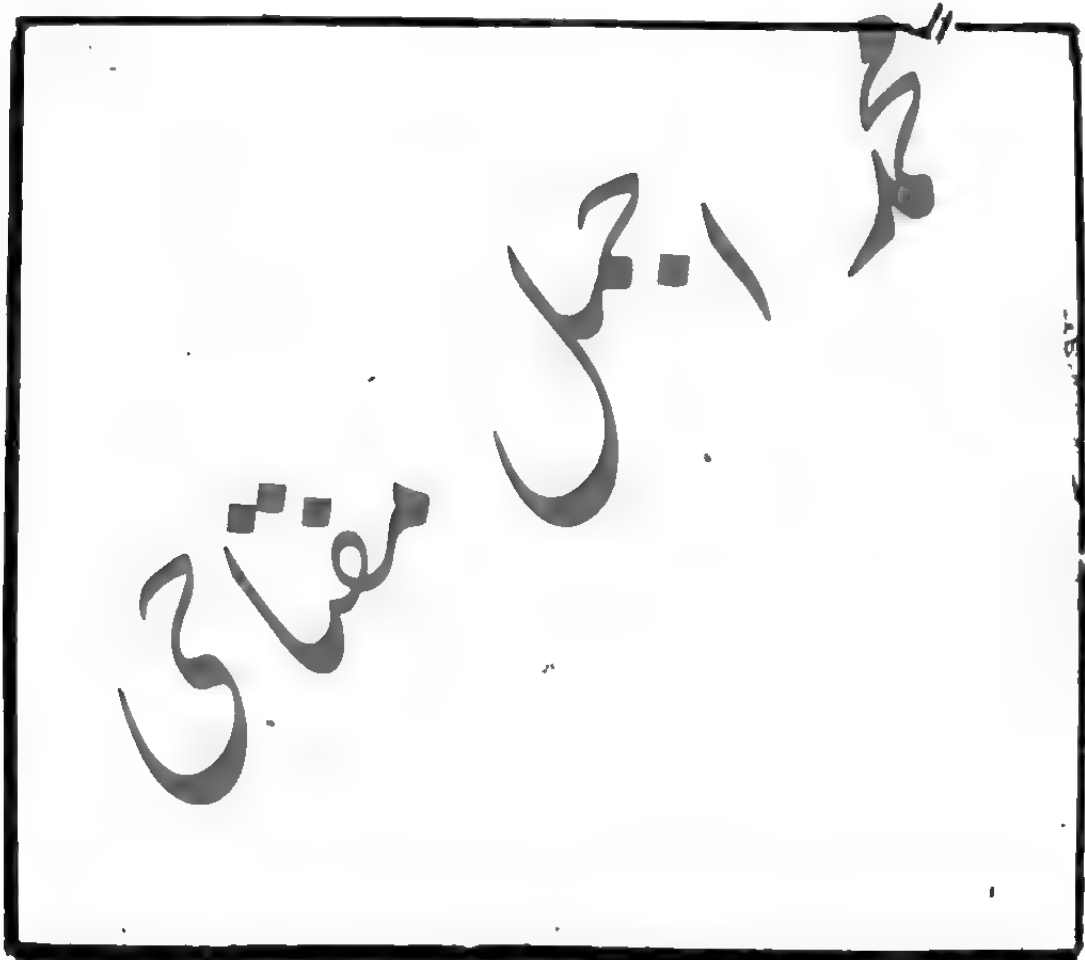
فرمایا : نمک پر ایک ہزار ایک مرتبہ آیت و اذا قتلتم نفساً...

تعلقون نمک باد ضرر پڑھ کر پھونکنے اور کھانے میں ملا کر کھانے کا استعمال فرمائیے

انشار اللہ! اگر سحر ہے یا آسیب ہے زائل ہو جائے گا۔

نہرمایا: اگر مشکلات کے سامنے کوئی کمزور اور کم ہمت ہو گیا تو نہایت ذلیل ناکامی کا شکار ہوتا ہے اور اگر استقلال اور عالی ہمتی سے کام لے کر تار بہا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔ والذین جاہدوا فینا لنھدینھم سبلنا اس کی نہایت زیادہ امید دلانے والی سند ہے، سعی پیہم اور جدوجہد استقلال اور جانفشانی ہمیشہ کامیابی تک پہنچاتی ہیں، اگر اخلاص و محبت بھی ساتھ ہے تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوتی ہے۔

نہرمایا: اخلاص و ولایت نہایت مشکل امر ہے جس کے لئے دو قوی رہنما نفس اور شیطان انس و جن ہمیشہ مسلط رہتے ہیں ان سے بغیر امداد خداوندی خلاصی ناممکن ہے۔ استعانت خداوندی اور صرف استعانت خداوندی کو ملحوظ رکھنا چاہئے اپنی کسی طاقت و سعی پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔



انسان کی زندگی میں ذکر و دعا کا اثر

نماز مومنین کی معراج ہے، نمازیں بندہ اپنے آقا اپنے پالنے والے کے سامنے سر ایا عجز و نیاز ہوتا ہے، کبھی وہ ہاتھ باندھے نظر زمین پر گاڑے کھڑا رہتا ہے کبھی جھکتا ہے اور کبھی اپنے مالک کے سامنے اپنی پیشانی کو زمین پر ٹیک دیتا ہے، بندوں کا یہ عجز و نیاز اور فقر و احتیاج بعدیت و تواضع کی یہ حالت خدائے مالک الملک کو بے حد پسند ہے، جب بندہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ بندہ اس موقع سے کچھ مانگے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔ آپ کے بعض دعائیہ کلمات اس موقع پر یہ ہوتے۔

”اللہ ہی تنہا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی

کی ہے، ملک اسی کا ہے، ساری تعریف اسی کے لئے ہے، تمام

چیزوں پر اسے ہی قدرت حاصل ہے، اے میرے اللہ، جو تو دے لے

کوئی روکنے والا نہیں جو تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔

نصیبہ والے کا نصیبہ (اگر تو نہ چاہے) تو کا دینے والا نہیں ہے۔

نماز کے بعد آپ عموماً یہ دعا بھی فرماتے:

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، پروردگار گناہوں کو

توبہ تو ہی بخشنے والا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے، اور میرے

اوپر تو رحم فرما، تو بہت رحم فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

ان کلمات میں غور کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس انداز میں اللہ سے مانگا کرتے تھے، تواضع و عبدیت کی پوری شان کا اظہار بھی ان کلمات میں ہے۔ اور اللہ کی بڑائی، اس کی بزرگی، اس کی قدرت و عظمت کا پورا اعتراف و ادراک بھی، جب ان کلمات کے ساتھ کوئی بھی بندہ سراپا عجز و نیاز بن کر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا تو کیا سوچا جاسکتا ہے کہ اللہ کی رحمت اس پر سایہ فلک نہ ہوگی اور اس کی مرادیں اللہ پوری نہیں کرے گا؟

اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہو، اس کی قدرت کاملہ پر یقین ہو، اور یہ کہ شکل کشانی و حاجت روائی کا تہا وہی مالک ہے، اس کا اذعان ہو اور پھر بندہ اللہ سے مانگے، یقیناً خدا اسے اپنی رحمت سے محروم نہیں کرے گا۔
بھٹکا ہوا انسان درد کی کھوکھو کریں کھاتا ہے، کبھی اس در پر جائے گا کبھی اس در پر بیٹھ جائے گا، ضعیفوں کو توانا سمجھ کر، محتاجوں کو بے نیاز جان کر عاجزوں کو مختار، ماتمردیوں کو خدا کا مرتبہ دیکر ان کے دروں کا چکر لگاتا ہے، قبروں پر نیاز اور چڑھاوے چڑھاتا ہے، عود اگر کی خوشبو جلاتا ہے اور ان سے اپنی پریشانیوں کا حل ڈھونڈتا ہے۔

مگر اللہ کا رسول جو سردار انس و جن تھا اور عظمت و مرتبہ میں بعد از خدا بزرگ توئی کے مقام پر تھا وہ مصیبتوں میں اللہ کو پکارتا تھا اور تمام پریشانیوں سے اسی کے ذریعہ پناہ چاہتا تھا، ہر بلا ہر مشکل ہر حاجت میں اس کی توجہ اللہ ہی طرف ہوتی۔ جب قحط کے آثار پیدا ہوتے، بارش رک جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ شہر سے باہر نکلتے، قبلہ کی طرف رخ کرتے، اپنی رزا مبارک کو الٹے پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے بارش کی دعا کرتے، مانگنے کا انداز یہ ہوتا کہ ہاتھ

اتنا اٹھاتے کہ آپ کے دونوں بخل کی سفیدی نظر آنے لگتی۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات
سے دعا کر لے سنا کرتا تھا :

” اے اللہ میں رنج و محن سے پناہ چاہتا ہوں مجز و کسندی سے پناہ
چاہتا ہوں، بخل و نامردی سے پناہ چاہتا ہوں، قرض کے بوجھ سے
پناہ چاہتا ہوں اور اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ پر غالب
ہو جائیں۔“

کبھی آپ اللہ کے حضور یہ دعا کرتے :

پروردگار میں قیامت کے دن کے عذاب اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں
حیات و موت کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں، گناہوں سے پناہ چاہتا
ہوں، قبر کی آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں، مالداروں کے فتنہ سے
پناہ چاہتا ہوں۔ و جال کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔

اللہ سے مانگنا اور شر و فساد، فتنہ و آزمائش سے اللہ کی پناہ چاہنا آپ کی زندگی
کا معمول تھا، دعا اور تعوذ آپ کا ہتھیار تھا، اللہ کی ذات پر کامل اعتماد و یقین کے
ساتھ اور اللہ کی ذات ہی کو اپنا مادی و لمبائی سمجھتے ہوئے آپ اللہ کے سامنے ہاتھ
پھیلاتے، گویا آپ اپنی امت کی رہنمائی فرماتے کہ کارساز حقیقی اللہ ہی ہے،
اللہ ہی کو سب کچھ سمجھو، اسی سے مانگو، داتا وہی ہے، آقا وہی ہے، آسمانوں
زمینوں اور ساری کائنات میں اسی کا نفرت چلتا ہے اس کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے
اور نہ اس کے سوا کوئی مشکل کشائی و راحت روائی کرنے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح کی گناہوں سے معصوم تھے مگر گناہوں سے
استغفار آپ کا معمول تھا، آپ فرماتے :

بار اہل میری گناہوں کو تو برف اور ایلے کے پانی سے دھو دے، میرے

دل کو گناہوں سے صاف کر دے جس طرح تو گندگی سے سفید کپڑے
کو صاف کر دیتا ہے، اور میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان
اتنا فاصلہ کر دے جتنا مغرب و مشرق کا فاصلہ ہے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو اللہ سے خیر کی دعا
چاہتے، اور ہمیں بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا دیکھو جب تم کو کوئی
اہم کام درپیش ہو تو اللہ سے استخارہ کرو، دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے اس طرح
دعا کرو:

اے العالمین، تیرے علم کے ذریعہ میں خیر چاہتا ہوں، تیری قدرت
کے ذریعہ قدرت کا طالب ہوں، تیرے فضل عظیم کا خواہاں ہوں، تو
قادر ہے ہم عاجز ہیں، تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں، غیب کا جاننے
والا تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، پروردگار اگر تیرے علم میں ہے کہ میرے
اس کام میں بھلائی ہے دین میں بھی دنیا میں بھی اور انجام کار میں بھی تو اس کام کو
میرے لئے مقدر فرما دے، اور اگر آپ کو اس کا علم ہے کہ یہ کام میرے حق میں بہتر نہیں ہے
دین و دنیا میں اس سے شر پیدا ہوگا انجام اس کا برا ہوگا، تو اس کا خیال میرے دل
سے ہٹا دیجئے، میری توجہ اس سے پھیر دیجئے اور میرے لئے بھلائی جہاں بھی
ہو اس کو میرا مقدر بنا دیجئے، پروردگار، اور اسی پر مجھے راضی بنا دیجئے، اس کے

بعد آدمی کو چاہئے کہ اپنی جو حاجت و ضرورت ہے اس کا نام لے۔ ان کلمات میں غور کرنے

سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ کو اپنے علم اور اپنی تدبیر سے زیادہ اللہ کی
ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، غیب کا جاننے والا اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں
اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انسان کے حق میں اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے، اس لئے
کسی طرح کا اقدام سے پہلے اپنے معبود برحق کے سامنے اپنی ضرورت کو دکھائے۔
اس کا ایک زبردست فائدہ یہ ہو گا کہ مقصود برآئے کی شکل میں

اس کے دل پر کوئی بوجھ نہ ہوگا، اور اس کا قلب ہر طرح گھٹن اور کڑھن سے محفوظ ہوگا، اور مقصود برآئے کی شکل میں آدمی میں الشراح کی وہ کیفیت پیدا ہوگی جس کی لذت کا ادراک اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

ہمارا یقین ہے

(کہ)

تیرگی روشنی سے ٹکراتی رہے، باطل حق سے بچنے آزمائی کرتا رہے، کفر ایمان سے نبرد آزما رہے، مخرفین کا گروہ اہل حق پر خواہ کتنی بھی یلغار کرے لیکن فتح و نصرت کا پرچم انہیں کے ہاتھ میں رہے گا جو صراطِ مستقیم پر ہوں گے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوں گے



جلد ۱۰ جمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

قربانی کے تین دن یا چار دن

ہمارے ایک کرم فرمانے مایگاؤں سے خط لکھا کہ یہاں بقرہ عید کے موقع پر ایام قربانی کے بارے میں غیر مقلدین حضرات اس کا پروپیگنڈہ کر کے عوام کو درغلالتے ہیں کہ ”غنیہ جو صرف تین روز قربانی کرتے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے، حدیث میں قربانی کے ایام چار روز ہیں، پھر انھوں نے حکم فرمایا کہ اس بارے میں ”زمزم“ میں کچھ لکھا جائے۔

ہمارے غیر مقلدین کرم فرماؤں کی احاف پر اتنی کرم فرمائیاں ہیں کہ ان کی کس کس بات کا جواب دیا جائے، تعلیقہ ان کے یہاں شرک ہے، مقلدین مشرک ہیں، مشرکین سے قدم قدم پر یہ سوال کرنا کہ اپنے عمل کی کتاب و سنت سے دلیل پیش کرو، ہماری سمجھ میں تو بالکل نہیں آتا، غیر مقلدوں کو تو پہلے احاف سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ تم اپنا ایمان درست کرو، مسلمان ہو جاؤ، توحید اختیار کرو پھر ہم دیکھیں گے کہ تمہارا عمل کتاب و سنت کے مطابق ہے کہ نہیں، مشرکین سے کتاب و سنت کی دلیل کا مطالبہ کرنا عقلاً و نقلاً بالکل نا درست ہے اور صرف احاف ہی کیوں؟ آج کل کے غیر مقلدین جو سلفیت کے نشے سے بدست ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو ایک ہی چھری سے ذبح کر رہے ہیں، مشرک، بدعتی، قبر پرست سارے مسلمان، صرف زیادہ کا یہی طبقہ خالص موحد اور اہلسنت والجماعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عاشق ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے، ایک سلفی پاکستانی محقق کی یہ تحقیق

ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں :

مذہب اربعہ یعنی حنفیہ شافعیہ مالکیہ
اور حنبلیہ میں بہت سے لوگ بلکہ انکی
اکثریت قبر پرست ہے ۔

ان كثير ابل اكثر من ينتمون
الى المذاهب الاربعة من
الحنفية والمالكية والشافعية
والحنابلة قبورية ۔

(جمہود علماء الحنفیہ ص ۴۱۹)

مزید ارشاد ہوتا ہے :

اور یہ قبر پرست لوگ جو ائمہ اربعہ کی طرف
منسوب ہیں ان کے مختلف فرقے مختلف
رنگ اور ان کی مختلف قسمیں ہیں انکی تعداد
موجودین سے زیادہ ہے شہر کے شہر اور ملک
کے ملک ان سے بھرے ہیں ۔

وهؤلاء القبورية المنتسبة
الى الائمة الاربعة فرق و
الوان و صنوف و افنان
و هم اكثر من اهل التوحيد
تكتظ بهم البلاد والبلدان ۔

(ایضاً ص ۴۲۰)

اور ان قبوریوں اور قبر پرستوں کے بارے میں انہی غیر مقلد سلفی موجد صاحب

کا فیصلہ یہ ہے کہ

ان قبر پرستوں کا فرقہ مشرکین اور
صنم پرستوں کا فرقہ ہے ۔

ان القبورية فرقة مشركة
وثنية (ایضاً ص ۴۳۸)

جب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ سلفیوں اور غیر مقلدین کے علاوہ تمام
مسلمان یا کم مسلمانوں کی اکثریت صنم پرست اور شرک ہی ہے تو آخر ان مشرکین
کو موجد اور مسلمان بنانے سے پہلے ان سے ان کے عمل کی دلیل کتاب و سنت سے
مانگنا کس عقل سلیم کا تقاضا ہے ۔

سلفیت کے نام سے خارجیت نے نیا جہنم بنا دیا ہے و خوارج نے اپنے سوا تمام

مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے دم لیا تھا اور آج یہی سلفی نام کے خوارج کر رہے ہیں کہ ان کے سوا بقیہ تمام مسلمان ایمان و اسلام سے خارج ہیں ” جو یہاں نے اپنے سر پر ملکہ برطانیہ کا تاج رکھا ہے !

اس ابتدائی گذارش کے بعد اصل مسئلہ کے بارے میں رفع اشتباہ کے لئے درج ذیل طور ملاحظہ ہوں ۔

قربانی کے کتنے ایام ہیں یہ مسئلہ تو الگ ہے ہمارے تو یہی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ غیر مقلدین آخر قربانی ہی کیوں کرتے ہیں ؟ اس لئے کہ قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں ان کے اکابر علماء کے بقول کوئی صحیح حدیث ہی نہیں ہے ، اور غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا غیر مقلدین الموسوم باہل حدیث کا شیوہ و شعار نہیں ، یہ سچا رہے تو صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں ، غیر صحیح حدیث پر عمل کرنا تو مقلدین کا کام ہے ۔

مشہور غیر مقلد عالم اور محدث مولانا عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں :

قال ابن العربی فی شریح الترمذی
یعنی ابن عربی نے شرح ترمذی میں فرمایا
لیس فی فضل الاضعیۃ حدیث
ہے کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں
کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں
مصحیح قلت الامرکما قال
یعنی مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں کہ بات
ابن العربی ،
وہی ہے جو ابن عربی نے کہی ۔
(تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۳)

جب بات وہی ہے جو ابن عربی نے فرمائی یعنی قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے ۔ تو غیر مقلدین کے یہاں قربانی کا عمل یقیناً باعثِ تعجب ہے ، پس اولاً تو غیر مقلدین یہ بتلائیں کہ وہ قربانی کیوں کرتے ہیں جب کہ اس کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے ، ثانیاً یہ بتلائیں کہ صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جو اہل کے بارے میں کون سی صحیح حدیث ہے ، قربانی کی فضیلت کے بارے میں آپ کے اکابر یہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی بابت کوئی صحیح حدیث نہیں ہے لیکن

قربانی کا عمل آپ کے یہاں عمل متواتر ہے اس عمل کی بنیاد جب صحیح حدیث نہیں ہے تو یقیناً آپ کا عمل غیر صحیح حدیث پر ہے، اب آپ بتلائیں کہ غیر صحیح حدیث پر عمل کرنے کے جواز کو بتلانے والی کون سی صحیح حدیث آپ کے پاس ہے اور وہ کس کتاب میں ہے؟
 ”چہ میاجب ملکہ برطانیہ کا سرپر تاج رکھتی ہے تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔“
 یہی بات کہ متقلدین احناف کے یہاں جو قربانی کے صرف تین دن ہیں ان کا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے۔

تو صرف احناف ہی پر یہ نظر کرم کیوں؟ کیا تین روز قربانی کا مسئلہ صرف احناف کے لیے یا یہی مذہب جمہور کا بھی ہے؟ صحیح حدیث کے خلاف عمل کرنے کا طعنہ آخر جمہور کو کیوں نہیں دیا جاتا ہے صرف احناف ہی کے ساتھ یہ لطف و محبت کا معاملہ کیوں؟
 امام احمد اور امام مالک کے یہاں تین روز قربانی ہے یا چار روز کیا غیر متقلدین کو اس کا علم نہیں ہے؟ حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل تین روز قربانی کا تھا یا چار روز؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں غیر متقلدین کیا فیصلہ فرمائیں گے کیا وہ خلاف سنت قربانی کرتے سمجھے؟

ناظروں آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ قربانی کے ایام کے بارے میں جو مذہب احناف کا ہے وہی چاروں ائمہ میں سے امام مالک کا بھی ہے اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا بھی ہے، اور صحابہ کرام میں سے یہی مذہب حضرت عمر کا بھی ہے۔ اور یہی مذہب حضرت علی کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی ہے۔ اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس کا بھی ہے۔

یعنی اگر ائمہ متوہین کو دیکھا جائے تو تین امام ایک طرف ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد بن حنبل ان تینوں ائمہ فقہ و حدیث کا مذہب یہی ہے کہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں۔ بقر عید کا دن اور دو دن اس کے بعد۔ اور صحابہ کرام

کو دیکھا جائے تو یہی مذہب ان اجلہ صحابہ کرام کا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔

اگر قربانی صرف تین دن کرنا حدیث کے خلاف ہے تو نگاہ کرم صرف احناف ہی کی طرف کیوں اٹھتی ہے، آخر فوسسوں کا نام لیتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے، غیر مقلدین میں ہمت ہے تو کہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلہؒ ان تمام اسلاف امت کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔

المفتی لابن قدامہ حنبلی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور والدنا^۱ شیخ ابن باز کے ذریعہ تمام ریاض کے دارالافتاء سے شائع ہوئی ہے اس میں قربانی کے سلسلہ میں لکھا ہے :

ایام النحر ثلاثہ، یوم العید، و یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن

(۱) غیر مقلدین شیخ ابن باز کو جو اس وقت سعودیہ کی سب سے بڑی دینی شخصیت سمجھے جاتے ہیں اور جن کا توصیف حاصل ہو جانے کے بعد پورے سعودیہ میں بڑی آسانی سے چنہ کیا جاسکتا ہے، غایت محبت سے۔ والدنا^۲ یعنی ہمارے والد صاحب کہ کر مخاطب کرتے ہیں، میں نے ایک جگہ سگے باپ کے علاوہ لفظ والد کے استعمال پر اعتراض کیا تھا کہ کتاب و سنت۔ سگے باپ کے علاوہ کیلئے لفظ والد کا استعمال نہیں ملتا، اسلئے اس کا استعمال باپ کے علاوہ کے غیر کے لئے جائز نہیں، ابن باز کے لئے بھی اس کا استعمال جائز نہ ہوگا خواہ چنہ ملے یا نہ ملے، تو اس پر ایک ڈاکٹر صاحب جواباً فرماتے ہیں، دیکھو حدیث میں آتا ہے انا لکم مثل الوالد مگر یہ جواب جیسے ہے وہ ظاہر ہے یہاں حضورؐ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ میں تمہارا والد ہوں بلکہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لئے تمہارے والد کے مثل ہوں، اور آنحضورؐ کا یہ فرمانا اپنی جگہ بالکل درست ہے، میرے اعتراض کا یہ جواب نہیں، کتاب و سنت کے علاوہ عربی کلام میں اس لفظ والد کا استعمال غیر باپ کے لئے نہیں نہیں ملا، نہ بمجاز نہ حقیقہ، میرا مشورہ ہے کہ غیر مقلدین اس لفظ والدنا کا استعمال ابن باز کیلئے ترک کر دیں۔

یومان بعدہ و هذا قول عمر
وعلی ابن عمر و ابن عباس و
ابی ہریرۃ و انس، قال احمد
ایام النحر ثلاثۃ عن غیر
واحد من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن
اور دو دن اس کے بعد کے، اور یہی قول حضرت
عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت
عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے، حضرت اما احمد
نے کہا کہ قربانی کے تین دن، ہیں اللہ یہی

وہو قول مالک و الثوری و ابی حنیفہ
(المغنی ج ۸ ص ۹۳۸)

بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہی
قول امام مالک، امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کا بھی ہے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ چاروں ائمہ میں سے تین اماموں کا مذہب یہ ہے کہ
قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں، صرف امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قربانی چار
روز کی جائے گی۔ مگر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق جمہور کے خلاف مذہب اختیار
کرنے کے باوجود جری اتنے ہیں کہ ان ائمہ ثلاثہ بلکہ صحابہ کرام کے عمل کو بھی حدیث کے
خلاف بتلا رہے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر مشہور مالکی حافظ حدیث، محدث و فقیہ ہیں، مذہب مالکی میں
ان کی مشہور کتاب کا نام الکافی ہے یہ کتاب بھی والدنا شیخ ابن باز کے دارالافتاء
ریاض سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئی ہے، اس کتاب میں ایام نحر کے بارے میں
لکھا ہے:

ایام الذبح یوم النحر و یومان
بعده و لا یضحی
فی الیوم الرابع - (ص ۲۳۳)

یعنی قربانی کے دن قربانی والا یعنی عید کا
دن ہے اور دو دن اس کے بعد ہیں، اور چوتھے
روز قربانی نہیں کی جائے گی۔

دیکھا آپ نے، امام احمد اور امام مالک کا مذہب بھی قربانی کے دن کے سلسلہ میں
وہی ہے جو امام ابو حنیفہ کا ہے، مگر غیر مقلدین کرم فرما صرت احاف کے بارے میں

ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے، امام احمد اور امام مالک کے خلاف یہ گونگے بنے رہتے ہیں۔

قربانی کے صرف تین دن ہیں المعنی میں اس کی جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے

فرماتے ہیں :

ولنا ان النبي صلى الله عليه وسلم
نهي عن ادخار لحوم الاضحية فوق
ثلاث ولا يجوز الذبح في وقت
لا يجوز ادخار الاضحية اليه
ولان يوم الرابع لا يجب الرمي
فيه فلم تجز التضحية فيه
كالذي بعده ولان قول من
سمين من الصحابة ولا يخالف
لهم الامرواية عن علي وقدرى
عنه مثل مذهبنا (ايضا)

یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے تین روز سے زیادہ قربانی کا
گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا پس
اس روز قربانی نہیں جائز ہوگی جس دن میں
گوشت کے ذخیرہ کرنے کی ممانعت کی گئی
تھی، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ تین دن
رمی کرنا ضروری نہیں ہے، پس اس دن قربانی
بھی جائز نہ ہوگی جیسے اس کے بعد کے
دنوں میں تیسری دلیل یہ ہے کہ یہی مذہب ان
صحابہ کرام کا بھی ہے جن کا اوپر ہم نے ناکا لیا ہے۔
اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے، سوائے حضرت
علی کی ایک روایت کے، انکی ایک دوسری روایت
ہمارے مذہب کے موافق ہے۔

قربانی تین ہی روز ہے اس بارے میں حضرت امام احمد کے دلائل آپ نے ملاحظہ
فرمائے۔ اور جیسا کہ معلوم ہوا یہی مذہب امام مالک کا بھی ہے، امام مالک کے دلائل بھی
یہی ہیں، نیز مؤطا میں امام مالک صحیح سند سے نقل کرتے ہیں۔

عن نافع ابن عمر قال
الاضحية يومان بعد يوم الاضحية
یعنی نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ
بن عمر نے فرمایا کہ عید کے دن کے بعد قربانی کے

وقال ویبلغنی عن علی بن
دورن ہیں، امام مالک نے یہی فرمایا کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی بات مجھے

پہنچی ہے۔

میں نے یہاں حضرت امام ابو حنیفہ کے دلائل اس کے سوا مزید اور کیا ہیں ان سے
تقرض نہیں کیا ہے، اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات پہلے امام مالک اور امام
احمد بن حنبل سے ٹمٹ لیں، اس کے بعد ہی احاث کے بارے میں مخالف حدیث مذہب
اختیار کرنے کا فیصلہ فرمائیں جب ہم بھی انشاء اللہ کچھ عرض کریں گے۔

البتہ جن احادیث سے غیر مقلدین حضرات قربانی کے چار روز ہونے پر استدلال
کرتے ہیں اس پر ایک بگھاہ ڈال لی جائے تاکہ غیر مقلدین کے دلائل کا وزن بھی معلوم
ہو جائے۔

معلوم ہے کہ غیر مقلدین حضرات عام طور پر جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے میں
ابن قیم و ابن تیمیہ کے مقلد ہوتے ہیں، یعنی ائمہ اربعہ کی تقلید کا انکار یہ کرتے ہیں
مگر عام طور پر ان مسائل میں جن میں ابن قیم و ابن تیمیہ کی رائے جمہور کے خلاف ہوتی ہے
غیر مقلدین دلائل و مسائل میں انہی کی پیروی کرتے ہیں، اور ان کا سارا میسرل و مسالہ
انہیں دونوں کی تحقیقات و دلائل ہوتے ہیں، ابن قیم نے زاد المعاد میں قربانی کے
چار دن ہونے پر جو نقلی دلائل پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں :

آنحضور کا ارشاد حضرت جبر بن مطعم نقل فرماتے ہیں :

کل ایام التشریق ذبح
یعنی ایام تشریق سب کے سب ایام
ذبح ہیں (۱)

(۳۱۸/۲)

(۱) ایام تشریق ان دنوں کو کہتے ہیں جن میں فرض نماز کے بعد زور سے تکبیر کہی جاتی ہے یعنی نویں
تاریخ کی فجر سے تیرہ تاریخ کی عصر کے وقت تک کا دن۔

غیر مقلدین حضرات کا استدلال اس حدیث سے درج ذیل وجوہ سے باطل ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، خود ابن قیم فرماتے ہیں :

الحديث منقطع لا يثبت وصله یعنی حدیث منقطع ہے، آنحضرت تک (زاد المعاد ص ۳۱۸)

اس کا موصول ہونا ثابت نہیں ہے۔

غیر مقلدین حضرات دوسروں سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن خود ان کے حرم میں ہر طرح کی گنجائش ہے، صحیح و غیر صحیح جس طرح کی حدیث سے چاہیں استدلال کریں۔ بہر حال یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ابن قیم کی تصریح آپ کے سامنے ہے۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث ہی سے استدلال کرنا ہے تو پھر ان کو پوری حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں، اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہی سے شروع ہو جاتے ہیں پس اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ نویں تاریخ ہی سے قربانی شروع ہو مگر ہمیں ایک غیر مقلد نظر نہیں آتا جو نو تاریخ کو بھی قربانی کرتا ہو، سوال یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل کرنے والا یہ طریقہ آدھا تیرا آدھا بیٹر، غیر مقلدوں نے کیوں اختیار کیا ہے تو تاریخ کو اس حدیث کی روشنی میں وہ قربانی کیوں نہیں کرتے ہیں۔

غرض اولاً تو یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے قابل استدلال نہیں دوسرے یہ کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کی نو تاریخ بھی قربانی کا دن ہے اور غیر مقلدین کا خود اس پر عمل نہیں پس یہ حدیث دوسروں کے لئے کیسے حجت ہو سکے گی۔

غیر مقلدین کا دوسرا استدلال حضرت علیؑ کا یہ اثر ہے، آپ کا ارشاد ہے :

ایام النحر یوم الاضحیٰ و یعنی قربانی کے چار روز ہیں ایک روز عید ثلاثہ ایام بعدہ (ایضاً ص ۳۱۹) اور تین روز اس کے بعد کے۔

تو اس سلسلہ میں پہلی گزارش یہ ہے کہ حضرت علیؑ صحابی ہیں اور صحابی کا

قول غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وقول الصحابی لا تقوم به حجة یعنی صحابی کے قول سے حجت نہیں

(الروضة السنية ص ۱۴۱) قائم ہوتی ہے۔

تو جب صحابی کے قول سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے اور معرض استدلال میں صحابی کا قول غیر مقلدین کے یہاں مردود ہے تو پھر حضرت علی کے اس قول کو دلیل بنانا کیسے جائز ہوگا۔ ؟

دوسرے یہ کہ جیسا کہ المعنی اور مؤطا امام مالک کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایت ہے، ایک یہ کہ قربانی کے ایام تین ہیں اور دوسری یہ کہ قربانی کے ایام چار ہیں تو ان دونوں روایتوں میں سے چار والی روایت کو اختیار کرنے کی کوئی مضبوط دلیل ہونی چاہئے، اور وہ دلیل غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے، البتہ تین دن والی روایت کو ترجیح اس لئے حاصل ہوگی کہ جیسا کہ المعنی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب قربانی کے بارے میں تین دن کا تھا، تو وہ حدیث جو قول و فعل دونوں کے مطابق ہو اس کی ترجیح بالکل ظاہر ہے اس کو چھوڑ کر دوسری روایت کو اختیار کرنا عقل کے بالکل خلاف ہے۔ ان دونوں حدیث کے علاوہ کوئی اور صحیح حدیث اس بارے میں نہیں ہے جن سے غیر مقلدین کا استدلال درست ہو، اور ان دونوں حدیث کا حال معلوم ہو چکا کہ یہ قطعاً غیر مقلدین کے اصول پر قابل استدلال نہیں ہیں۔

مگر تعجب ہے کہ غیر مقلدین اپنی کل اس جمع پونجی پر ایسے نازاں ہیں کہ جمہور ائمہ دین و صحابہ کرام کے عمل کو خلاف سنت بتلاتے ہیں، اور جو مذہب اہل اسلام کی اکثریت کا ہے اس کو وہ غلط کہتے ہیں۔ افسوس کہ اس بے راہ روی کے باوجود بھی ان کا دعویٰ یہی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے صرف وہی ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا یہ فرمان بھی ناظرین اپنے ذہن میں رکھیں وہ فرماتے ہیں:
ایام الاضحیٰ التي اجمع علیہا یعنی قربانی کے ایام جن پر اجماع ہے
ثلاثۃ ایام (المعنی ص ۹۳) تین دن ہیں۔

غیر مقلدین سے تو خیر انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی مگر عام ناظرین خود
فیصلہ فرمائیں کہ امام احمد کے اس ارشاد کی روشنی میں اور گزشتہ کی ابتک کی باتوں سے
کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان لوگوں کا مذہب زیادہ قوی اور مضبوط ہے جن کا قول
قربانی کے صرف تین روز کا ہے، چار روز والا مذہب دلائل کے لحاظ سے بھی قوی نہیں
نیز اس میں احتیاط کا وہ پہلو بھی نہیں جو تین روز والے مذہب میں ہے اور یہی وجہ ہے
کہ اجلہ صحابہ کرام کا بھی مسلک یہی تھا کہ وہ صرف تین روز قربانی کے قائل تھے
جیسا کہ گزشتہ سلور میں واضح کیا گیا ہے۔

اب آخر میں ایک بات جو غیر مقلدین حضرات سے پوچھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ
اس مضمون کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کو تسلیم ہے کہ قربانی
کی تفصیل کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے مگر غیر مقلدین اس کے باوجود قربانی
کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چار روز قربانی کے بارے میں بھی آنحضور سے کوئی
صحیح حدیث مروی نہیں ہے لیکن غیر مقلدین حضرات چار روز قربانی ہی کو قربانی کی
اصل سنت سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث بخاری
میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں دو گناہ ادا کرتے تھے وہیں جب کو مصلیٰ
کہا جاتا ہے (قربانی بھی کرتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بخاری کی اس صحیح حدیث
پر غیر مقلدین کا عمل نہیں اور یہ لوگ عید گاہ کے بجائے اپنے گھروں میں قربانی
کرتے ہیں۔ بخاری کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذبح
یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو گناہ

وینحربالمصلیٰ لواء البھاری
 ادا کرنے کی جگہ قربانی کیا کرتے تھے۔
 (مشکوٰۃ)

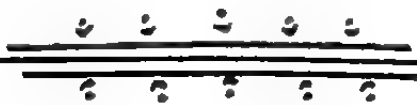
ضعیف احادیث پر عمل کرنے کے لئے وہ شہداء شوریٰ اور اس صحیح حدیث
 سے آنکھ بند کر لیتے کاجبرانہ عمل غیر مقلدین نے کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا غیر مقلدین
 حضرات اس کا کوئی معقول جواب دیں گے؟ -

ترک تقلید کے ہیں بڑے چوپنچلے

نام سنت کا لے لے کے یہ منچلے
 اب کھلے سر امامت بھی کرنے لگے
 مگر ہی، مگر ہی، ہاتے رہے مگر ہی
 اب نمازیں بھی رسمایہ پڑھنے لگے

شیخ جن سے پوچھا تو فتویٰ دیا
 سر چھپائے گی عورت نہ ہم مرد ماں
 تم مقلد رہو، ہم تو ہیں منچلے
 بولو جاتے کہاں، مرد عورت بنے؟

سنن ابو شیح عرب مفتی مسلفیان
 اس پہ فتوئیاں نے جو ابا بھتا
 ان کا فتویٰ ہے سنت ہمارے لئے
 ترک تقلید کے ہیں بڑے چوپنچلے



اے غیر مقلدوں کی مسجد میں امام صاحب کو کھلے سر نماز پڑھاتے دیکھ کر۔

قرأت خلف الامام کے بارے میں

غیر مقلدین کے استدلال پر ایک نظر

(۷) امام اصغر ابن امام مہدی سلفی موصوف نے قرأت فاتحہ خلف الامام ہی کے سلسلہ میں حضرت مجاہد سے حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فعل بھی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جز قرأت سے نقل کیا ہے۔

” حضرت مجاہد لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کو میں نے سنا کہ وہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔“

غیر مقلدین حضرات کو یہ اثر بھی نافع اور مفید نہیں، اسلئے کہ صحابہ کا قول و فعل ان کے نزدیک حجت نہیں، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر کے اس فعل سے استدلال کرنا ان کے عقیدہ و مسلک کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں مطلقاً قرأت کا ذکر ہے، تیسرے یہ کہ نہ سرّاً کا ذکر ہے نہ جہراً کا ذکر ہے، پس اگر کوئی اس اثر کی روشنی میں اس عقیدہ کے ساتھ کہ صحابہ کرام کا فعل بھی حجت ہے امام کے پیچھے زور سے قرأت کرے اور سورہ فاتحہ یا سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کا کچھ اور حصہ پڑھے اس کا عمل تو اس اثر کی روشنی میں درست ہوگا مگر غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا۔

نیز اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا قرأت کرنا زور سے ہوا کرتا تھا جب ہی تو حضرت مجاہد ان کی قرأت سن یا کرتے تھے مگر حضرت

غیر مقلدین کا عمل اس اثر کے خلاف آہستہ پڑھنے کا ہے، تو اس سے استدلال کرنا بڑی جرأت کی بات ہے۔

(۸) جناب ابن امام مہدی صاحب نے مصنف عبدالرزاق سے حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ اثر بھی نقل کیا ہے۔

”تم جب امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ اس کے پہلے اور جب وہ سکتے کرے۔“

یہ ترجمہ ابن امام مہدی مطلقہ کا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی دو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے گا، امام سے پہلے ایک مرتبہ اور دوسری مرتبہ جب وہ سکتے کرے جب کہ غیر مقلدین کا عمل صرف ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے۔ پھر یہ صحابی کا قول ہے، اور معلوم ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین کا عقیدہ اس بارے میں شیعوں والا ہے یعنی ان کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل قابل حجت نہیں، یہ کہ غیر مقلدین کے یہاں بھی ہر امر کا صیغہ وجوب کے لئے نہیں ہوتا ہے، اس لئے کیا ضروری ہے کہ غیر مقلدین کی طرح حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فرمان سورہ فاتحہ کی فرضیت کو بتلانے کے لئے ہے یہ تمام گفتگو تو ابن امام مہدی موصوف سلفی کے ترجمہ کے پیش نظر کی گئی ہے، مگر ناظرین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ سلفی موصوف نے حدیث کے ترجمہ میں زبردست گھسلا کیا ہے، جو حدیث انھوں نے نقل کی ہے وہ عربی عبارت کے ساتھ یہ ہے۔

اذا كنت مع الامام فاقرأ بام القرآن قبله اذا سكت.

اور اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

جب تم امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ پڑھو اس سے پہلے جب وہ سکتے کرے، قارئین دیکھ رہے ہیں کہ اس عبارت سے مقصود تو حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ ہے کہ جب امام شتا کے بعد سکتے کرے تو امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے تم سورہ فاتحہ پڑھ لو، مگر چونکہ غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے، وہ امام کے ساتھ ساتھ سورہ فاتحہ

پڑھتے ہیں اس وجہ سے امام ابن امام مہدی سلفی موصوف نے ترجمہ میں زبردست گھپلا کر کے اپنی دانست میں اس اثر کو اپنے مذہب کے موافق بنالیا، حالانکہ ترجمہ میں اس بے ایمانی کے باوجود یہ اثر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو سکا بلکہ ان کے ترجمہ کی روشنی میں امام کے ساتھ درجہ اور دو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت ہو گیا ہے، جبکہ غیر مقلدین کا مذہب صرف ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے۔ ہمیں ابن امام مہدی موصوف کی اس جرأت پر حد درجہ تعجب ہے کہ عبارت نقل کر کے وہ ترجمہ میں گھپلا بازی کر رہے ہیں۔ ایں کار از تو آمد مرداں چنیں کنند

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس طرح کی خیانتیں وہی کرتا ہے جس کو خود اپنے موقف کی کمزوری کا احساس سستا مارہتا ہے۔ اہل حدیث کے نام کے ساتھ غیر مقلدین کا یہ شیوہ و شعار، اہل حدیث کے نام پر یہ نماد ادا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت خیانت کرنا بھی ہے، اللہ اس شیوہ و منافقت سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

(۹) موصوف ابن امام مہدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بھی دارقطنی سے نقل کیا ہے،

”یزید بن شریک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرآن خلف الامام کا مسئلہ پوچھا حضرت نے کہا کہ سورہ فاتحہ پڑھو، ابن شریک نے کہا اگرچہ آپ امام ہوں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں امام ہوں، انھوں نے پھر پوچھا کہ اگرچہ آپ زور سے پڑھیں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں زور سے پڑھوں۔“

اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ صحابہ کا قول و فعل آپ کے یہاں حجت نہیں، اسلئے آپ کا حضرت عمر کے ارشاد سے حجت کچھ نا آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے یہاں ناقابل اعتبار صحابی رسول ہیں، ان کا قول و فعل بطور خاص آپ حضرات کے یہاں مردود ہے، جامعہ سلفیہ کے

معروف نامور محقق اور اس جامعہ کے مفتی مولانا رئیس احمد ندوی حضرت عمر کے بارے میں فرماتے ہیں :

”موصوف نے باعتراف خویش قرآنی حکم میں ترمیم کر دی۔ (تنبیہ الآفاق) ۴۹۵
جو امتی قرآنی حکم میں ترمیم کر دینے کی جرأت کر ڈالے اس کا قول شریعت میں معتبر کیسے ہو سکتا ہے، آپ حضرات کا تو مسلک ہے کہ حضرت عمر خلاف نصوص کتاب و سنت احکام نافذ کیا کرتے تھے، (ایضاً ص ۲۹۹) تو جو صحابی رسول معاذ اللہ احکام دینیہ کے سلسلہ میں خلاف نصوص اور کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر احکام نافذ کرتا رہا ہو، اس صحابی کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے، بعض محدثین کا تو مسلک یہ رہا ہے کہ انھوں نے کسی کو خلاف مروّت کام کرتے دیکھا، کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، بازار میں کھاتے میٹے دیکھا یا عام بازاری لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے دیکھا تو وہ ایسے شخص کی حدیث لینا گوارا نہیں کرتے تھے، اب آپ بتلائیں کہ جب آپ حضرات کا حضرت عمر کے بارے میں یہی عقیدہ ہے کہ وہ خلاف نصوص کام کرتے تھے، شریعت کے حکم میں اپنی رائے سے تبدیلی کر دیا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ کے قول سے حجت پھر ٹٹنا اور ان کے قول کو اپنے مسلک کی حمایت میں پس کرنا شرعاً و عقلاً کہاں تک درست ہے۔

تیسرے یہ کہ حضرت یزید بن شریک کا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ سے یہ سوال و جواب خود بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کا عمل بہت غیر معروف و غیر مانوس تھا، عام طور پر لوگوں کا اس پر عمل نہیں تھا، اگر یہ عمل معروف اور مانوس ہوتا تو یزید بن شریک کو اس سوال و جواب کی ذہبت کیوں آتی۔

چوتھے یہ کہ اس اثر میں بھی نہ سرائی قید ہے نہ جہر کی مطلق قاعدہ کے پڑھنے کا حکم ہے اسلئے یہ اثر غیر مقلدین کی دلیل نہیں بن سکتا۔

پانچویں یہ کہ یہاں بھی ابن امام مہدی اپنے نامہدی پہنچنے کا ثبوت دیا ہے
اسلئے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اثر جو اور طریقوں سے منقول ہے اس میں صرف سورہ فاتحہ
کا نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنے کا حکم موجود ہے، مگر چونکہ وہ
خلاف مطلب بات تھی اس وجہ سے اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا، حدیث کو اپنے مطلب
کے موافق بنانا غیر مقلدین حضرات کا خاص شیوہ ہے۔
(۱۰) ابن امام مہدی صاحب نے حضرت علیؓ کے اس اثر سے بھی اپنے مذہب
پر استدلال کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی
دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ

قطع نظر اس کے کہ یہ اثر صحیح ہے یا ضعیف ہمیں عرض یہ کرنا ہے کہ ابن امام مہدی
نے بلا سمجھے اس اثر کو اپنے مذہب کی تائید میں نقل کر دیا ہے۔ قارئین دیکھ رہے
ہیں کہ اس میں صرف ظہر اور عصر کا ذکر ہے جو کسری نمازیں ہیں دوسرے اس میں
صرف پہلی دو رکعتوں کا ذکر ہے چاروں رکعتوں میں پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، یہ سب
یہ کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ
کا بھی ذکر ہے، تو اس اثر سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ ہوگا ان کا مذہب تو یہ ہے کہ
چاروں رکعتوں میں اور ہر نماز میں مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے
غرض اس اثر کو ان کے مذہب سے کوئی نسبت نہیں مگر عقل و فہم کو بالائے
طاق رکھ کر براعتی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صحابی
کا قول و فعل غیر مقلدوں کے یہاں حجت نہیں، فتاویٰ تذریہ میں غیر مقلدین کے
شیخ الکمل فی الکمل مولانا سید نذیر حسین محدث فرماتے ہیں:

.. اگر تسلیم کر دے شود کہ سند این فتویٰ صحیح است تاہم از احتیاج صحیح

نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست

یعنی اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس کے
 دلیل پکڑنا درست نہیں ہے اس لئے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔
 اور اسی فتاویٰ نذیریہ میں حضرت علی کا نام لیکر ان کا ایک صحیح سند سے مروی شدہ
 فرمان رد کر دیا گیا ہے، شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں،
 حضرت علی کا یہ قول لا تشربوا ولا جمعة الا فی مصر صحیح ہے ابن حزم
 نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کے
 اس قول سے صحت جمعہ کیلئے مصر کا شرط ہوتا ہر گز ہر گز ثابت نہیں
 ہو سکتا۔ (ص ۵۱۴)

ناظرین غور فرمائیں کہ جب شیعوں کی طرح سے غیر مقلدین کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ
 صحابی کا قول حجت نہیں اور خلیفہ راشد کی صحیح بات ان کے نزدیک قابل رد ہے تو
 اسی خلیفہ راشد حضرت علی کے قول سے غیر مقلدین کا کس سند میں دلیل پکڑنا کیا ازہم
 برا خفشی تہیں ہے؟

(۱۱) ابن امام ہدی مولانا اصغر علی مدظلہ نے اس اثر سے بھی اپنے شاذ موقف
 کو ثابت کرنا چاہا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مکہ
 میں دریافت کیا کہ میں نماز پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ اس گھر (بیت اللہ)
 کے رب سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قرآن
 ذکر دوں اگرچہ سورہ فاتحہ ہو۔

مولانا اصغر علی مدظلہ ابن امام ہدی نے یہاں بھی کہاں برا خفشی کا مظاہرہ کیا ہے،
 یہ اثر تو صریح ان کے مذہب کے خلاف ہے مگر وہ اپنی سادگی سے اس کو اپنے مذہب
 کی دلیل سمجھ رہے ہیں۔

اس اثر کا تو حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مطلقاً قرآن کے قائل

تھے اور اگر کچھ نہیں تو سورہ فاتحہ ہی کو نمازیں پڑھا کرتے تھے، جبکہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ صرف سورہ فاتحہ کا سوا پڑھنا واجب اور فرض ہے، سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور نہیں پڑھا جائے گا، پھر اس میں مطلق نماز کا ذکر ہے، مقتدی بن کر نمازیں وہ کیا پڑھتے تھے اس سے معلوم نہیں ہوتا، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے، جب امام نمازیں قرأت کرے تو تم خاموش رہو، کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان کر لیا جائے کہ ان کا عمل اس صحیح فرمان نبوی پر نہیں تھا، سوال یہ ہے دعویٰ خاص پر دلیل عام لانا کب سے غیر مقلدین کے یہاں جائز ہو گیا ہے عاقل تو دعویٰ اور دلیل میں مطابقت پیدا کرتا ہے، یہاں دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام، اس سے ابن امام مہدی کا مدعی کیسے ثابت ہو جائے گا، پھر کیا ابن امام مہدی صاحب بھول گئے کہ حضرت جبرائیل بن عمر صحابی ہیں اور صحابی کا قول فعل شیعوں کی تقلید میں غیر مقلدوں کے یہاں بھی قابل حجت نہیں۔

(۱۲) ابن امام مہدی مظلّم نے اپنے مذہب پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

”ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔“

سوال یہ ہے کہ پہلے غیر مقلدین اپنے اس شیعی عقیدہ سے توبہ کریں کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں، پھر یہ اثر پیش کریں نیز حضرت ابی بن کعب کے فعل سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ تنویر الاقان میں مولانا رئیس احمد ندوی سلفی غیر مقلدین کے نامور محقق نے صحابہ کرام کے بارے میں بہت وضاحت لکھا ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور ارشادات نبوی کے خلاف عمل کیا کرتے تھے۔ (۱) جن کا صحابہ کرام

(۱) نزم کے پہلے شمارہ میں حضرت مولانا غازی پوری مظلّم کا مضمون ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں مضمون کا عنوان ”صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر“

کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ کسی صحابی کے فعل سے حجت پکڑیں مقام شرم ہے ۔
 نیز اس میں فاتحہ کا ذکر نہیں مطلق قرأت کا ذکر ہے ، نیز اس کا بھی ذکر نہیں
 کہ سرّاً پڑھتے تھے یا جہراً ، گویا کہ یہ دلیل عام ہوگی جو مقلدین کے دعویٰ خاص کے لئے
 مفید نہیں اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے زور سے مثلاً انا انزلناہ
 کی سورۃ پڑھ دے تو حضرت ابی بن کعب کے اس اثر کے خلاف نہیں ہوگا جب کہ
 غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہوگا ، تو اس اثر سے غیر مقلدین کا مذہب کہاں
 سے ثابت ہو جائے گا ۔ عموماً غیر مقلدین عقل و فہم سے عاری ہو کر بات کرتے ہیں ،
 اگر سند پر بھی گفتگو میرے پیش نظر ہوتی تو میں بتلاتا کہ یہ اثر بالکل ضعیف ہے ۔
 (۱۳) ہمارے موصوف اصغر علی ابن امام سہدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے ۔

حضرت ابو السائب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے کہا کہ میں جب امام کے ساتھ ہوں اور وہ باذان بلند قرأت کر رہا ہو
 تو میں کیا کروں ، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ سورہ فاتحہ آہستہ پڑھو ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ پر بھی اسی وقت عمل کرتا جائز ہوگا جبکہ غیر مقلدین
 اپنے اس شیعہ عقیدہ سے توبہ کر لیں کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جو دن و رات میں پانچ مرتبہ پڑھی جانے
 والی عبادت ہے ، اس میں عام طور پر صحابہ کے وقت میں مقتدی امام کے پیچھے کچھ پڑھا نہیں
 کرتے تھے ، ورنہ یہ بات ایسی نہیں تھی کہ اسکے بارے میں سوال کیا جائے ۔

نیز مولانا موصوف اپنے غیر مقلدانہ معتقدانہ کے استہمالی اس حدیث کے
 ترجمہ میں بھی کرنے سے باز نہ رہے ۔ حدیث میں فاتحہ کا ذکر نہیں ہے مگر موصوف نے اپنی
 طرف سے لفظ فاتحہ بڑھادیا ، نیز انھوں نے آہستہ پڑھو ترجمہ کیلئے جبکہ صحیح ترجمہ
 اقرا بھائی نفسک کا یہ ہے کہ تو اپنے ہی میں پڑھ ، اپنے جی میں پڑھنے کا مطلب

آہستہ اپنا تفسی نہیں ہے، مشہور غیر مقلد عالم مولانا جو ناگڈھی فی نفسٹ کا ترجمہ - واذکر ایٹ فی نفسٹ - والی آیت میں اپنے دل میں کرتے ہیں، اور جوابات دل میں کی جائے خواہ قرأت کا فعل ہو یا ذکر کا اس میں ضروری نہیں ہے کہ زبان بھی پلے۔ بہر حال یہ حدیث بھی غیر مقلدین کو چندان مفید نہیں ہے، اللہ انکو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ نا سمجھی والی بات سے امت میں انتشار پیدا نہ کریں۔

(۱۴) مولانا ابن امام مہدی موصوف نے کمال عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درج ذیل اثر سے بھی اپنے قرآنہ فاتحہ خلف الامام والے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور دو سورہ اور پچھلی رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ۔

بھلا بتائیے کہ کیا غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے؟ غیر مقلدین کا مذہب تو یہ ہے کہ ہر نماز کی چاروں رکعتوں میں مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، نیز اس میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ وہ سوا پڑھتے تھے یا جہراً۔ کیا ابن امام مہدی موصوف کو اپنے مذہب کی خبر نہیں ہے کہ ان کا مذہب قرأت خلف الامام کے بارے میں کیا ہے، اور کیا موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت عبداللہ بن مغفل صحابی ہیں؟ صحابی کا قول آپ کے یہاں حجت کب سے ہو گیا؟

(۱۵) مولانا اصغر علی سلفی نے اپنے مذہب پر اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے،

.. حضرت ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا، پس ابوسعید نے کہا سورہ فاتحہ

یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔

یہ ترجمہ مولانا موصوف کا ہے، یہ اثر بھی بلا سمجھے بوجھے نقل کر دیا گیا ہے، اس لئے کہ یہ سوال و جواب خود بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں نماز جیسی اہم عبادت کا یہ مسئلہ صحابہ میں معمولاً جاری نہیں تھا، سوال انہیں چیزوں کے بارے میں ہوتا ہے

جو غیر معمول بہ اور غیر معروف ہوں، حالانکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کا اسی پر عمل تھا، آنحضرتؐ کی یہی تعلیم تھی تو پھر تابعین کو سوال کی ضرورت کیوں پیش آرہی تھی، نیز کیا کسی صحابی کے فعل و قول سے کسی چیز کا فرض ہونا ثابت ہو جائیگا؟ آپ کے نزدیک صحابی کا قول و فعل حجت ہی نہیں تو اس سے فاتحہ پڑھنے کا وجوب کیسے ثابت ہوگا؟ پھر کیا ابن امام مہدی موصوف اصغر علی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اثر ضعیف ہے، اس کی سند میں عوام بن حمزہ ہے جسکے بارے میں امام الجرح والتعلیل یحییٰ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کوئی چیز نہیں ہے اور امام احمد بھی اس کو صاحب مناکیر کہہ کر مجروح قرار دیتے ہیں۔

اما بخاری نے یہ ضعیف اثر اپنے جزء القراءات میں تو یہ بتلانے کیلئے لکھا ہے کہ محدثین وقت ضرورت ضعیف آثار و احادیث کو بھی قابل احتجاج جانتے ہیں مگر غیر مقلدین کے نزدیک تو ضعیف اثر و حدیث سے استدلال کو ناگناہ کا کام ہے۔ (۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اما کے پیچھے پڑھنے کا حکم کرتی ہیں۔

مولانا سلفی موصوف کا اس اثر سے بھی استدلال کو نا اس لئے غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس اثر کا ان کے شاہد مذہب سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے، نہ سہرا پڑھنے کا ذکر ہے، اس میں قرآن کے مطلق پڑھنے کا ذکر ہے اور بلا سہری و جہری کی قید کے، پھر حضرت عائشہ کے بارے میں تو ان کے بڑوں کا ارشاد ہے کہ مسائل شریعہ میں حضرت عائشہ کی فہم کا اعتبار نہیں، کیا موصوف کو حضرت عائشہ کے بارے میں مولانا میاں صاحب کا یہ فرمان ذی شان یاد نہیں ہے، اگر نہیں یاد ہے تو مولانا محمد ابو بکر فازی پوری مدظلہ کی کتاب یہ غیر مقلدین کی ڈائری، پڑھ لیں، میاں صاحب کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ گستاخانہ کلام کے مسائل میں حضرت عائشہ کے فہم کا اعتبار نہیں آپ کو نظر آجائے گا۔

غیر مقلدین کی اس بے حیائی پر حد درجہ تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ شیعوں والائے معرہ

بھی بلند کریں گے کہ صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں اور حضرت عائشہؓ کے فہم پر اعتماد نہیں اور پھر حضرت عائشہؓ اور صحابہ کے اقوال سے دلیل بھی پکڑیں گے۔

ابن امام ہمدی نے یہ اثر بخاری کے جزو القراءت سے نقل کیا ہے، اس کتاب میں امام بخاری نے کثرت سے ضعیف آثار و اقوال کو ذکر کیا ہے، ابن امام ہمدی ثابت کریں کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح ہے عوام کی نادانیت سے فائدہ اٹھانا غیر مقلدوں کا طریقہ بن گیا ہے۔

(۱۷) مولانا اصغر علی سلفی موصوف نے اپنے شاذ مذہب پر اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کوئی سورہ، اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ۔

اس حدیث سے بھی جیسا کہ ناظرین دیکھ رہے ہیں موصوف کا اپنے شاذ مذہب پر استدلال درست نہیں ہے، غیر مقلدین کا مذہب کچھ ہے اور حضرت جابر کا اثر کچھ اور کہہ رہا ہے۔ چودہویں حدیث اسی جیسی ہے، مفصل کلام وہاں دیکھ لیا جائے، سنا بھی یہ اثر ضعیف ہے۔

(۱۸) مولانا اصغر علی صاحب نے اس اثر سے بھی قرأت فاتحہ خلف الامام سے استدلال کیا ہے،

۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔

غیر مقلدین کا اس اثر سے اسی وقت استدلال درست ہو گا جب کہ وہ ثابت کر دیں کہ حضرت ابن عباس صحابی نہیں بنی تھے۔ یا پھر اپنے اس عقیدے سے براہت کا اظہار کریں کہ صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں ہوتا ہے، نیز یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ صحابہ کے اقوال سے کسی چیز کا فرض ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی بتلائیں کہ حضرت ابن عباس اگر یہ فرمان صحیح ہے تو خود حضرت ابن عباس کا اس پر عمل کیوں نہیں تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل تو اس کے خلاف یہ تھا کہ وہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے

ان کا قول تھا۔ لو کان لی علیہ سبیل لقعلت السنثم معنی اگر امام کے پیچھے
 پڑھنے والوں پر میرا بس چلتا تو ان کی زبان کھینچ لیتا، نیز آپ فرماتے تھے ان رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکانت قراتنا قرأۃ معنی آنحضرت
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب امام ہو کر پڑھتے تھے تو آپ کی قرأت ہی ہماری قرأت ہوتی
 تھی۔ (طحاوی) لوگ آپ سے اگر یہ سوال کرتے کہ کیا ہم امام کے پیچھے پڑھیں تو آپ فرماتے
 لا، نہیں۔ (طحاوی)

جناب اصغر علی صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس کی سندیں بعض ایسے
 راوی ہیں جس پر محدثین کو بہت کلام ہے۔ اس سند میں ایک راوی مروان بن معاویہ
 ہیں۔ وہ سخت قسم کے بدس تھے اور شیعہ بھی تھے، اس میں ایک راوی فرار بن حرب ہے
 وہ مجہول ہے۔

کیا اب غیر مقلدین حضرات اسی قسم کی روایتوں سے اپنے مذہب حق کو ثابت کریں
 گے؟ دوسروں کے لئے ضعیف احادیث سے استدلال کرنا حرام اور آپ کیلئے جائز ہو
 گیا ہے، پھر اس اثر ابن عباس میں سزا و جہر کی کوئی قید نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص
 حضرت ابن عباس کے اس اثر کے پیش نظر زور سے سورہ فاتحہ پڑھ لے اور ساتھ میں کوئی
 اور سورت بھی پڑھ لے تو اس کا عمل حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ کی روشنی میں جائز ہوگا
 مگر آپ اس کو جائز قرار نہیں دیں گے، تو پھر اس اثر ابن عباس سے آپ کا استدلال کرنا عبادت
 اور کم فہمی کے سوا اور کیا ہے؟

(۱۹) اصغر علی ابن امام مہدی مدظلہ نے اس مضمون کو بالکل بدحواسی کے عالم میں لکھا ہے
 اس لئے وہ ایسے آثار سے بھی استدلال کرتے ہیں جو ان کے مسلک کے بالکل خلاف ہوتے
 ہیں، مثلاً دیکھئے انہوں نے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ شریک جماعت ہونے کے لئے تیزی سے
 چلے اور نماز میں داخل ہوئے اور شدت و سرعت تنفس کی وجہ سے

امام کے پیچھے آیتے بالجہر قرأت کی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ امام کے پیچھے آپ پڑھتے ہیں آپ نے کہا بیشک ہم لوگ کہتے ہیں معنی امام کے پیچھے پڑھتے ہیں ۔

یہ ترجمہ ابن امام مہدی صاحب ہی کا ہے ، اب آپ ذرا اس اثر میں غور فرمائیں تو آپ کے معلوم ہو گا کہ ہشام بن عامر جماعت میں شریک ہونے کیلئے اس تیزی سے چل کر آئے کہ آپ کی سانس پھولنے لگی ، اور آپ کی زبان سے جیسا کہ اس امام مہدی تھا کے ترجمہ کا حاصل ہے کہ سرعت تنفس کی وجہ سے زور سے قرأت کی آواز نکل رہی تھی ، جبکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تم نمازیں اس طرح آؤ کہ تمہارے اوپر سکینت وقار ہو ، دوڑتے ہوئے یا اتنا تیز چل کر آنا کہ سانس پھولنے لگے زبان بے قابو ہو جائے آنحضور کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف ہے ، تو کیا یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں ان کا عمل آپ کی تعلیمات و ہدایات و فرمان کے خلاف ہوتا تھا ، صرف یہی ایک بات ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثر بالکل صحیح نہیں ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ جس وجہ سے بھی انھوں نے زور سے قرأت کی ہو ان کی قرأت بہر حال زور ہی سے تھی ، جس سے زور سے قرأت کا جواز مقتدی کے لئے معلوم ہوتا ہے حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک جہر سے قرأت جائز نہیں ، تیسرے یہ کہ اس میں سورہ فاتحہ کا ذکر بھی نہیں ہے ، مطلق قرأت کا ذکر ہے ، تو اس سے غیر مقلدین کو کیا ناؤہ ہوا ، اور جو سب سے اہم بات اس میں ہے وہ یہ کہ پوری جماعت امام کے پیچھے پڑھنے والے صرف ہشام بن عامر تھے ، اور کوئی بھی پوری جماعت میں اس پر عمل کرنے والا نہیں تھا ، یہی وجہ تھی کہ لوگوں کو ان کے پڑھنے پر تعجب ہوا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا ، تو غیر مقلدین کو اکثریت کا عمل کیوں نہیں بھایا جبکہ اکثریت کا عمل قرآن کی آیت و اذاعتی القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے بھی موافق تھا اور آنحضور ص کے اس ارشاد کے بھی مطابق تھا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو ، کیا وجہ ہے کہ ان تمام

باتوں کو نظر انداز کر کے ہشام بن عامر کا وہ عمل پسند آیا کہ جب کو اگر ہم غیر مقلدین کی خاطر صحیح روایت مان لیں تو وہ سراسر حکم نبوی اور شریعت کی تعلیم کے خلاف ہے ؟
جناب اصغر علی بن امام ہمدی اسی قسم کی روایتوں سے اب مقتدی کیلئے فاتحہ خلف الامام کے فرض ہونے کو ثابت کریں گے، ہائے رے انکی تنگ دامانی و قصور نظری۔
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

حدث اکتوبر نومبر ۱۹۹۶ء کے دو شماروں کو سامنے رکھ کر یہ مضمون لکھا گیا ہے۔
دسمبر ۱۹۹۶ء میں اس مضمون کی آٹھویں قسط ہے اس میں صرف تابعین کے چند آثار ہیں،
اس سے اسلئے صرف نظر کر لیا گیا ہے کہ جن کے یہاں صحابہ کرام کی بات اور ان کا عمل ناقابل قبول ہے خلفائے راشدین تک کا قول و عمل حجت نہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے استدلال کرنا ہی ان کے نزدیک جائز ہے، تو تابعین کے اقوال آثار سے ان کا استدلال کرنا بالکل ہی بے جا ہے اور ان تابعین کے آثار سے استدلال کرنے میں بھی کم فہمی و کم علمی ہی کو عمل میں لایا گیا ہے، اور ان آثار سے بھی حجت پکڑی گئی ہے جو مرتج غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ کے خلاف ہیں۔

اس مضمون کی یہ دوئیں تو محض یہ بتلانے کیلئے تحریر کی گئی ہیں کہ غیر مقلدین میں علم و عقل کے اندلاس کا عالم تو یہ ہے جس کا مشاہدہ ناظرین نے ان دونوں قسطوں میں کیا مگر انکا زعم اور انکی متعلی اس اندلاس علمی و قلت فہمی و کم عقلی کے باوجود یہی ہے کہ ان کا ہر فرد مجتہد زمانہ ہے، اسکو تقلید کی ضرورت نہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کا ہر آدمی مسئلہ معلوم کر سکتا ہے، عدم تقلید ان کا طرہ امتیاز ہے۔ غیر مقلدین جن مرفوع و متصل اور صحیح الاسناد (ان کے خیال کے مطابق) احادیث سے استدلال کرتے ہیں اس سے اس مضمون میں اسلئے تعرض نہیں کیا گیا کہ مولانا فازی پوری کے المآثر میں شائع شدہ مضمون جس کا ذکر اس مضمون کے شروع میں آچکا ہے اور مولانا موصوف کی کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ، میں ان احادیث پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے ناظرین اسکی طرف مراجعت کریں۔

مجلد ۱ - جمل مفتاح

خمارِ سلفیت

جمعہ کے بارے میں نواب صاحب نے شوکانی کی تقلید کی ہے

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کون سی حدیث ہے

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو نمازیوں سے بھی اور بلا خطبہ کے بھی جمعہ کی

نماز ہو جائے گی جیسا کہ ہمارے نواب صاحب فرماتے ہیں۔

باپ - بیٹا میری نگاہ سے تو اللہ کے رسول کا ایسا کوئی فرمان نہیں گزرا۔

بیٹا - اباجی آنحضرتؐ کا اگر اس بارے میں کوئی فرمان یا حکم نہیں ہے تو آپؐ کا بھی

اس پر عمل ہوا ہو گا وہ کس کتاب میں مذکور ہے؟

باپ - آنحضرتؐ نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک آدمی کو لے کر یا بلا خطبہ جمعہ کی نماز

پڑھی ہو، حدیث کی کسی کتاب میں یہ بھی نہیں ہے؟

بیٹا - تو خلفائے راشدین کا اس پر عمل رہا ہو گا؟

باپ - خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

بیٹا - خلفائے راشدین کے بعد کے زمانہ میں کسی صحابی نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہو گا۔

باپ - بیٹا میں نے جمعہ کے بارے میں سب کچھ پڑھ ڈالا ہے کہ کہیں سے بھی ہمارے

نواب صاحب کی بات کی تائید ملے مگر کسی صحابی کی تابعی سے بھی اس کا ثبوت

نہیں ملا، ائمہ اربعہ میں سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں۔

بیٹا - تو کیا جمعہ جیسی نماز کے بارے میں جس کی اہمیت کے پیش نظر حدیث و فقہ کی کتابوں میں مستقل باب باندھا جاتا ہے نواب صاحب کا یہ کہنا کہ صرف دو نمازیوں سے بھی جمعہ ہو جائے گا اور بلا خطبہ بھی ہو جائے گا یہ محض رائے اور قیاس سے ہے ؟

باپ - محسوس تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے یہ بات رائے، قیاس ہی سے کہی ہے -

بیٹا - اباجی رائے اور قیاس سے یہ بات کہی ہے یا امام شوكانی کی تقلید میں کہی ہے ؟ -

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

بخس پانی سے وضو کیلئے نواب صاحب کا حیلہ

بیٹا - اباجی -

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی نواب صاحب کی کتاب الروضة النذیفة کی یہ عبارت سمجھ میں نہیں آرہی ہے ؟

فمن لم يجد الماء ساكناً وادان يتطهر منه فعليه ان
يجتال قبل ذلك بان يحركه حتى يخرج عن وصف كونه
ساكناً ثم يتوضأ منه (ص ۳)

باپ - بیٹا تم نے اپنے استاد سے کیوں نہیں سمجھا، مولانا ابوزید سروجی مدظلہ ہی کے پاس تو یہ کتاب ہے ؟

بیٹا - اباجی مولانا نے فرمایا کہ اس عبارت میں حقیقت کی بواہر ہی ہے اس لئے میں اس عبارت کا مطلب نہیں بیان کروں گا -

باپ - بیٹا، مولانا ابوزید سروجی شہیدت بری بات کہہ دی اور وہ بھی ہمارے نواب صاحب

بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو ہماری جماعت اہل حدیث کے فقیہ عظیم
تھے، کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی ہر بات ہوتی ہے۔

بیٹا۔ ابامی آپ ہی اس عبارت کا مطلب سمجھا دیں۔

باپ۔ بیٹا پہلے اس کا سادہ ترجمہ سنو، نواب صاحب فرماتے ہیں۔

پس جو آدمی نہ پائے مگر ٹھہرا ہوا پانی، اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا
ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے حیلہ کرے، حیلہ یہ ہے کہ پانی کو
ہلادے تاکہ وہ بھڑے ہونے کی صفت سے نکل جائے، پھر اس سے
وضو کرے۔

چونکہ حدیث میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، اب
اگر کوئی شخص وضو کرنا چاہتا ہے اور اسے پاک پانی دستیاب نہیں ہے نجس
پانی موجود ہے تو وہ ٹھہرے ہوئے نجس پانی سے وضو نہ کرے بلکہ اس نجس
پانی سے وضو کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ اس کو حرکت دے کر
جائے اور اس کا ٹھہراؤ حرکت دے کر ختم کر دیا جائے، اب وہ اس نجس متحرک
پانی سے وضو کر سکتا ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی نجاست پڑنے سے نجس
ہوتا ہے اگر اس پانی کو ہلادیا جائے تو وہ پانی پاک ہو جاتا ہے، اس لئے کہ
سکون کی صفت اب اس پانی میں باقی نہ رہی۔

بیٹا۔ کیا اس عبارت کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور؟

باپ۔ بیٹا، میرے سمجھ میں تو یہی مطلب آ رہا ہے، عبارت، سبباً معنی ہے، ترجمہ
واضح ہے، اس کا دوسرا مطلب کیا ہو سکتا ہے، مولانا ابوزید سروچی سے بھی اس
کی تحقیق کر لینا۔

بیٹا۔ اس میں جو حیلہ بیان ذکر ہے شاید اسی وجہ سے مولانا ابوزید سروچی۔۔۔ وہ
کہ اس عبارت سے خفیت کی بو آ رہی ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

غیر مقلدین کے مذہب میں عورتیں بھی اپنے لئے آذان دیں گی

بیٹا - بابا جی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عورتیں بھی اذان دیا کرتی تھیں ؟

باپ - بیٹا میں نے کسی کتاب میں یہ دیکھا نہیں ہے ، حدیث کی صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں ہے ، کسی صحابی و تابعین سے بھی یہ منقول نہیں ہے صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عورتوں میں اذان دینے کا رواج نہیں تھا ، اگر رواج ہوتا تو اس کا ذکر کتابوں میں ضرور ہوتا ۔

بیٹا - بابا جی میں مسجد میں اذان دینے کی بات نہیں کر رہا ہوں گھروں میں تو وہ اذان دیا کرتی رہی ہوں گی ؟

باپ - کسی حدیث یا کسی صحابی کے قول کسی امام کے فتویٰ میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ عورتیں گھروں میں اپنے لئے اذان دیتی ہوں ، اذان تو لوگوں کو مسجد میں جمع کرنے کیلئے ہوتی ہے ، عورتوں کو گھروں میں اذان دینے کا کیا فائدہ ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ضعیف سند سے یہ بات نقل کی جاتی ہے مگر صحابی کا قول و عمل ہمارے مذہب میں حجت نہیں ہے اور حضرت عائشہ سے جو منقول ہے اس کی سند بھی ضعیف ہے ۔

بیٹا - مگر بابا جی ہمارے سب سے بڑے عالم اور جماعت اہل حدیث میں جن کا درجہ مجدد کا ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ عورتیں بھی اذان دیں گی ۔ دیکھئے وہ فرماتے ہیں :

ثم الظاهر ان النساء كالرجال لانهن شقائقهم والامر

لهم امر لهن . (الروضة الندية ١٣٤)

یعنی نماز و اقامت کے بارے میں عورتوں کا بھی وہی حکم ہے جو مردوں کا ہے
اس لئے کہ عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں، جو حکم مردوں کا ہے وہی حکم
عورتوں کا بھی ہے۔

باب - بیٹا اس عبارت میں نہ نماز کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا کیسے معلوم ہو کہ
نواب صاحب کا یہ فرمان نماز و اقامت کے بارے میں ہے ؟

بیٹا - اباجی، نواب صاحب مرحوم کی یہ عبارت اذان کے بیان ہی میں ہے، اچھا
یہ عبارت دیکھئے اس میں صاف صاف نواب صاحب فرماتے ہیں :

بل الظاهر ان النساء ممن يدخل في الخطاب بالاذان (مک)
بلکہ ظاہر یہی ہے کہ عورتیں بھی ان لوگوں میں داخل ہیں جو اذان کے مخاطب ہیں۔
اس سے بھی صاف صاف نواب صاحب کی یہ عبارت ہے۔

واما اذان المرأة لنفسها او لمن يحضر عندها من النساء مع
عدم رفع الصوت رفعاً بالغاً فلا مانع من ذلك . (ایضاً)
یعنی عورت کا اپنے لئے اذان کہنا یا ان عورتوں کے لئے جو اس کے پاس موجود
ہیں جبکہ وہ بہت زیادہ آواز بلند نہ کرے تو اس سے مانع کوئی چیز نہیں ہے۔
بلکہ نواب صاحب نے تو آگے چل کر عورتوں کے لئے اذان دینے کو واجب بتلادیا
ہے۔ دیکھئے فرماتے ہیں :

ولم يرد ما ينتهض للحجة في عدم الوجوب عليهن (ایضاً)
یعنی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ حجت قائم ہو کہ عورتوں پر اذان کا
کہنا واجب نہیں ہے۔

اباجی اب تو اس میں شک نہیں رہا کہ مذہب اہل حدیث میں اور خصوصاً

ہمارے نواب صاحب کے مذہب میں عورتوں کو کبھی اذان کہنا واجب ہے
 باپ - بیٹا نواب صاحب بہت بڑے محدث تھے ان کا عورتوں کے لئے اذان
 کو واجب قرار دینا یقیناً کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہو گا۔
 بیٹا - اباجی نواب صاحب کے پیش نظر اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کا ذکر ضرور
 کرتے مگر وہ تو صرف عقلی بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
 کی صحیح حدیث ہے۔

لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ (رواہ البیہقی)
 یعنی عورتوں پر نہ اذان نہ اقامت کہتی ہے۔
 عورتوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر یہ قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں۔ مگر
 نواب صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر کے اس صحیح فرمان سے صرف نظر کر لیا ہے
 اور محض رائے سے عورتوں کے لئے حکم صادر فرما رہے ہیں کہ ان کو اذان بھی نہ سنی
 چاہئے اور اقامت بھی کہنی چاہئے۔

رائے سے حکم شرعی اگر نواب صاحب بیان فرمائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور
 اگر کوئی مقلد رائے سے کوئی بات کہہ دے تو وہ حرام ہو، یہ کیسا انصاف ہے؟
 دیکھئے ہمارے مولانا عبد الرحمن مبارکپوری صاحب امام مالک کے بارے میں
 فرماتے ہیں الحافظ، فقیہ الامت، شیخ الاسلام امام دارالہجرۃ
 (مقدمہ تحفہ ص ۱۲۷ ج ۱)

اور ان کا مذہب یہ ہے۔ و لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ
 (الکافی ص ۱۹۸ ج ۱)

یعنی امام مالک حافظ حدیث، فقیہ الامت شیخ الامام، امام دارالہجرۃ کا مذہب
 یہ ہے کہ عورتوں پر نہ اذان ہے نہ اقامت ہے۔
 اباجی ہم بھی اہل حدیث ہیں اور نواب صاحب بھی اہل حدیث تھے، مگر ہمارے

گھروں میں عورتیں اذان نہیں کہتی ہیں ایسا کیوں، کیا ہماری اہلحدیث اور
نواب صاحب کی اہلحدیث میں کچھ فرق ہے؟

باپ - نہیں بیٹا، ہم اہلحدیثوں کا مذہب ایک ہی ہے، ہم کتاب و سنت سے
تجاوز نہیں کرتے۔

بیٹا - اباجی ہمارے اہلحدیث نواب صاحب جو بات صحیح سند سے مروی ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو نہ اذان دینی ہے اور نہ اقامت کہنی ہے اس کو
وہ چھوڑ رہے ہیں، آخر ایسا کیوں؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھنا درست ہے

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی اگر کوئی شخص نجاست سے لت پت ہو اور اسے معلوم بھی ہے کہ
اس کا پورا بدن نجاست سے آلودہ ہے اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھے
تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

باپ - یہاں کسی کسی بات پوچھتے ہو، نواب صاحب فوراً اللہ مرقدہ کی کوئی بات تمہارا
ہاتھ پھر لگ گئی کیا؟

بیٹا - اباجی ہمارے اہلحدیث نواب صاحب فرماتے ہیں:

فمن ملل ملابسا النجاسة عامدا فقد اخل بواجب وملا تہ

مصححة (الروضة النذرية ص ۱۲۸)

یعنی اگر کسی نے جان بوجھ کر نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھی تو اس نے ایک
واجب میں غلطی پیدا کیا اور اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

باپ - بیٹا یہ تم نے "لت پت" کہاں سے ترجمہ کر دیا ؟
 بیٹا - اباجی ملا بٹا، لباس سے لیا گیا ہے، اور لباس پورے جسم پر ہوتا ہے،
 تو ملا بٹا کا یہی مطلب ہے کہ نجاست پورے جسم پر ہو ؟ نواب صاحب کا
 یہی مطلب ہے کہ اگر نجاست سے پورا جسم بھرا ہو اور نمازی کو معلوم بھی ہو
 کہ نجاست سے اس کا پورا جسم بھرا ہے اور اس نے نماز پڑھ لی تو نماز اس کی
 درست ہوگی دھرانے کی ضرورت نہیں ہے -

اباجی ہم اہل حدیث لوگ بدور سے آئین کہتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ آئین
 کہنا صحیح ہے، نمازیں خوب پاؤں پھیل کر کھڑے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو معلوم
 ہو کہ نمازیں پاؤں پھیل کر کھڑا ہونا صحیح ہے، قویہ بتلانے کے لئے نجاست
 سے لت پت ہو کر نماز پڑھنا درست ہے، ہم لوگ کبھی کبھی لوگوں کو صحیح مسند
 بتلانے کیلئے لت پت دالی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہیں ؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا -

غیر مقلدین کے میاں قصداً کبھی فرض کے چھوڑنے سے نماز
باطل نہیں ہوتی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی اگر کوئی نمازی قصداً سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی ؟

باپ - نہیں بیٹا سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی کے لئے خواہ مقتدی ہو یا امام
 لازم اور فرض ہے، نمازیں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل ہوگی، نماز کا

دہرانا واجب ہوگا -

بیٹا - سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز کا دہرانا کیوں ضروری ہوگا ؟

باپ - بیٹا میں نے تم سے کہا ہے کہ اہلحدیث مذہب میں سوزہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ اور فرض کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہے قصداً کوئی فرض کو چھوڑ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی باطل ہوگی اور وہ سخت گنہگار بھی ہوگا۔

بیٹا - اباجی نماز کے لئے بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک رکھنا بھی تو ضروری اور واجب ہے، مگر ہمارے اہلحدیث نواب صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر قصداً نجاست میں لت پت ہو کر کوئی نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے؟

باپ - نواب صاحب کی عبارت کو تم نے غور سے دیکھا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر نجاست سے لت پت ہو کر نماز پڑھی تو اس نے ایک واجب کچھ چھوڑا ہے، نماز کیلئے بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک ہونا نواب صاحب کے نزدیک واجب ہے فرض نہیں ہے، فرض میں خلل پیدا ہو تو نماز نہیں ہوتی ہے اگر واجب میں خلل پیدا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔

بیٹا - مگر اباجی نواب صاحب کا تو مذہب یہ ہے کہ واجب اور فرض دونوں ایک ہی ہیں، جو معنی واجب کا ہے وہی فرض کا ہے۔

باپ - بیٹا نواب صاحب نے یہ کس کتاب میں لکھا ہے؟

بیٹا - اسی کتاب الروضۃ النذیریہ میں وہ فرماتے ہیں والفرض والواجب مترادفان

على ما ذهب اليه الجمهور وهو الحق (صفحہ ۱۳۶)

یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے اور یہی حق ہے کہ واجب اور فرض ہم معنی لفظ ہیں۔ اباجی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب (رحمہم اللہ) کے سربراہ اعلیٰ ہیں (کے مذہب میں کسی فرض کو اگر جان بوجھ کر بھی چھوڑ دیا جائے تب بھی نماز ہو جائے گی؟

باپ - نواب صاحب کے کلام سے تو یہی مطلب نکلتا ہے۔

بیٹا - اباجی نواب صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

نماز جمعہ کے وقت کے بارے میں مجدد نواب صاحب بھوپالی کی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ زوال آفتاب سے پہلے
بھی ہو جائے گی ، وقد ورد ما يدل على انها تجزئ قبل
الزوال ، معنی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز زوال سے
پہلے ہو جائے گی ۔

باپ - جی بیٹا ، نواب صاحب کا یہی مذہب ہے اور ان کا یہ مذہب احادیث
کی روشنی میں ہے ۔

بیٹا - اباجی ، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :
” وقت الجمعة اذا زالت الشمس ” یعنی جمعہ کا وقت زوال آفتاب
کے بعد ہوتا ہے ، تو کیا ان کا یہ کہنا احادیث کی روشنی میں نہیں ہے ؟
باپ - بیٹا ذرا دیکھو حافظ ابن حجر اس کی شرح میں کیا لکھتے ہیں وہ بخاری کی
بات کو زیادہ سمجھتے ہیں ۔

بیٹا - وہ لکھتے ہیں : ” جزم بهذه المسئلة مع وقوع الخلاف
فيها لضعف الدليل المخالف عندها ، (فتح الباری ص ۳۸۳)
یعنی امام بخاری نے اس مسئلہ کو بطور جزم اور قطعیت کے ساتھ بیان کیا
ہے حالانکہ اس میں لوگوں کا اختلاف بھی ہے ۔ اس لئے کہ امام بخاری کے
نزدیک اس کے مخالف جو دلیل ہے وہ کمزور ہے ۔

حافظ ابن حجر کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جو

لوگ زوالِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دلائل کمزور ہیں۔

باپ۔ ہاں حافظ ابن حجر کے کلام سے قویہ بات بالکل واضح ہے
بیٹا۔ اباجی ہم لوگ نواب صاحب مجدد اہل حدیث کی بات مانیں گے کہ
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جو امام المحدثین یعنی سب سے بڑے اہل حدیث ہیں؟
باپ۔ بیٹا یہ بڑا ٹیڑھا سوال ہے دونوں ہمارے بڑے ہیں۔
بیٹا۔ اباجی ہمارے اس سوال میں ٹیڑھا پن کہاں سے آگیا؟
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

نماز جمعہ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کے مجدد و اعظم نواب صدیق حسن
خواجہ کا مذہب

بیٹا۔ اباجی
باپ۔ جی بیٹا
بیٹا۔ اباجی۔ عالیجاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروضۃ
النذیریہ کی یہ عبارت سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

فان هذا الشرط لم يدل عليها دليل يفيد استحبابها ففعلوا عن
وجوبها ففعلوا عن كونها شروطا بل اذا حصل رجلا في الجمعة في مكان
لم يكن فيه غيرهما جماعة فقد فعلوا ما يجب عليهما فان
خطب احدهما فقد عملا بالسنة وان تركا الخطبة فهي سنة
فقط۔ (صفحہ ۲۰۵)

(یعنی نماز جمعہ کے سلسلہ کی جو شرطیں فقہاء نے لگا رکھی ہیں) ان شرطوں پر
(کتاب و سنت سے) کوئی دلیل نہیں ہے جس سے ان شرطوں کے مستحب ہونے کا

پتہ چلے اور جب کسی دلیل سے ان شرطوں کا مستحب ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا ہے تو اس سے ان کا واجب ہونا یا شرط ہونا کیا معلوم ہوگا، اس لئے اگر کوئی دو آدمی کسی جگہ نماز جمعہ پڑھ لیں اور ان کے ساتھ کوئی اور نہ ہو تو ان دونوں نے ان پر جو واجب تھا اس کی ادائیگی کر لی، اور اگر ان دونوں میں سے کسی نے خطبہ دے دیا تو انھوں نے سنت پر عمل کیا اور اگر بلا خطبہ ہی نماز جمعہ پڑھ لی تو خطبہ تو صرف سنت ہے، (۱)

نہایت - بیضا تم نے صرف شرح والی عبارت دیکھی ہے تن والی عبارت دیکھو جس کی شرح عالی جاہ فرما رہے ہیں، وہ یہ ہے :

”وہی کسائر الصلوات لا تتخالفھا“ معنی نماز جمعہ بھی عام نمازوں کی طرح ہے ان سے مختلف نہیں ہے۔

حضرت نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نماز جمعہ اور عام پنجوقتہ نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے مقلدین کے فقہانے نماز جمعہ کے واجب اور صحیح ہونے کے لئے جو بہت سی شرطیں لگا رکھی ہیں نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ان پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، مثلاً امام مالک فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز شہر میں یا شہر جیسی کسی جگہ میں ہوگی، نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے بلا خطبہ نماز جمعہ نہ ہوگی اسی طرح سے بلا جماعت نہ ہوگی، نیز جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی ہوگی وغیرہ جو شرطیں امام مالک نے لگا رکھی ہیں یہ سب - ملا

(۱) یہ ہے سنت کی غیر مقلدین کے نزدیک اہمیت، یہ انداز بیان بتلا رہا ہے کہ غیر مقلدین جو سنت کی رٹ لگائے رہتے ہیں یہ صرف قوالی گاتے ہیں، عوام تو خیر عوام بیچارے ہیں، نواب مہدی حسن خاں جیسا غیر مقلد عالم بھی سنت رسول کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے - نواب صاحب کا یہ فرمان اس کلامہ بولتا ثبوت ہے۔

دلیل شرعی ہیں کتاب و سنت سے ان چیزوں کا ثبوت نہیں ہے یا مثلاً امام احمد بن حنبل کے یہاں نماز جمعہ کے واجب ہونے کیلئے جو سات شرطیں ہیں جیسا کہ حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں تجب بسبعة شرائط یعنی سات شرطوں سے واجب ہوتا ہے، اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔
یا ابن قیم جو یہ فرماتے ہیں کہ :

ان فيه صلوة الجمعة التي خصت من بين سائر الصلوات المفروضات بخصائص لا توجد في غيرها من الاجتماع والعدد والمخصوص واشتراط الإقامة والاستيطان والمجهر بالقراءة .. (زاد المعاد ص ۳۹۷)

یعنی جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اجتماعی وہ نماز پڑھی جاتی ہے جو بقیہ تمام فرض نمازوں بہت سی خصوصیات سے ممتاز ہے یہ خصوصیتیں دوسری نمازوں میں نہیں پائی جاتی ہیں مثلاً اس نماز کیلئے اجتماع ہونا چاہئے۔ مخصوص تعداد ضروری ہے مقیم ہونے کی شرط ہے وطن ہونے کی شرط ہے، اس میں اس کی بھی شرط ہے کہ قرأت زور سے کی جائے گی۔

یا ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ جمعہ کے لئے کم از کم تین آدمی کا ہونا ضروری ہے یا خطبہ ضروری ہے یہ ساری شرطیں بلا دلیل ہیں۔

بلکہ جمعہ کی نماز اور عام نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جو لوگ جمعہ کی نماز میں شرطیں لگا کر اس نماز کو دوسری نماز سے ممتاز اور مخصوص کرتے ہیں وہ لوگ ایک لغو کام کرتے ہیں۔ ہمارے نواب صاحب نے آگے چل کر بہت صاف کہہ دیا ہے۔

.. کہ یہ سب بلا علم باتیں ہیں .. (ص ۲۰۶)

اور اس سے بھی صاف کہہ دیا ہے کہ

”ولا یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ ولا فی سنتہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرف واحد لدلی علی ما لا یؤخذ
من کون ہذا الامور المذکورہ کا شرطاً للصحة المجہدة“
یعنی ان مذکورہ امور کو جمع کی صحت کے لئے شرط قرار دینے پر کتاب و
سنت سے ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں :

”یہ محض رائے کی اہل رائے کے ساتھ کارستانی ہے اور یہ وہ باطل اور لغو
باتیں ہیں جو ان کے سروں سے باہر آتی ہیں حالانکہ اس کا حال فقہی اور کہانیوں
کا ہے“ (ص ۲۶)

بیٹا اب تو نواب صاحب کی بات سمجھ میں آگئی ہوگئی ؟
بیٹا۔ ابا جی نواب صاحب کی بات سمجھ میں آگئی خوب سمجھ میں آگئی اور میں دعا
کرتا ہوں کہ نواب صاحب کی یہ بات میری ہی سمجھ تک رہے اور کسی دوسرے
خاص طور پر کسی حنفی مقلد کے سمجھ میں تو بالکل نہ آئے۔
باپ۔ کیوں بیٹا، ایسا کیوں سوچ رہے ہو اگر کسی حنفی مقلد کے سمجھ میں نواب صاحب
کی بات آگئی تو کیا آفت آجائے گی۔

بیٹا۔ ابا جی۔ آپ آفت کو پوچھ رہے ہیں ہم اہل بدعتوں کیلئے آفت درآفت
آجائے گی، اس لئے کہ نواب صاحب کی اس عبارت کا حاصل تو یہی نکلا کہ
تمام فقہاء اور محدثین جنہوں نے عتہما ز جمعہ کے لئے شرطیں مقرر کر رکھی ہیں،
ان میں امام مالک اور امام احمد بن حنبل جیسے نقیہ و محدث بھی ہیں، حافظ
ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم جیسے سلفی المسلک بھی ہیں یہ سب کے سب عتہما زائد
زرے جاہل تھے، بکواسیں کرنے والے تھے، کتاب و سنت سے بے خبر تھے،

رائے اور قیاس نے ان کی عقلوں کو مار رکھا تھا معاذ اللہ تم معاذ اللہ اباجی اگر کسی حنفی مقلد کی سمجھ میں نواب صاحب کی یہ باتیں آگئیں تو پھر آپ خود سوچئے کہ کیا ہوگا ، غازی پور کا وہ دیوبندی مولوی جو ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے اس سے تو آپ واقف ہی ہیں ، کم بخت نے ہمارا جینا دو بھر کر دیا ہے ، اگر اس طرح کی باتیں اس کے پلے پڑنے لگیں تو پھر ہماری شامتوں کا پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ کہاں ہیں۔ اور اباجی آپ نے جو متن والی یہ عبارت پیش کی ہے۔

وہی کسائر الصلوات لا تخالف ، یعنی نماز جمعہ عام نمازوں کی طرح ہے کچھ فرق نہیں ہے ، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر نواب صاحب کی اس عبارت کو کیا مطلب ہوا کہ

”نماز جمعہ عورت ، غلام ، مسافر اور مریض پر فرض نہیں ہے“ (ص ۲۴)
کیا اور نمازیں بھی عورت ، غلام ، مسافر اور مریض سے ساقط ہیں اور ان کا پڑھنا ان کے ذمہ فرض نہیں ہے۔

باپ۔ نہیں بیٹا۔ ان چاروں پر تمام نمازیں فرض ہیں ، جمعہ فرض نہیں ہے۔
بیٹا۔ تو پھر جمعہ اور دوسری فرض نمازوں میں ایک فرق تو نواب صاحب کی اسی کتاب میں اور اسی جمعہ کے بیان میں یہی ہے ، تو پھر اس کتاب میں یہ کیسے لکھ دیا گیا کہ جمعہ اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

باپ۔ بیٹا میں نے تو اس پر غور ہی نہیں کیا تھا ، تم نے بالکل صحیح کہا ہے ، نواب صاحب تو خود ہی نماز جمعہ اور دوسری نمازوں کے درمیان فرق کر رہے ہیں۔
اباجی۔ نواب صاحب جیسے لوگ بھی ہم اہل حدیث کے یہاں مجدد کیسے شمار ہونے لگتے ہیں۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

منج و غم کے بارے میں

آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔ یہ خلق کی وجہ سے انسان خود کو تکلیف میں ڈالتا ہے اور جو زیادہ تر ناخوش و منہموم زندہ گی بسر کرتا ہے اس کا بدن مریض ہو جاتا ہے۔ اصرعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ عجلت پسند آدمی کی لوگ تعریف نہیں کرتے ہیں اور جو زیادہ غصہ کرتا ہے وہ خوش نہیں رہتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں سخت ترین چیز دس ہے۔

(۱) پہاڑ، مگر لوہا پہاڑ کو کھود ڈالتا ہے (۲) لوہا۔ لیکن آگ لوہا کو بھی کھا جاتی ہے (۳) آگ۔ مگر پانی آگ کو بھی بجھا دیتا ہے (۴) پانی۔ مگر بادل پانی کو لئے ادھر ادھر بھرتا ہے (۵) بادل۔ مگر ہوا بادل کو ادھر سے ادھر کرتی رہتی ہے (۶) ہوا، مگر انسان ہواؤں کا سینہ چیرتا ہوا گزر جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ہواؤں سے بچ جاتا ہے (۷) انسان۔ مگر نشہ انسان پر غالب آ جاتا ہے (۸) نشہ۔ مگر نیند نشہ کو مغلوب کر لیتی ہے (۹) نیند۔ مگر غم نیند کو بھی اڑا دیتا ہے، تو ماصل یہ نکلا کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے شدید تر اور قوی تر چیز غم ہے۔

(۱۰) محمد بن عبد الرحمن فرماتے ہیں۔ عافیت کا حاصل ہونا گویا بادشاہت کا مائل ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کا غم انسان کو سال بھر کے لئے بوڑھا کر دیتا ہے، اور

جس کے دوست نہیں ہوتے ہیں اس کا جسم پگھلتا رہتا ہے۔
 (۵) امام نکھول فرماتے ہیں: جو خوشبو کا استعمال زیادہ کرتا ہے اس کی عقل
 بڑھتی رہتی ہے اور جو صاف ستھرا کپڑا پہنتا ہے اس کا غم کم ہوتا ہے۔
 (۶) لوگوں نے لکھا ہے کہ غصہ کی شدت سے عقلمند کی عقل پراثر پڑتا ہے اور اس
 کا دل بگڑ جاتا ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کی وفات غم کی وجہ سے ہوئی تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے
 بعد آپ مسلسل غم سے پگھلتے رہے تا آنکہ اسی حال میں آپ کا انتقال ہو گیا۔
 (۸) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے
 کہ جب آپ پر غم کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ کا ہاتھ ڈاڑھی پر جاتا اور اس
 کو آپ اپنے ہاتھ سے حرکت دیتے رہتے۔

(ماخوذ منہل الردی فی الطب النبوی لابن طولون)

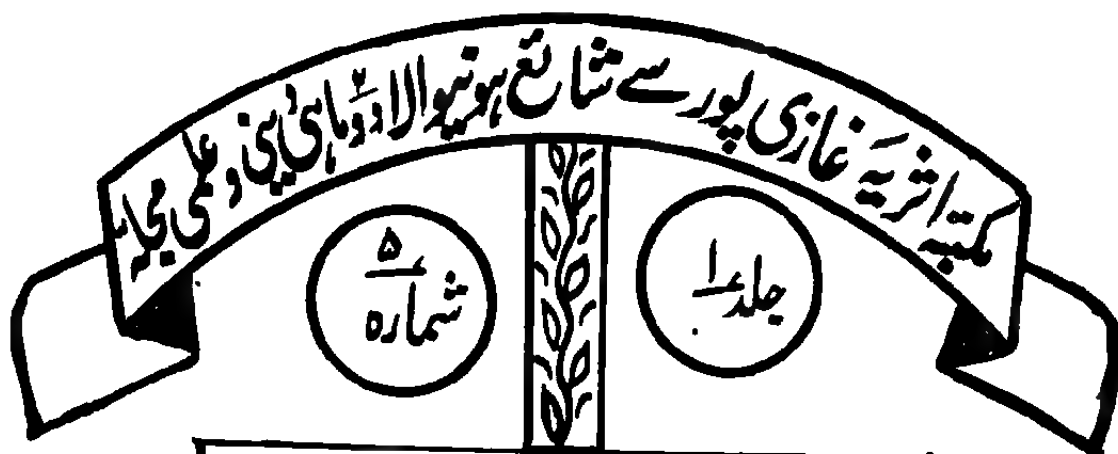
مکمل احمل مفتاتی

خوش خبری

ناظرین، سنا ہنرم، وجملہ اہل علم کو یہ خبر دیتے ہوئے اناہ
 مکنتہ اثر یہ مسرت محسوس کرتا ہے کہ مولانا محمد ابو بکر غازی پوری
 مدظلہ کی معرکہ الآراء عربی تالیف، وقفہ مع اللامذہبیا، کا
 ترجمہ، آئینہ غیر مقلدیت کے نام سے بہت جلد چھپ کر سامنے آ رہا ہے۔
 کتاب کا ترجمہ مولانا رضوان الرحمن قاسمی استاد جامعہ اسلامیہ بنارس
 نے کیا ہے، اور اس پر حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث
 جامعہ اسلامیہ بنارس کا گراں قدر پیش لفظ ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب
 آنے والے مہینہ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں پریس سے باہر آ جائے گی۔
 کتاب کی عام قیمت صرف پچاس روپے ہے۔
 ناظرین آڈر دینے میں تاخیر نہ کریں۔

اعلان ضروری

جو حضرات منی آڈر سے رقم بھیجتے ہیں وہ منی آڈر چٹ پر
 اپنا پتہ انگریزی اور اردو میں بہت صاف اور ضرور لکھیں۔



رمضان، شوال ۱۴۱۹ھ

فہم

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

سالانہ چھند ۶۰ روپے

مکتبہ اتریتہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور یوپی

فون نمبر ۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

پین کوڈ - ۲۳۳ ۰۰۱

مجلہ اجماع مفتاحی

فہرست مضامین

۳	اداریہ
۶	نبوی ہدایات
۱۱	حضرت مدنی کے ملفوظات سامیہ
۱۶	رشتوت
۲۳	خمار زہد پر ایک نگاہ
۳۸	کیا یہ مسلک کا فرق ہے ؟
۴۴	بیش رکعات تراویح یا جماع امت ثابت ہے
۴۹	خمار سلفیت
۵۹	الفرقان کی اشاعت خاص مولانا محمد منظور عثمانی
۶۳	مکتبہ اثریہ سے شائع ہونیوالی کچھ کتابیں
۶۴	خوش خبری

مکتبہ
شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

مکمل احمل مفتاحی



اداریہ

اسلام کے خلاف اس وقت دنیا کی ساری بڑی طاقتیں اکٹھا ہیں، امریکہ ان تمام طاقتوں کا چودھری ہے، اقوام متحدہ کا ادارہ ان طاقتوں خصوصاً امریکہ کے اشارہ پر بنا چکا ہے، اسلام کے نام سے ان طاقتوں کو چڑھا ہے، اور وہ اسلام کے بڑھتے اثرات کو روکنے کے لئے ہر جائز و ناجائز عمل کرنے کو تیار ہیں۔

فلسطین پر یہودیوں کا غاصبانہ قبضہ ہے، ترکی میں فوجی حکومت اسلام کے خلاف نبرد آزما ہے، اور اسلام پسندوں کو کچلا جا رہا ہے، بوسنیا میں کئی سال سے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، ایران میں سنی مسلمانوں کا جینا دو بھر کر دیا گیا ہے، خلیجی حکومتوں پر امریکہ نے اپنا پنجہ گاڑ رکھا ہے، امریکہ کے خلاف یہ حکومتیں زبان ہلانے کی جرأت نہیں کر سکتی ہیں، ان سب کے پیچھے یہی بڑی طاقتیں اور سپر پاور حکومتیں اپنا کام کر رہی ہیں کہ مسلمانوں کو کسی طرح ابھرنے نہ دیا جائے اور ان کو ذلیل ہو کر جینے پر مجبور کر دیا جائے۔

افغانستان اور سوڈان پر امریکہ کی حالیہ بمباری، ظلم و زیادتی کی بدترین مثال ہے، افغانستان اور سوڈان کا تصور صرف اتنا ہے کہ یہاں کی حکومتیں اسلام سے اپنی وابستگی ظاہر کرتی ہیں، اور یہ بات ان طاقتوں کو پسند نہیں ہے۔

پاکستان نے اسلامی شریعت کے نفاذ کا جو اعلان کیا ہے، اس سے یہ طاقتیں اور بھی چونکا ہو گئی ہیں، اور امریکی گروگے اس کے خلاف اپنی سازشیں رچ رہے ہیں، اور ان کے ہاتھوں کا کلونا وہ لوگ بن رہے ہیں جو کل تک پاکستان میں اسلامی نفاذ کیلئے گلے پھاڑ

پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔

تعب ہوتا ہے جماعت اسلامی پر جس نے پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کے اس اعلان پر منفی رد عمل کا اظہار کیا ہے، یہ بیچارے حکومت الہیہ قائم کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور پاکستان میں نفاذ شریعت کے اعلان پر ان کے چہروں کی مسکراہٹ ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کے خلاف ان طاقتوں کی تمام معاندانہ کاروائیوں کے علی الرغم اسلام کی لوہر روز تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے، اور کچھوکوں سے اس چراغ کو بجھانے والے قدم قدم پر منہ کی کھا رہے ہیں، اسلام تیزی کے ساتھ خود یورپ اور امریکہ میں پھیل رہا ہے۔

ابھی تازہ اطلاع ہے کہ امریکہ میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے اور یہ صرف کالوں میں نہیں گوروں میں بھی بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔
فرانس میں مسلمانوں کی تعداد تیس لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے اور اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے۔

کچھ یہی حال برطانیہ کا ہے۔ یہاں بھی اسلام دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے۔ برطانیہ کے مختلف شہروں میں کئی بڑے اسلامی جامعات اور مدرسے ہیں اور سیکڑوں کی تعداد مساجد ہیں غرض امریکہ اور یورپ کی اسلام مخالف کوششوں کے باوجود اسلام بڑی تیزی کے ساتھ امریکہ اور یورپ میں پھیل رہا ہے، اور یہی وہ بات ہے جس سے اسلام دشمن طاقتیں خائف و ہراساں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کی پرزور مخالفتوں کے باوجود اسلام کی پوری دنیا میں اس تیزی کے ساتھ پھیلنے رہنے کا سبب کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ خدائی دین ہے جس کو ہر حال غالب ہونا ہے حق اپنی طاقت منو کر رہتا ہے، اسلام کی ابدی تعلیم اور اس کی رہنمائی سے انسانیت بہت دلاں تک مستغنی نہیں رہ سکتی۔

آج دوسرے ادیان اپنی روحانی و معنوی طاقت کھو چکے ہیں، خود ان ادیان

کو ماننے والے اعتراف کرنے لگے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ دنیا میں یہ ادیان انسان کو ذہنی آسودگی فراہم نہیں کر سکتے، اور نہ ان کے لئے روحانی غذا بن سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان ادیان سے ان کا رشتہ دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے ان کی عبادتگاہیں اجاڑ ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقوام میں الحاد اور خدا سے بے تعلقی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج تمام ادیان میں دین اسلام تنہا وہ دین ہے جو دلوں پر حکمرانی کرنے کی پوری طاقت و صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر مسلمان اپنی حالت میں تسخوری سے تبدیلی پیدا کر لیں اور اخلاقی و عملی اعتبار سے پورے طور پر مسلمان بن جائیں تو اسلام کا مستقبل بڑا تابناک ہے، آنے والی صدی بلاشبہ اسلام کی صدی بن سکتی ہے۔

ایک ضروری اعلان

ذہنم میں اس کے محدود صفحات کے پیش نظر کتابوں پر تبصرہ کا کوئی کام نہیں رکھا گیا ہے۔ استثنائی صورتوں کے سوا ذہنم میں کتابوں پر تبصرہ نہیں ہوگا، براہ کرم اس غرض کے لئے ادارہ ذہنم کو کتابیں نہ بھیجی جائیں، جن حضرات نے ہمیں تبصرہ کے لئے کتابیں بھیجی ہیں ان کو بذریعہ خط بھی اس کی اطلاع کر دی گئی ہے۔

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری)

آج لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں ہر طرح کی پریشا نیاں و رقتیں اٹھاتے ہیں، تعلیم کا گراں قدر خرچ برداشت کرتے ہیں، اور اگر بچہ کچھ انگریزی سیکھ کر چند جملے بولنے لگا تو اس پر فخر کرتے ہیں۔

بمخلاف اس کے کہ دین کی تعلیم اور قرآن کے پڑھنے پڑھانے سے ان کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، قرآن پڑھنے پڑھانے کا اہتمام روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے بی اے اور ایم اے پاس مسلمان لڑکے قرآن پڑھنا نہیں جانتے نہ ان کے ماں باپ کو اس کی فکر ہوتی ہے اور نہ اس پر ان کو کوئی کڑھن ہوتی ہے۔

یہ ہمارے بے شعوری بلکہ دین سے دوری کی انتہا ہے کہ مسلمان گھرانوں کے بچے قرآن پاک بھی پڑھنا نہ جانیں۔

اگر دنیا ہی سب کچھ ہے تب تو اس کا کوئی علاج نہیں، لیکن اگر ہمارا آخرت پر ایمان ہے تو ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ آخرت میں بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کام نہیں آئے گی۔ وہاں ہی قرآن باعثِ نجات بنے گا اور دین کی تعلیم ہی سے سرفرازی اور کامیابی حاصل ہوگی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف

دو آدمی ہیں جن پر رشک ہونا چاہئے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن دیا ہے اور وہ صبح و شام اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ اس میں سے خوب خرچ کرتا ہے۔ (بخاری مسلم)

قرآن سیکھنا اور اس کا پڑھنا بہترین عبادت ہے، یہی وہ دولت ہے جس سے انسان دنیا اور آخرت میں سکون حاصل کرے گا۔ قرآن سے آخرت میں سکون حاصل ہونا بالکل متعین ہے، لیکن قرآن کی تلاوت سے دنیا کی بھی بہت سی پریشانیاں دور ہوتی ہیں، دل کو سکون ملتا ہے، قلب میں تازگی رہتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، دل و دماغ زبان برائیوں سے پاک صاف رہتے ہیں، بہت سے شرور و فتن سے حفاظت ہوتی ہے، گھر میں فرشتوں کی آمد ہوتی ہے اور ان کی آمد سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

مال اللہ کی بڑی نعمت ہے انسان کو اس کی قدر کرنا چاہئے اور اس کی قدر یہ ہے کہ ضرورت کی جگہوں پر اس کو خرچ کیا جائے، فقر و غنا میں مساکین کی مدد کی جائے ضرورت مندوں کی دستگیری کی جائے، ناجائز جگہوں میں مال کا خرچ کرنا قطعاً حرام ہے ایک پیسہ بھی معصیت کے کاموں میں خرچ بہت بڑے گناہ کا کام ہے۔

اگر محض اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے تو اس سے آدمی کبر و غرور کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے اور انسان میں مالدار ہونے کے باوجود تواضع کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت کا ارشاد تھا، لوگو اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے اس سے شیطان نکل بھاگتا ہے۔ (مسلم)

قبرستان عموماً اجاڑ جگہیں ہوتی ہیں، وہاں آبادی نہیں ہوتی ہے ہسنان ویران، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے

اس گھر کا حال ویرانی اور اجاڑ پنے میں قبرستان جیسا ہے جیسے قبرستان کی جگہیں
اجاڑ اور ویران اسی طرح یہ گھر اجاڑ اور ویرانی، قبرستان کی ویرانی سے انسانوں کو
وحشت ہوتی ہے، اور قرآن نہ پڑھے جلنے سے جو گھر مل کو ویرانی حاصل ہوتی ہے
اس سے فرشتوں کو وحشت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص سورہ بقرہ کی یہ خصوصیت بتلائی کہ جس
گھر میں اس سورہ کی تلاوت کا معمول ہو اس گھر سے شیطان اپنا ڈیرہ اٹھا لیتا ہے۔
(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جس
آدمی کے اندرون کچھ قرآن نہ ہو اس کا حال اس گھر کا ہے جو اجاڑ ہو۔ (رداء القرنی)
یعنی جو لوگ قرآن سے اس درجہ غافل رہتے ہیں کہ ان کو قرآن کی چند سورتیں
بھی یاد نہیں ہوتی ہیں اس کے باطن کا حال ایسا سمجھو جیسے اجاڑ گھر، جیسے اجاڑ گھر
یہ رونق ہوتا ہے اسی طرح اس انسان کا باطن اجاڑ ہوتا ہے جس کے اندر قرآن کا
کچھ حصہ نہ ہو۔

آج ہمارے بچے طرح طرح کے لایعنی اور بیہودہ گانے خوب یاد رکھتے ہیں
راستہ چلے گنگنائے رہتے ہیں، ان کے گانوں کی آوازاں باپ کے گانوں میں
پڑتی ہے اور اس پر ان کی خاموشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا یہ عمل ان کے ماں
باپ کو بھی پسند ہے۔ مگر کتنے ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں کو قرآن کی کچھ سورتیں
سکھانے کا اہتمام کریں۔ ابتدا میں اگر اس کا اہتمام نہ ہو تو بڑی عمر ہو جانے کے
بعد قرآن کا یاد کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اور پھر دوسری مصروفیات اتنی ہو جاتی ہیں
کہ اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت بھی نہیں رہتی۔ ضرورت ہے کہ والدین اپنے
بچوں کو شروع ہی میں کچھ قرآن ضرور یاد کرا دیں تاکہ کم از کم نمازیں وہ قرآن
پڑھ سکیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

جس طرح لوہا کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے ، لوگوں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ، دلوں کا زنگ جاتا کیسے ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی تلاوت کرنے سے اور موت کو کثرت سے یاد کرنے سے ۔

دل کے زنگ آلود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زندگی کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے دل سخت ہو جاتا ہے ، بے حس بڑھ جاتی ہے ، ابھی باتوں کی طرف دل متوجہ نہیں ہوتا ہے ، حق بات کتنی بھی واضح ہو مگر دل اس کو قبول نہیں کرتا ، اور دل کی اس کیفیت کے پیدا ہو جانے کے بعد انسان میں دوسرے بہت سے اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں ۔

اس کا علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کثرت سے کی جائے اور موت کو خوب یاد کیا جائے ۔ دل میں زندگی و روشنی پیدا کرنے کا اس سے بہتر اور کیا علاج ہو سکتا ہے ۔

(۶) حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی سورہ کہف کی اول تین آیتیں پڑھا کرے تو وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے (ترمذی) دجال کا فتنہ قرب قیامت میں آدمی کے لئے بڑی آزمائش ہو گا ۔ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعائیں دجال کے فتنے سے پناہ چاہا کرتے تھے ، دجال کو اللہ تعالیٰ غیر معمولی قوتیں دے دے گا ، اور اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی چیزیں ظاہر ہوں گی کہ لوگ اس کی اتباع میں لگ جائیں گے ، بڑے بڑے ایمان والوں کا ایمان ڈگمگا جائے گا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے سے محفوظ رہنے کا ایک علاج یہ بتلایا کہ آدمی سورہ کہف کی شروع کی تین آیتوں کے پڑھنے کا معمول بنالے ۔

بہت سے ائمہ اربعہ کے روز بطور خاص پوری سورہ کہف پڑھنے کا معمول رکھتے تھے ۔ سورہ کہف کے پڑھنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی ظالموں کے ظلم سے

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتے تو قتل ہوا اللہ ، قتل اعوذ برب الفلق اور قتل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو مٹھی بنا کر اس میں پھونک مارتے پھر جہاں تک ہاتھ پہنچتا اپنے بدن پر ہاتھ پھیر لیتے تھے ، سر اور چہرہ سے ابتدا کرتے ہوئے بدن کے پہلے سامنے حصہ پر ہاتھ پھیرتے پھر بدن کے بس حصہ تک ہاتھ پہنچتا آپ وہاں تک ہاتھ پہنچاتے۔ یہ عمل آپ تین مرتبہ کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

کتاب و سنت سے جھاڑ پھونک کا عمل جائز ہے ، چاہے آدمی خود کرے یا دوسروں سے کرائے۔ البتہ قرآن و حدیث کو ذریعہ بنا کر جھاڑ پھونک کے کام کو پیشہ بنالینا اور حرام و حلال کی تمیز کو اٹھا لینا یہ ناجائز اور حرام ہے ، اسی طرح شرکیہ کلمات سے دعا و تعویذ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جھاڑ پھونک کو جنھوں نے پیشہ بنا لیا ہے وہ عموماً غیر محرم عورتوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں یا یہ عورتیں خود جاتی ہیں ، بعض بے حیا و بے شرم ان عورتوں کے بدن پر ہاتھ بھی رکھتے ہیں ، یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ جھاڑ پھونک کے لئے ان کے پاس جانا چاہئے جو متقی پرہیزگار اور اللہ والے ہوں ، ہر جاہل اور بدعتی سے جھاڑ پھونک نہیں کرانا چاہئے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے پوچھ کر احادیث میں جھاڑ پھونک کا جو بیان مذکور ہے اس کو سیکھ لے اور وہ عمل خود کرے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امن و عافیت کیلئے اور جسم و جان کی حفاظت کی خاطر سونے سے پہلے یہ عمل کیا کرتے تھے۔ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا اس سے زیادہ نفع بخش اور برکت والا دوسرا عمل نہیں ہو سکتا ہے۔ بعض قصوف کے مخالفین مطلقاً جھاڑ پھونک کے عمل کو ناجائز بتلاتے ہیں یہ انکی انتہا پسندی اور کتاب و سنت کی ناقصیت کی دلیل ہے ، آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جھاڑ پھونک اور دعا کرنے کرانے کا عمل ثابت ہے اس وجہ سے مطلق انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مجلہ مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

حضرت مدنیؒ کے ملفوظات سامیہ

فرمایا۔ کھانا پینا، سونا جاگنا وغیرہ نیت سے عبادت ہو جاتا ہے اور
بلانیت یا نیت ریا و (شہرت) نماز بھی عبادت نہیں رہتی۔

فرمایا۔ اپنے چلنے بیٹھنے، سونے جاگنے کو عبادت بنائیے انسان
تصحیح نیت سے اپنے تمام اوقات کو عبادت کر لے گا۔

فرمایا۔ کہ سلوک سے مقصود اصلی احسان ہے، یعنی سالک میں ملکہ
راسخ پیدا ہو جائے (کہ اس کا ہر کام اس طرح ہو کہ اللہ کی طرف اس کا ہر دم دھیان
رہے، اور یہ بداء یعنی سلوک کی ابتدا ہے اور سلوک کی انتہا یعنی اس کا مقصد
اصلی یہ ہے کہ بندوں کو اللہ کی رضا حاصل ہو جائے۔

فرمایا۔ کہ انسان کے اعمال میں تعارض کا ہونا فطری امر ہے مگر انسان
کا فریضہ ہے کہ تعارض کے ازالہ میں کوشاں رہے اور ایسا کثرت تعین ہر نماز میں مخصوص
سے ہوتا ہے۔

فرمایا۔ مجبور اس کو کہتے ہیں کہ جس کو بلا قدرت اور بلا اختیار والے
نے کیا ہو اور اگر کوئی شخص کسی کام کو اپنے اختیار و ارادہ سے کرتا ہے، اس کے کرنے
کے وقت میں اس کا ارادہ و اختیار موجود ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں چاہوں تو اس
کو کروں اور چاہوں تو چھوڑ دوں وہ مجبور نہیں ہے، ہم کو اگر کوئی چھت سے گرا دے

تو نیچے آنے میں مجبور ہیں ہم اپنے اندر رکھنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں، ہمارا نیچے آنا بغیر ہمارے اختیار کے ہوگا اس میں ہم مجبور شمار کئے جائیں گے، مگر اوپر چڑھنا اور سیڑھوں پر قدم رکھنا بلا مجبوری ہوگا۔ اپنے اختیار و ارادہ سے ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جو کام کرنے والے کے ارادہ و اختیار سے ہو وہ مجبوری نہیں ہے خواہ چوری ہو یا ڈاکہ یا کوئی دوسرا کام اور جس کام میں ہمارا اختیار و ارادہ موجود نہ ہو وہ مجبوری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے لوگ مجبور نہیں ہوئے ان کا اختیار ان کی پوری طرح رہتا ہے اسی کی بنا پر لوگوں سے مواخذہ ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے حکم کیا تھا کہ چوری مت کرو۔ تم نے اپنے اختیار و ارادہ سے چوری کیوں کی۔

فرمایا۔ محبوب حقیقی (یعنی اللہ) ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر چیز کو سنتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرہ ہے، اس کے سامنے بجز خشوع و خضوع اور راز ہا سربستہ کے اخفاء اور اظہار عبودیت کا ملہ اور اتباع سید العشاق (علیہ السلام) کوئی چیز کارآمد نہیں، جاہ طلبی و مال طلبی اس کی سخت غضبناکی کا باعث ہے۔

فرمایا۔ روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ منزل گیارہ مرتبہ اول و آخر دو دفعہ پڑھ کر گیارہ مرتبہ پڑھا کریں اور جب فاتحہ و کیلا پڑھیں پچا کریں تو ۲۵ مرتبہ حبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھا کریں انشاء اللہ تنگدستی دفع ہو جائے گی۔

فرمایا۔ زنا بالقلب (یعنی دل میں کسی غیر عورت کا تصور جمانا) اور اس قسم کے تفکرات کا علاج سوائے استغفار اور الحاح زاری بارگاہ رب العالمین کیا ہو سکتا ہے اس قسم کے گناہوں کے لئے ارشاد ہے۔ ان المحسنات یذہبن السیئات (یعنی نیک اعمال چھوٹے گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں) اور اس قسم کے گناہ پنج گانہ نماز باجماعت اور نماز جمعہ اور نوافل وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔

فرمایا۔ ذکر و کار اور معمولات میں فرق نہ آنے دینا چاہئے خواہ دل لگے یا نہ لگے دل کا لگنا مطلوب نہیں اللہ کا راضی کرنا مقصود ہے اس کی کوشش

جاری رہنا چاہئے۔

فرمایا۔ استغفار اور دیگر اذکار نیت خالص ہی سے پڑھنا چاہئے۔
اوراد کو اوراد کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔
فرمایا۔ دل لگا کر تضرع و زاری کو عبادت ہی ہے بلکہ افضل تر ہے
اس کو عمل میں لانا چاہئے۔

فرمایا۔ کہ ہم کتنی بھی عبادت کریں شانِ الہی کے سامنے وہ نہایت حقیر
و ناقص ہے، جب کہ سرور کائنات سید المرسلین علیہ السلام فرماتے ہیں ما عبدناک حق
عبادتک و ما عرفناک حق معرفتک (اے اللہ ہم نے جو تیری عبادت کا حق تھا
اس طرح کی عبادت نہ کی اور تیری معرفت کے حق کے مطابق ہمیں تیری معرفت حاصل
نہیں ہوئی) تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں۔

فرمایا۔ ایک چیز باری تعالیٰ کی صمدیت ہے کہ وہ تمام حاجتوں کا مادی
و ملجا ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور وہی سب کو پورا کرنے والا ہے اور ہم ہر لمحہ
اسی کے محتاج ہیں ایسے دیدار میں با اخلاص حاضر رہنا، بالخصوص جب کہ وہ ہمارے
حرکات و سکناات، اقوال و اعمال، نیات و خطرات (وسوسوں) سب کو جاننے والا ہے،
اس غور و فکر سے انشاء اللہ حالت پلٹ جائے گی۔

فرمایا۔ جس وقت غصہ آئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور اس کی قدرت
کو یاد کیجئے۔

فرمایا۔ جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، رحم کرنے والوں پر
رحمن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کر، تو آسمان والا رحم کرے گا، لوگوں پر رحم کرنے
اور احسان کرنے کی عادت ڈالئے۔

فرمایا۔ نظر کی حفاظت کیجئے، استغفار اور ذکر کی کثرت کیجئے، نظر شہوت
کو روکنے، مشتبہات سے اجتناب کیجئے۔

نہرایا۔ تمام مسلمان آتائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم ہیں۔

سب سے محبت رکھتی اور خیر خواہی ہونی چاہئے۔ اور ان کیلئے دعا کو نامہ فریضہ ہے۔

نہرایا۔ دعائیں دل لگانا ضروری ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے ان الله لا يقبل الدعاء بقلب لا يلا (اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہیں

فرماتے جو دل لگا کر نہ کی جائے یعنی دل غافل ہو) لہذا دعائیں دل لگانا ضروری ہے،

یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ خلوص دل سے نکلتی ہے

تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

نہرایا۔ کہ دعا اور تلاوت کلام پاک میں فرق ہے، قرآن مجید کے الفاظ

اور حروف چونکہ اللہ تعالیٰ سے سرزد ہوئے ہیں اس وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت میں

اگر کوئی بھی لگے تب بھی ثواب آخرت اور اثر سے خالی نہیں ہے اور دعائیں یہ بات کہیں۔

نہرایا۔ جس نے فریضہ حج ادا نہیں کیا اس کا دوسروں کا حج بدل کرنا

مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک ادا ہی نہیں ہوتا۔

نہرایا۔ ماں باپ آپ کی جنت اور نادر ہیں خبردار خبردار ذرا بھی ان

کے دل کو نہ دکھائیے، کوئی صورت ان کی حکم عدولی کی نہ ہونی چاہئے۔ بجز لاطاعہ للمخلوق

فی معصیت الخالق کے (یعنی اللہ کی نافرمانی کی بات ہو تو تب تو ماں باپ کی بات

رد کر دی جائے گی ورنہ اور کسی وجہ سے ان کا حکم ماننا جائز نہیں ہے)

نہرایا۔ تعلق بالشیخ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیخ کو تمام مشائخ سے افضل

داعی ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اور نہ یہ سلوک میں ضروری ہے، بلکہ اس کا مطلب

یہ ہے کہ جس کو شیخ بنایا جائے اس پر کامل اعتماد ہو دوسروں کی طرف نظر نہ کی جائے

تنبہی اس شیخ سے فائدہ متوقع ہے۔

نہرایا۔ مصروفیات کا بڑھنا اور خدمت خلق و دین انجام نہا جبکہ لوجہ اللہ

ہو اور کسی دنیاری اور شخصی طمع سے نہ ہو بہت بڑی نعمت ہے۔

نہرایا۔ تقریر میں زبان جہاں تک ہو عام فہم اختیار کیجئے، جو لوگ الفاظ کی چمک دمک کی طرف جاتے ہیں میرے خیال میں غلطی میں مبتلا ہیں، ہاں نیت کی درستگی ضروری ہے جو کہ واقعہ میں مشکل کام ہے، اپنی شہرت تقریر لوگوں کی دلہ دہ ریا و سماع وغیرہ مقصود نہ ہونی چاہئے۔

نہرایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ خواہ صحابہ کرام ہوں یا اولیائے عظام، ائمہ حدیث و فقہ و کلام کوئی بھی معصوم نہیں ہے سب سے غلطیاں ہو سکتی ہیں، مگر ان کے متعلق اعتمادیت کی شہادتیں قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان کے اعمال نامے اور اتقار و علم کی تاریخی روایات معتبرہ اس قدر امت کے پاس موجود ہیں کہ فردن حالیہ کے پاس اس کا عشر عشر نہیں ہے، ان پر تنقید انھیں جیسے پایہ علم و اتقار والا کر سکتا ہے ہمارے زمانہ کے ٹیپو بنجئے جنکے پاس نہ علم ہے نہ تقویٰ کیا منہ رکھتے ہیں کہ زبان دراز کریں سوائے اپنی بد بختی کے اظہار کے اور کیا حیثیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو انکی مدح فرماتا ہو اور یہ کم بخت انکی شان میں ہڈیاں بکتے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں اللہ اللہ فی اھم ابی لا تتخذہم من بعدی غرضاً اور یہ بد بخت ان کی شان میں بد گوئیاں کرتے ہیں سوائے بد نصیبی کے اور کیا ہے۔

مسئلہ کا بقیہ ۱۔

تمام صحابہ نے اجماع اور اتفاق کیا یہ اتباع کے لائق اور اس سے بہتر ہے۔

(المنہی ص ۶۴ ج ۱)

یہی وہ اقوال ہیں جن کے ائمہ اعلام قائل ہیں اور اسی کو حنا بلہ نے لیا اور اس پر

تمام صحابہ کرام نے اجماع اور اتفاق کیا۔ واللہ یعول الحق وھو ھدی السبیل۔

اخلاقی امراض کا شرعی علاج رِشْوَت

معلوم ہے کہ اکل حرام اور کسب حرام بدترین گناہ ہے، قرآن و حدیث میں اس کی برائی مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، حرام طریقے سے جو چیز بھی حاصل کی جائے گی وہ برکت سے خالی ہوگی، اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا۔ رشوت بھی حرام کمائی کا ایک ذریعہ ہے، جس طریقے سے حرام کمائی کے دوسرے ذریعے اور طریقے حرام ہیں اسی طرح ہمدی شریعت میں رشوت کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے مختلف حدیثوں میں رشوت کی برائی مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے، اور صرف یہی نہیں کہ رشوت کا لینا ممنوع اور حرام ہے بلکہ رشوت کا دینا بھی حرام اور ناجائز ہے۔ رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے، طبرانی کی ایک حدیث میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے :

لعن الله الراشي والمرتشي في الحكم
یعنی اللہ کی اس پر لعنت ہے جو فیصلہ کرنے اور
کرنے میں رشوت لیے ہیں یا رشوت دیتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت فرماتے

تھے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے :

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم
یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رشوت کے
لینے دینے والوں پر لعنت فرماتے تھے۔
الراشي والمرتشي۔

رشوت کا لینا صریح ظلم ہے، رشوت لینے والا ظالم ہوتا ہے اور چونکہ رشوت دینا یہ ظالم کی اعانت ہے اس لئے رشوت دینے والا بھی ملعون قرار پایا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنی خوشی سے آدمی رشوت پیش کرتا ہے اور یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کہ ناجائز طریقہ پر کوئی کام کرانا ہوتا ہے، جیسا کہ یہاں آج کے زمانہ میں عام طور پر رواج پا گئی ہے، رشوتیں دیکر اپنے حق میں مقدمات کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ دوسروں کی جائیداد پر قبضہ کر لیا جاتا ہے، رشوتیں دیکر ملازمت حاصل کی جاتی ہے اور افسران کو رشوتیں دیکر حکومت کو ادا کی جانے والی بڑی بڑی رقمیں ختم یا کم کر لی جاتی ہیں۔ رشوتوں کے ذریعہ ملازمت کا حاصل کرنا عام دستور بن گیا ہے، غریب انسان اپنی لیاقت اور صلاحیت کی بنیاد پر ایک جگہ کا مستحق ہوتا ہے، لیکن دوسرا رشوت کی ایک بڑی رقم دیکر اس کا حق مل لیتا ہے۔ غرض رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جرم اور گناہ میں برابر کے شریک ہیں اس لئے دونوں کو اللہ اور اس کے رسول نے ملعون قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کو یہ سزا سنائی گئی ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے:

الراشی والمشتی فی الناس
یعنی رشوت لینے والا اور رشوت کا دینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔
(متغیب ص ۳۳)

ایک حدیث میں ہے کہ جس قوم میں رشوت خوری عام ہو جاتی ہے لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے دل میں دوسروں کا خوف و رعب پیدا ہو جاتا ہے، حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے یہ ارشاد فرماتے سنا۔

جس قوم میں سود کا لینا دینا پیدا ہو جاتا ہے اس کو قحط میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، اور جس قوم میں رشوت خوری ظاہر ہوتی ہے اس میں دوسروں کا

ڈراور رعب پیدا ہو جاتا ہے ، (ایضاً ص ۲۶۶)

آپ دیکھیں گے کہ رشوت لینے والا آدمی عام طور پر اپنے ضمیر کے خلاف کام کرتا ہے ، یہ بھی ایک قسم کا اندرونی رعب ہی ہے ، بہادر اور غیر مرحوب انسان ضمیر کے خلاف کام کرنا قطعاً گوارا نہیں کرتا ہے ، رشوت کا جو انسان عادی ہوتا ہے اس میں تعلق اور چا پلوسی کا وصف پیدا ہو جاتا ہے یہ بھی اس رعب ہی کا نتیجہ ہے جو رشوت خور کے قلب پر رشوت خوری کی وجہ سے مسلط رہتا ہے ۔

رشوت خور کی زندگی کا آپ مطالعہ کریں ، جرات و شجاعت اور مردانگی کے وصف سے وہ محروم ملے گا ۔ قلب اس کا مردہ اور تاریک ہوگا ، دوسروں سے وہ آنکھ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا ۔

رشوت لینا کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے الرشوة فی الحکم کفر ، یعنی فیصلہ کرنے میں رشوت لینا کفر کے درجہ کی بات ہے (ترغیب ص ۴۲۴) حاکم جب حکم اور قاضی کی کرسی پر بیٹھتا ہے تو وہ امین ہوتا ہے اس کو ہر قسم کی جانبداری سے ہٹ کر جو حق سمجھیں آئے اس کا فیصلہ کرنا اس کی ڈیوٹی اور اس کا فریضہ ہے ۔ شریعت نے اس کو بہت اہم ذمہ داری سونپی ہے ، جو حق ہو اس کے مطابق فیصلہ کرنا لازم ہے ، کسی لالچ میں آکر حق کے خلاف فیصلہ کرنا خیانت اور بددیانتی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشاد کی روشنی میں اس کا یہ عمل کفر کا عمل ہے ۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ رشوت لے کر کسی معاملہ میں غیر شرعی فیصلہ کیا گیا اور جانب داری سے کام لیا گیا تو اس کا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے باندھ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا ، جہنم میں جس جگہ پھینکا جائے گا اس کی گہرائی پانچ سو سال کی ہے (ترغیب ص ۴۶۲) مطلب یہ ہے کہ رشوت خوری شدید جرم ہے اور جہنم کے خاطر دیانت و امانت کا خون کرنا اور قرآن و حدیث اور شریعت کے خلاف فیصلہ

کرنما ظلم عظیم ہے، اس جرم اور ظلم کا عذاب بھی ایسا ہی شدید ہے۔
 قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ رشوت خوری یہودیوں اور منافقوں میں عام
 تھی، یہود علماء رشوتیں لے کر رشوت دینے والوں کے حسب منشا فتویٰ دیا کرتے
 تھے، رشوت دینے والا جس طرح سے چاہتا فیصلہ کر لیتا تھا، انہیں یہود اور منافقین
 کی مذمت میں قرآن کی یہ آیت ہے :

تبری کثیرا منهم یسارعون فی
 الاثم والعدوان والکلبہم
 السحت لبش ما کانوا یعلمون۔
 آپ ان اہل کتاب میں سے بہتوں کو دیکھتے
 ہیں کہ دوڑتے ہیں گناہوں اور ظلم کی طرف
 اور حرام کھانے میں تیزی دکھاتے ہیں وہ
 بہت برا عمل کرتے ہیں۔

سمت سے مراد حرام ہے، یعنی یہ یہود ناجائز اور حرام طریقہ سے مال حاصل کر کے کھاتے
 ہیں، اس میں رشوت، غصب، چوری، خیانت سب داخل ہے۔ اس آیت کے
 تحت بحر محیط میں لکھا ہے :

الجمہور علی ان السحت هو الرشاء
 وقیل هو الباء وقیل سائر مکبہم
 الخبیث۔
 یعنی جمہور کے نزدیک سمت سے مراد رشوت
 ہے بعض لوگوں نے اس سے سود مراد لیا ہے
 اور بعض لوگ ہر خبیث کماؤں سے اس کی
 تفسیر کرتے ہیں۔

قرآن نے انہیں یہودیوں کے بارے میں کہا ہے اولئک ما یا کلون فی بطونہم
 الا الناس یعنی رشوت نہیں کھاتے ہیں بلکہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔
 جس طرح رشوت دینا حرام اور ناجائز ہے اسی طرح ہر وہ عمل حرام ہو گا جو رشوت
 کا ذریعہ بنے، مثلاً رشوت دینے اور دلانے کی دلائی کرنا۔ مسند احمد اور طبرانی کی ایک
 روایت کے الفاظ یہ ہیں :

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

الراشی والمرآشی والرائش رشوت لینے والے، رشوت دینے والے
اور ان دونوں کے درمیان جہد لالی کرتا ہے
ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

غرض جس طرح رشوت لینا اور دینا حرام ہے اسی طرح رشوت لینے اور دینے
کا انتظام کرنا اور اس کے لئے واسطہ بننا بھی حرام ہے۔
ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ رشوت کا عمل خواہ لینے کا ہو یا دینے کا یا اس کی
دلالی کرنے کا نہایت مذموم عمل ہے، اس سے آدمی اللہ و رسول کی لعنت کا اور اللہ
کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

یہ بھی گزر چکا ہے کہ رشوت جب کسی قوم میں عام ہو جاتی ہے تو اس قوم سے شجاعت
و مردانگی کی صفت ملب کر لی جاتی ہے اور اس میں رعب و خوف پیدا ہو جاتا ہے۔
اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہر اس مرض کی پوری نشاندہی کر دی ہے
جس سے قومیں تباہ و برباد ہوں اور انسانی معاشرہ میں ظلم و زیادتی اور بگاڑ پیدا
ہو، اور سماج میں بغض و حسد اور نفرت کا ماحول تیار ہو، اسلام چاہتا ہے کہ آدمی
صالح معاشرہ میں زندگی گزارے، آدمیوں کے درمیان محبت و اخلاص کا رشتہ
قائم ہو، کوئی کسی کا مال زور و زبردستی اور ناجائز طریقہ سے حاصل نہ کرے، ایک دوسرے
پر ظلم و زیادتی نہ ہو، کسی کے حق پر کوئی ڈاکہ نہ ڈالے۔

افسوس آج ہم نے اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے اور ہر روز ہمارے اندر دین
سے دوری پیدا ہوتی جا رہی ہے، ہماری نگاہ دوسروں کی تہذیب و تمدن کی طرف
اٹھتی ہے، دین و شریعت سے انحراف بڑھتا جا رہا ہے، دین سے دوری کا جو نتیجہ
ہونا چاہئے وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، آج ہم ذلیل و خوار ہیں، ہمارے
اخلاق و اطوار بدل گئے ہیں طرح طرح کے تباہ کن اخلاقی امراض ہم مسلمانوں کی زندگی
میں پیدا ہو چکے ہیں یہ اللہ کا عذاب ہے جو ہم مسلمانوں پر دین سے دوری کے نتیجہ

میں مسلط کر دیا گیا ہے ۔

کتاب الزہد میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ قول نقل کیا گیا ہے :
 اذ عمل المنکر جہاراً استحقوا
 یعنی جب برائی کھلے طور پر کی جائے لگے تو
 کلہم العقوبۃ (ص ۴۶) سارے لوگ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں
 آج برائیاں عام ہو چکی ہیں کسی کے دل میں خطرہ بھی نہیں گذرتا کہ وہ برا کام
 کر رہا ہے ، رشوت لینے والا رشوت لیتا ہے ، اسے نہ شرم آتی ہے اور نہ اس کے
 دل میں کسی طرح کا کوئی خوف پیدا ہوتا ہے ، نہ اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے ،
 ظلم کرنے والا اپنے ظلم کی داستان بہت فخر سے بیان کرتا ہے ۔ خیانت ادبہ عمدی
 جھوٹ اور نفاق مسلمانوں کے معاشرہ میں بھی عام ہے ، اور ہر برائی آرٹ اور فن
 بن چکی ہے ، اور لوگ اس آرٹ اور فن کا کھلے طور پر مظاہرہ کرتے رہتے ہیں ۔ بڑے سے
 بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی خدا کا خوف آدمی کے دل میں نہیں گزرتا ۔ خوف و خشیت
 سے قلوب خالی ہو چکے ہیں اور اللہ کے رسول کا یہ ارشاد بحرف صادق آ رہا ہے
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اول شئ یرفع من هذه الامۃ الامانت
 والخشوع حتی لا تکاد تری خاشعاً یعنی پہلی چیز جو اس امت سے اٹھائی جائیگی
 وہ امانت داری اور خشوع ہے یہاں تک کہ تم اللہ کے سامنے کسی کو جھکنے والا نہیں
 پاؤ گے ۔

آج ہمارا حال کچھ اسی طرح کا ہو گیا ہے ، اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے

اور اپنی مرضیات پر چلائے ۔

رشوت کے بارے میں کسی باتیں سوچنے کی ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ کسب حرام ہے
 اور کسب حرام میں برکت پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دوسرے یہ کہ عام طور پر
 رشوت لینے اور دینے والا ظالم اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والا ہوتا ہے ۔ جو
 بہت بڑا گناہ ہے ، قیصرے آدمی یہ سوچے کہ جس طرح وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتا کہ

اس کا حق مارا جائے اور اس پر ظلم ہو اسے بھی مناسب نہیں ہے کہ یہی معاملہ دوسرے کے ساتھ اس کی وجہ سے ہو، چوتھے یہ کہ اور اس بات کو دھیان میں جمائے کہ راشی اور مرتشی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، اور جو شخص خدا و رسول کی بارگاہ میں ملعون ہو اس کی زندگی میں کسی طرح کی خیر و برکت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، نیز یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رہے کہ کسب حرام کا فساد مرت انسان کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ اس کی نحوست اس کے بال بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد تک بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

اگر آدمی ان باتوں کو ذہن میں رکھے تو بڑی حد تک رشوت ہی کیا کائی کے ہر ناجائز اور حرام طریقے سے بچ سکتا ہے۔

۲۷ کا بقیہ :-

(۱۳) مسئلہ نمبر ۱۳ میں صرف لکھا اس ہے مولانا غازی پوری نے غیر متعلین کا جو شاذ مذہب خاں صاحب اور نواب حیدر آبادی کے اقوال سے ثابت کیا ہے اس کا موصوف مجیب سلمہ سے رد نہیں ہو سکا، البتہ ایک دھاندلی ان کی ملاحظہ فرمائیے۔
وقیل تعجب فیہا اذا کانت للبتجاسر لا کا ترجمہ فرماتے ہیں۔
یعنی مذکورہ اموال زکوٰۃ کے سوا دیگر اشیاء میں بھی زکوٰۃ ہے، اگر وہ تجارت کے لئے ہوں۔

اہل علم غور فرمائیں موصوف نے اس ترجمہ میں کتنی دیانت کا ثبوت دیا ہے، اصل لفظ قیل کا ترجمہ ہی اڑا دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر متعلدوں کا یہ مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ضعیف قول ہے۔ اپنی اس دیانت کے بار موصوف سلمہ گائیوں کی دوکان سمجائے ہوئے ہیں۔

(باقی آئندہ)

کتاب نمار زہد پر ایک نگاہ مفتاحی

احناف پر غیر مقلدین حضرات کی کرم فرمائیاں اسی وقت سے ہیں جب سے برصغیر ہند میں ان کا وجود ہوا ہے، ان کے ذہن و دماغ کی ساری توانائیاں اس پر خرچ ہوتی رہی ہیں کہ فقہ حنفی سے برصغیر کے مسلمانوں کو برگشتہ کر دیا جائے، اس نیک عمل یا دینی جہاد میں ان کا ہر چھوٹا بڑا ہمیشہ حصہ لیتا رہا ہے، اور ہر جب سے ان حضرات کا تعلق قلبی ممالک اور سعودیہ سے ہو گیا ہے، اور یہ اہل حدیث سے سلفی بن گئے ہیں، ان کا میدان عمل بس صرف ایک رہ گیا ہے کہ حضرات ائمہ احناف، فقہ حنفی اور تقلید کے خلاف اپنے اندر کی تمام غلاظتیں باہر کر دی جائیں، یہ عمل ایک مدت سے اور بڑے تسلسل سے جاری ہے۔

علماء دیوبند کا ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانہ پر دینی و دعوتی علمی و ادبی سیاسی و سماجی میدانوں میں جو کارنامہ ہے اس سے پوری دنیا واقف ہے اور اس کا اعتراف ہر جگہ کیا جاتا رہا ہے، غیر مقلدین حضرات کو علمائے دیوبند کی یہ خدمات ایک آنکھ نہیں بھاتی ہیں اس لئے ان کی نگاہ کرم دیوبندیوں پر بطور خاص ہے، آج کل دیوبندیوں کو اسلام سے باہر کر دینے کی پوری کوشش ہے اللہ یقیناً نامی کتاب کی اشاعت اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

یہ کتاب کیا ہے، جھوٹ فریب و ہوکا کا پلندہ کہہ لیجئے، مگر غیر مقلدین حضرات کو یہ خوش نہیں ہے کہ اس کتاب نے دیوبندیوں کو اسلام سے باہر کر دیا ہے اب اگر کوئی

مسلمان ہے تو بس یہی دوا اور دوا چار والی جماعت، جس کا قبلہ و کعبہ خلیجی ممالک ہیں اور شیوخ عرب جن کے داتا و آقا ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کی تدبیریں اور ان کا نظم جب حد سے آگے بڑھ گیا تو انکی زبان و قلم پر روک لگانے کیلئے اور خود وہ کیا ہیں یہ بتلانے کیلئے حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری نے قلم اٹھایا اور بہت تلیل عرصہ میں پانچ کتابیں، دو عربی میں اور تین اردو میں لکھ کر عوام کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔

مولانا موصوف کی یہ کتابیں غیر مقلدین کے حق میں ہم کا گولہ ثابت ہوئیں اور ان کا قصر سلفیت و اہلحدیث و صراط سے پیچھے آگیا۔ یہ کتابیں ایسا آئینہ ہیں جس میں ان سلفیوں اور اہلحدیثوں کا چہرہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے، اور پھر یہ کتنے بڑے سلفی اور کیسے اہلحدیث ہیں اس کا اندازہ کرنا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ ان کتابوں کے شائع ہونے کے بعد ہی سے غیر مقلدین کا ہر بالغ و نابالغ تلملایا ہوا ہے، در سال سے سنا جا رہا تھا کہ ان کتابوں کا رد لکھا جا رہا ہے۔ بنارس کے ایک مرکزی جامعہ میں اس کے لئے ایک کمیٹی بھی ترتیب دی گئی تھی۔ ہمیں بھی شوق سے ان کتابوں کے رد کا انتظار تھا، بالآخر یہ انتظار کی گھڑی ختم ہوئی اور بڑی محنتوں اور کاوشوں کے بعد ”اسلم ملک“ کے فرضی نام سے ایک کتاب ”خمار زہد“ وجود میں آئی۔

یہ کتاب مولانا غازی پوری کی صرف ایک کتاب مسائل غیر مقلدین کے چند مسائل کا رد ہے جن کی نگاہ سے یہ کتاب گزرے گی وہ خود ہی جان لیں گے کہ یہ مسائل غیر مقلدین، جیسی تاہر کتاب کا یہ رد کیونکر ہے۔ کاشی کے پاٹھ شالہ میں بیٹھ کر سنکر زبان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، کتاب کی زبان اور انداز تحریر کا نمونہ ملاحظہ ہو :
 ”اچھا تو سن لیجئے دراصل ایک بلوان مہاراش شکستی مان اور یو دھلے سیدواٹھ
 کدھرتی پر ایک وودوان شکیمک اور اپہیشک کا روپ دھارن کیا ہے۔“

دھنئے ہو، دھنئے ہو کون ہیں وہ یہاں پرش؟ کیا شبہ ناک ہے ان کا؟
ان کا دشمن تو کراتے؟ ان کا چتر تو بتلائے؟ کیا آدیش ہے ان کا؟

کیا اپدیش دیتے ہیں وہ؟ (ص ۱۲)

اس طرز نگارش میں مسائل غیر مقلدین کا جواب دیا جا رہا ہے، محیب صاحب
کو مسائل غیر مقلدین نے نگہنی کا ناچ بچا دیا ہے، اس لئے وہ بہروپے کے روپ
میں نظر آ رہے ہیں۔

ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں محیب صاحب :
”سید واریات کا جو بھگوارنگ ہے وہ خمار زہ کا نتیجہ ہے، اس
خمار زہ نے سید واریات میں نوع بنوع رقص کیا ہے، عرباں رقص
کلاسیکل رقص، بھنگڑا رقص، اہر وار رقص وغیرہ اس نے کھجور اہوں
کے رقص ہائے حائط کو مانڈ کر دیا ہے“ (۱)

یہ مولانا محمد ابو یوسف غازی پوری کی کتاب ”مسائل غیر مقلدین“ کا جواب دیا جا رہا ہے
اور جواب دینے والے ہیں اسلم ملک نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ ذرا دہرہ علماً
وفضلاً۔

پوری کتاب جو ۲۲۸ صفحات پر پھیلی ہے اسی طرح کی گندگیوں سے آلودہ ہے
نجیب السبیلین سلمہ ص ۲۲ پر فرماتے ہیں :

یہ بجز نقاہت کے یہ وہیل اور شارک، غار درایت کے یہ اژدہ ہے کوہ الوند
کے یہ گدہ، کتاب الحیل کے جنگل کے یہ بھیڑے، صحرائے تاویل کے خارہ
پشت، دریائے فرد کے مگر مجھ (۲)

(۱) (۲) - یہی وہ طرز مزاح کی قسم ہے جس پر غیر مقلدوں کو ضبط کے باوجود اپنی ہنسی پر قابو پانا

صفحہ ۲۴ کا یہ اقتباس اس لئے دیگیا ہے کہ ناظرین معلوم کر لیں کہ پوری کتاب کا انداز تحریر و بیان شروع سے آخر تک یہی ہے۔

ہزار گالیوں کے باوجود بھی مسائل غیر مقلدین میں غیر مقلدین حضرات کی جو حقیقت نمایاں کر دی گئی ہے اس پر کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے۔

یہ کتاب خمار زہد جب حضرت مولانا غازی پوری مدظلہ کے ہاتھ میں پہنچی تو چند ابتدائی صفحات بھی وہ نہ پڑھ سکے، اور نجیب السبیلین سلمہ کے حق میں چند دعائیہ کلمات کہہ کر کتاب کو ایک کونہ میں ڈال دیا۔

خمار زہد کے مندرجات سے کسی کے لئے بھی اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ مولانا غازی پوری مدظلہ کی کتابیں فرقہ غیر مقلدین پر صاعقہ آسمانی بن کر گری ہیں، اور ان کے پاس ان کتابوں کا جواب صرف دو طرح پر رہ گیا ہے، ان کتابوں کے مصنف کو وہ جی بھر کر گالی دیں، دوسرے یہ کہ اپنے اکابر کے عقیدہ و مسلک کی نفی کریں ان دو راہوں کے علاوہ تیسری راہ کوئی اور ان کے پاس نہیں ہے۔

اس کتاب میں مسائل غیر مقلدین کے جواب کا یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے، پوری کتاب گالیوں اور ہرزہ سرائیوں سے بھری ہے، اس کا جواب تو بس اتنا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی حرف بحرف تصدیق ہو رہی ہے کہ منافق کی علامتوں سے ایک علامت یہ ہے کہ اذا خاصم فجر یعنی منافق جب اختلاف کی بات میں پڑتا ہے تو گالیاں دینے لگتا ہے، ہمارے نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں اس کا خوب خوب مظاہرہ کیا ہے، ہم چاہیں تو انھیں کے لب و لہجہ میں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش نظر ہے و اذا مروا باللغو مروا کما مآ یعنی اللہ کے بندے جب لغو چیزوں سے گزرتے ہیں تو شریفانہ انداز میں گزر جاتے ہیں، اس لئے ہم بھی موصوت بحیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بس دعا، خیر ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو حق کی روشنی عطا فرمائے، عقل سلیم

دے۔ بات کرنے کا شریفانہ انداز۔ ان کو سکھلا دے اور غیر مقلدیت کی کج راہی سے وہ نکلیں، اسلاف کا احترام کرنا سیکھیں، بزرگوں اور اسلاف کی بدعائیں ان کا مقدر نہ بنیں۔

نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمہ بزرگوں کی باتوں کو تسلیم کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ اب اس کا کیا علاج۔ اختلافی مسائل میں گفتگو مسلمہ شخصیتوں کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے نہ کہ نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ جیسے بر خورداروں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اگر ایک بات ان کے بڑے تسلیم کرتے ہیں اور بر خوردار سلمہ اللہ تعالیٰ کو وہ تسلیم نہیں ہے تو ان کو کون گھاس بھی نہیں ڈالے گا بڑوں ہی کی طرف نگاہ اٹھے گی، بات انھیں کی معتبر ہوگی اختلافی مسائل میں بڑوں ہی کی بات پر نقد و تبصرہ ہوگا، معلوم نہیں نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ ان کا قول اور ان کی رائے اور ان کا فکر ان کے بڑوں کے خلاف درخور اعتنا ہوگا، آپ فرما رہے ہیں:

۱۷۰۔ یہ مسائل غیر مقلدوں اور غیر مقلدیت کے ہیں اہل حدیثوں کے نہیں۔

تو مولانا غازی پوری نے یہ کب کہا ہے کہ یہ مسائل اہلحدیثوں کے ہیں، مولانا غازی پوری کی کتاب کا نام ہی ہے مسائل غیر مقلدین، اہلحدیثوں کے یہ مسائل بھی نہیں کہتے ہیں، جو اہلحدیث ہوگا وہ کتاب اللہ اور سنتہ رسول اللہ کے سایہ میں زندگی بسر کرے گا، وہ اسلاف کے طریق پر ہوگا، وہ اللہ والوں کا احترام کرے گا وہ اپنے دل و دماغ کو صاف ستھرا رکھے گا، وہ اپنی زبان کو گالیوں سے گندہ نہیں کرے گا اور اس کا عقیدہ و مذہب وہ ہوگا جس پر صحابہ کرام چلا کرتے تھے مولانا غازی پوری نے تو اپنی کتابوں میں یہی دکھلایا ہے کہ یہ عقائد اور مسائل غیر مقلدوں کے ہیں اہلحدیثوں کے نہیں، پھر آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں اور گالیوں سے اپنی زبان کو کیوں گندی کر رہے ہیں۔

نجیب السبیلین سلمہ مزید فرماتے ہیں :

”غیر مقلدین اور غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہوتی ہے ہمیں نہیں معلوم۔“

اگر اس چڑیا کا آپ کو پتہ نہیں تو آپ مولانا غازی پوری کو گالی کیوں دے رہے ہیں اس میں ان کا کیا قصور ہے ، اس چڑیا سے جاہل رہنا یہ آپ کا قصور ہے گالی دینا تو اس کا علاج نہیں ۔

پھر تعجب ہے کہ آپ کو مولانا غازی پوری کی کتابیں پڑھ کر بھی غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہے اس کا پتہ نہیں لگا ، میرے پیارے سلمہ اللہ تعالیٰ ذرا غور سے مولانا غازی پوری کی کتابیں پڑھئے ، غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا ۔ اور اگر مولانا موصوف کی کتابیں پڑھنے سے الرجی یا عار ہے تو عالیجاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کی کتاب ترجمان دہابیہ پڑھ ڈالئے اس سے بھی غیر مقلدیت کون سی چڑیا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا ۔ عالیجاہ نواب صاحب بھوپالی مرحوم جو غیر مقلدوں کے بہت اونچے عالم ہیں وہ غیر مقلدین کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں :

”یہ لوگ اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار

انگریزی سرکار سے جاری ہوا خصوصاً دربار دہلی میں جو سب درباروں

کا سردار ہے ۔ (مآثر ترجمان دہابیہ)

کہئے اب آپ کو پتہ چلا کہ غیر مقلدیت اور غیر مقلدین کس چڑیا کا نام ہے ؟ اور

اس کا مصدقہ منبج کیا ہے ؟

مسائل غیر مقلدین کے شروع میں میرا ایک مقدمہ ہے ، جس میں غیر مقلدین اور غیر مقلدیت کے تعارف کے سلسلہ میں ان کے بعض اعتقادات کو ذکر کیا گیا ہے اور حوالہ کے لئے مولانا غازی پوری بذللہ کی معرکہ الارار کتاب وقعة مع الالامذہبیہ کا نام لیا گیا ہے ۔ نجیب السبیلین سلمہ کا فرمان یہ ہے کہ یہ اعتقادات اہلحدیثوں کے

نہیں ہیں، میں یہاں بھی یہی عرض کروں گا کہ ہم لوگ کب کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات اہلحدیثوں کے ہیں یہ تو غیر مقلدوں کے ہیں جن کی پیشوائی اپنے اپنے زمانہ میں نواب وحید الزماں، نواب صدیق حسن خاں، مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹاوی مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کر رہے تھے۔ اگر آپ اہلحدیث ہیں اور آپ کے یہ اعتقادات نہیں ہیں تو چشم مار و شن دل ماشاء، ہم آپ کو گلے لگاتے ہیں مہار کیا دیتے ہیں، آپ غیر مقلدوں کو اہل حدیث سمجھ کر بلا وجہ ان کی حمایت کر کے اذا خلاصہم فجدر کے مستحق بن رہے ہیں۔

البتہ یہ اعتقادات غیر مقلدوں کے اکابر کے ہیں یا نہیں تو اس کا انکار آپ لاکھ کیا کریں مگر ہم کو تو ان کی کتابوں میں ملتے ہیں، وقفۃ مع اللامذہبیۃ میں سب کا حوالہ موجود ہے۔ تھوڑا سا اور انتظار کر لیجئے مولانا غازی پوری کی تیسری عربی کتاب جلد آرہی ہے اس میں اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ سب عبارتوں کا نوٹ دے دیا جائے گا کہ آپ جیسے لوگوں کا غناد اور حق پوشی ظاہر ہو۔

نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں بار بار یہ الزام لگا یا ہے کہ حوالہ ناقص ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس کا حوالہ پورا موجود ہے اس کے بارے میں جناب کا کیا ارشاد ہے؟ پوری کتاب میں دو چار مسئلوں کا ذکر تو ہے نہیں ایک سو اسی مسئلوں کا ذکر ہے، آپ نے چند ہی مسئلوں سے تعرض کیا ہے، اور جس انداز میں تعرض کیا ہے وہ بھی خوب ہے کہ اقرار اور انکار دونوں ساتھ ساتھ چل رہا ہے نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا غازی پوری

نے کنز الحقائق کی یہ عبارت نقل کی

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر

اور اس پر یہ اعتراض کیا کہ تارک صلوٰۃ کو کافر کہنا یہ اہلسنت والجماعت کے جمہور کا مذہب نہیں ہے اگر تارک صلوٰۃ کو کافر کہا جائے تو بہت سے

مسلمانوں کو کافر کہنا پڑے گا ، مولانا غازی پوری کا مقصد یہی ہے تعبیر انھوں نے اپنے انداز کی اختیار کی ہے ۔

نجیب السبیلین سلمہ لے مسائل غیر مقلدین میں جو عبارت ہے اس کو درست نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح نقل کیا ہے ۔ ومن ترک الصلوۃ فقد کفر ، اور اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں :

” نواب حیدر آبادی نے بالکل الفاظ حدیث نقل کر دیے ہیں ۔^{۱۸۹}

اہل علم غور فرمائیں کہ کیا حدیث کے الفاظ یہی ہیں ۔

اور میں تو کہتا ہوں کہ نواب صاحب کی عبارت نقل کرنے میں مولانا غازی پوری

سے بھی سہو ہوا ہے ، نواب صاحب کی عبارت یہ ہے

۔ ومن ترک الصلوۃ متعمدا کفر

الفاظ حدیث یہ بھی نہیں ہیں نواب صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں :

وتجب علیہ التوبۃ بالافتقار فان لم یتب یجب

قتله (ص ۳۱ کفر)

یعنی جو عمداً نماز چھوڑے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر توبہ واجب ہے ۔

اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کو قتل کر دینا واجب ہے ۔

اب اگر نواب صاحب مرحوم کے اس فتویٰ کی روشنی میں مولانا غازی پوری نے

یہ کہا ہے کہ غیر مقلدین کی اکثریت کافر ہے اس لئے کہ ان کا غالب طبقہ تارک صلوۃ

ہے ۔ تو انھوں نے کون سی بات اپنی طرف سے کہہ دی ہے ، کیا نواب صاحب کے فتویٰ

اور عبارت کا یہی حاصل نہیں ہے ۔

سائنس غیر مقلدین حضرات حق کی راہ اپناتے ، عناد و تردد سے دور رہ کر سنجیدہ

انداز کی گفتگو کرتے تو ان سے کچھ مزید گفتگو کی جاسکتی تھی ۔

(۲) مولانا غازی پوری مدظلہ نے نواب حیدر آبادی کی یہ عبارت نقل کی :

۔ و یسین ان یصلی فی التعلین ۔

یعنی نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ جو قوں میں نماز پڑھنا مسنون ہے، جب کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں عمل مسنون ہے تو اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فلاں عمل کو جائز بتلا رہا ہے بلکہ اس کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہی عمل سنت ہے، اس کا چھوڑنے والا تمارک سنت ہے اور سنت چھوڑنے کا اسے گناہ ہوگا۔

اس واضح حقیقت اور درود اور دو چار کی طرح کھلی بات سے آنکھ بند کر کے ہمارے نجیب البیلین سلمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

۔ جواز کا راستہ سنت نے دکھلایا ہے اب اگر کوئی پڑھنا چاہے اور ایسے

حالات ہوں کہ جوتے میں نماز پڑھنی پڑے تو جواز کا راستہ کھلا ہے^{۱۹}

عمل مسنون کی یہ تشریح غیر مقلدین کے اجتہاد کا خاص کر شمع ہے، کسی نے کب بھلا سنت کا یہ مطلب سمجھا ہوگا، مبارک ہو نجیب البیلین سلمہ کو ان کی عبارت فہمی اور سنت کے معنی کی یہ توضیح و تشریح ۔

(۳) مسائل غیر مقلدین کتاب کے مسئلہ نمبر ایک اور مسئلہ نمبر ۲ کے بارے میں موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو تاویل کی ہے اس کو کوئی بھی درست نہیں سمجھے گا۔ اور یہ ساری تاویل ۔ ہم خود ہیں اپنے شکست کی آواز، کے قبیل کی ہیں، اس لئے اس پر گفتگو بیکار ہے مسائل غیر مقلدین میں ان دونوں مسئلوں پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) عرف الجادی کے حوالہ سے مولانا غازی پوری نے یہ ثابت کیا تھا کہ غیر مقلدین کے نزدیک چار سے زیادہ شادی کی جاسکتی ہے۔

اس پر ہمارے نجیب البیلین سلمہ بہت برہم ہیں اور عرف الجادی کی لمبی چوڑی عبارت نقل کر کے ادھر ادھر بھاگتے کا بہت راستہ تلاش کیا مولانا غازی پوری کو منہ بھر کر گالی دی مگر آخر میں وہ بھی پیہچے تو اسی نتیجہ پر ۔ فرماتے ہیں :

سید والا جاہ ایک علمی نکتہ پیش کر رہے ہیں، انھوں نے کوئی رائے

قائم نہیں کی ہے مزید انھیں دلائل کی تلاش ہے۔ ص ۲۰۶

ہمیں کیا پتہ تھا کہ والا جاہ نے یہ کتاب مسئلہ بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ علمی نکتہ بیان کرنے کے لئے تالیف فرمائی تھی اور والا جاہ ہونے اور مجدد سلفیت غیر مقلد کے مقام بلند پر پہنچنے کے باوجود ان کو چار سے زیادہ نکاح کی حلت و حرمت میں شبہ ہی رہا اور اس تردد و شبہ پر ان کا انتقال بھی ہو گیا بکواس کا نام نجیب السبیلین سلمہ نے جواب رکھا ہے، والا جاہ صاف فرماتے ہیں :

”دعویٰ خصوصیت مفتقر بدلیل ست“

یعنی چار سے زیادہ بیوی رکھنے کو آنحضرت کی خصوصیت بتلانا دلیل کا محتاج ہے، اس صاف اور صریح عبارت کے باوجود بھی نجیب السبیلین سلمہ کا یہ فرمانا کہ والا جاہ صرف ایک علمی نکتہ بیان فرما رہے ہیں، اپنا مذہب نہیں، عناد و تعصب کی بدترین مثال ہے۔

(۵) مسائل غیر مقلدین میں یہ لکھا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کے یہاں تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں ہے۔ اور حوالہ عرف اور کنز کا دیا گیا ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نواب حیدر آبادی اور نواب صدیق حسن خاں دونوں گیارہ رکعت تراویح کو اولیٰ بتلاتے ہیں۔ مگر اس سے مولانا غازی پوری کی بات کا رد تو ہوتا نہیں ہے یہاں پر کیا پڑھتے ہیں اس کی بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان اکابر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں ہے جب عدد متعین نہیں ہے تو وہ کوئی بھی عدد پڑھیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ہر شخص کے نزدیک وہ عدد اولیٰ ہو گا جو اس کی سہولت کے مطابق ہو گا۔

نجیب السبیلین سلمہ کو بھی احساس ہے کہ جواب بنا نہیں، اسی لئے وہ فرماتے ہیں : مسک المحدث کے ماننے والے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں،

جہورامت دائرہ عظام کیا کہتے ہیں۔ نواب حیدر آبادی، سید والا جاہ
کیا کہتے ہیں، ابن قدامہ اور شیخ الاسلام کی کیا رائے ہے، اس کی طرف
ملفت ہونے کی ضرورت نہیں (مختصرًا) ص ۲۰۹

عزیزم سلمہ! آپ ملفت مت ہوئیے۔ آپ کے نہ ملفت ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے،
آپ کی حقیقت کیا ہے، کے آئندہ کے پیر شری، مگر ہمیں تو متوجہ ہونے دیجئے۔ ہمارے
نزدیک والا جاہ، نواب حیدر آبادی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابن قدامہ حنبلی سب متوجہ
ہونے کی چیزیں ہیں، اور ہمیں روادا اثنائا ان کے اقوال سے استناد و احتجاج کرنے
کا حق حاصل ہے۔

سوال یہ بھی ہے کہ جب آپ کے نزدیک والا جاہ اور حیدر آبادی صاحب کا یہی
مقام و مرتبہ ہے تو پھر ان کی طرف سے دفاع و رد کا آپ کو کیوں شوق ہو رہا ہے، مولانا
غازی پوری کے مخاطب تو وہ لوگ ہیں جو والا جاہ اور نواب حیدر آبادی کو اپنا مقتدی
اور پیشوا مانتے ہیں اور ان کی باتوں کو اپنا دین و مذہب بتلاتے ہیں۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپ میں ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو شاہ ولی اللہ اور
سید اسماعیل شہید کو بھی اپنا مقتدی نہیں مانتا ہے، والا جاہ اور حیدر آبادی کی بات
تو رد کی ہے۔

(۶) مولانا غازی پوری نے لکھا تھا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جہود و زہر ہننے پر
قادر نہ ہو تو اس پر فدیہ نہیں ہے اور دلیل میں عرف الجاوی کا حوالہ دیا تھا۔ نجیب
السبیلین سلمہ سے اس کا انکار نہ ہو سکا تو فرماتے ہیں۔

مسک المحدث از لو کے خیالات پر قائم نہیں ہے، سید والا جاہ

ہوں یا تمام علماء دائرہ کرام (مختصرًا) ص ۲۱۱

تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی والا جاہ کو مجدد سلفیت کا خطاب بھی دیا جائے گا، اور
ان کی حمایت میں دوسروں کے بارے میں گالیوں کا انبار بھی لگایا جائے گا۔ کریجئے انکار

اپنے تمام اکابر کا انشاء اللہ پھر آپ کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔

(۷) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب بھوپالی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ غیر متقلدین کے یہاں اگر کسی کا گھر مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہو تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں اگرچہ وہ اذان کی آواز سناتا ہو، اس پر نجیب السبیلین سلمہ بہت برہم ہیں، اپنے خاص انداز میں گالیوں سے نوازنے کے بعد جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ”یہ سید والا جاہ کا خیال ہے شاید کوئی اہل حدیث اس سے ہم آہنگ ہو“ ص ۲۱۴

اگر موجودہ زمانہ کا طائفہ جو اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے، نواب بھوپالی مرحوم کا انکار کرتا ہے تو کیا کرے مولانا غازی پوری کے پیش نظر تو وہ غیر متقلدین ہیں جو والا جاہ کو مجدد سلفیت قرار دیتے ہیں، آپ حضرات تو وہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تک کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کو حجت تو اس چیز میں نظر آتی ہے جو آپ کے اجتہاد کے نتیجہ میں برآمد ہو، آپ کی جماعت ہی کے ایک محترم کا ارشاد ہے :

”شریعت اسلام میں تو خود یہ غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔ (طریق محمدی ص ۲)

آپ کی جماعت کے انہیں محترم کا قول ہے :

”پس آؤ سنو بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ

حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی“ (ص ۲)

آپ ہی جیسے ایک صاحب جو آپ ہی کی طرح اہل حدیث ہیں امام بخاری کے متعلق فرماتے ہیں :

”ہمارے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمایا

وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت انبیائے کرام

کی عصمت ازواج مطہرات کی طہارت کی نفاذ کے بسط میں دھمکیاں

بکھر جائیں۔ (مثلاً صدیقہ کائنات)

جب سید الانبیاء و صحابہ کرام اور امام بخاری جیسے لوگوں کے بارے میں آپ لوگ اس طرح

کا اظہار خیال کر سکتے ہیں تو آپ کے نزدیک حیدر آبادی اور والا جاہ جیسے لوگوں کی کیا حقیقت ہوگی۔

(۸) مولانا غازی پوری نے عرف الجہادی کے حوالے سے یہ لکھا تھا کہ غیر مقلدین کے یہاں اموال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس پر نجیب السبیلین سلمہ مولانا غازی پوری کو اپنی خاص زبان میں پہلے تو گالی دیتے ہیں پھر فرماتے ہیں :

”سید والا جاہ کی رائے کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔“ (ص ۲۱۶)

تو پھر آپ کو گالیاں دینے کی کیا ضرورت تھی صاف صاف صرف اتنا ہی کہہ دیتے کہ سید والا جاہ نے غلط مسئلہ لکھا ہے جسکی تائید قرآن و حدیث سے نہیں ہوتی۔

(۹) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب حیدر آبادی کی بھی اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک عبارت پیش کی تھی جو نواب صاحب کی بات کی تائید کرتی ہے، اس پر نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ان کی عبارت آدھی نقل کی گئی اور آدھی عبارت جس سے ناروا کوشش

پر پانی پھر سکتا تھا نظر اندام کو دیا گیا۔ (ص ۲۱۶)

مولانا غازی پوری نے کچھ ”نظر اندام“ نہیں کیا ہے، حیدر آبادی کی عبارت ملاحظہ ہو :

ولا شئ فی غیرہما من الجواہر والعروض ولوکانت للتجارۃ

دقیل تجب۔

یعنی سونے اور چاندی کے علاوہ جواہرات اور سامانوں میں اگرچہ تجارت کیلئے ہو

زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ واجب ہوگی۔

اس عبارت میں مولانا غازی پوری نے اصل مسلک بتلانے کے لئے جو عبارت نقل

کی ہے اس میں سے کچھ بھی نظر اندام نہیں کیا ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ قیل سے اصل مسئلہ

نہیں بیان کیا جاتا ہے، بلکہ قول ضعیف کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

صحابیوں سے فرصت ملی ہوتی تو نجیب السبیلین سلمہ نقل کا بھی استعمال کرتے۔
 (۱۰) مولانا غازی پوری نے دلائل کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ جماعت
 فریضہ موکدہ ہے، غیر مقلدین کے والا جاہ فرماتے ہیں کہ جماعت حتمی فریضہ نہیں
 ہے۔ اگر نواب صاحب کی بات ہی غیر مقلدین کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو دوسروں کو
 گالی مت دیجئے اور جماعت کے حتمی فریضہ نہ ہونے کا مذہب اختیار کر لیجئے، البتہ
 ائمہ دین میں سے کسی کی عبارت سے یہ ثابت کر دیجئے کہ وہ جماعت کے حتمی فریضہ
 ہونے کا قائل نہیں تھا۔ خاں صاحب نے جماعت کے حتمی فریضہ نہ ہونے کی وجہ
 یہ بیان کی ہے :

.. بنا بر تعارض اولہ .

.. یعنی دلائل کے تعارض کی وجہ سے .

تعارض اولہ تو قرأت خلف الامام میں بھی ہے، پھر قرأت خلف الامام کو
 فرض کیسے مان لیا گیا، غیر مقلدیت نام ہے اپنے من کی دنیا بسانے کا جب چاہا اور جس
 چیز کو چاہا دین بنالیا، اور پھر ہم ہیں اہل حدیث برادر کی قوالی گالنے لگے۔
 (۱۱) مولانا غازی پوری کی کتاب سے نجیب السبیلین سلمہ نے یہ عبارت نقل کی ہے :

.. غیر مقلدین اہل حدیث کا مذہب ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں

کسی طرح کی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا .. ۲۱۸

اور اس کو نقل کر کے اپنے خاص انداز میں مولانا غازی پوری کو خوب سنایا ہے حالانکہ
 مولانا غازی پوری کی عبارت نقل کرنے میں زبردست خیانت کی ہے، مولانا نے لکھا ہے کہ :
 .. الا یہ کہ نجاست پڑنے سے اس میں بوبیدار ہو جائے یا اس کا رنگ بدل جائے

یا اس کے مزہ میں فرق پیدا ہو جائے ..

نجیب السبیلین نے یہ تمام باتیں حذت کر کے مولانا نے جو غیر مقلدوں کا مسئلہ بیان
 کیا ہے اس کو کمال ایمانداری سے ناقص نقل کیا ہے، اور اس بے ایمانی کے باوجود گالیوں

اور ناگفتنیوں کا آبشار کھولے ہوئے ہیں، حالانکہ مولانا غازی پوری نے خانقاہ صاحب کی وہ عبارت ذکر کی ہے جس سے مولانا کی بات کی حرف بحرف تقدین ہوتی ہے، مگر اس پر بھی ہمارے محیب سلمہ ہمارے باہر ہوئے جا رہے ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱۲) مولانا غازی پوری نے نواب صاحب کے حوالے سے یہ عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کے یہاں صرف دو نفر یعنی ایک امام اور ایک مقتدی سے بھی جمعہ واجب ہوگا، یہ غیر مقلدین کا شاذ قول ہے۔ محیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نواب صاحب کی ہم نوائی فرمائی ہے مگر گالیوں سے نوازنے کے بعد۔ فرماتے ہیں :

بسیدھی سی بات ہے کہ جماعت بن جانے کی صورت میں خواہ دو نفر کے

ذریعہ ہو جمعہ کی نماز ادا ہونی چاہئے۔ ۲۲

نجیب السیلین سلمہ کا شورہ بجا ہے، غیر مقلدین اس پر عمل کریں، اہل حدیث تو حدیث پر عمل کریں گے۔ آنحضرت کا ارشاد سلفی کتاب المغنی میں مذکور ہے :

”حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ جمعہ پچاس آدمی ہوں تو واجب ہوگا اس سے کم پر نہیں۔“

(۱۳) مولانا غازی پوری نے یہ لکھا کہ غیر مقلدین کے یہاں رات میں مردہ دفن نہیں کرنا چاہئے اور حوالہ نواب صاحب کی کتاب عرف الجادی کا اس پر جناب محیب کا رد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں :

”یہ عبارت ٹھیکہ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے رسول گرامی نے ڈانٹا

کہ نماز جنازہ پڑھے بغیر رات میں مردہ دفن نہ کیا جائے الا یہ کہ انسان

اس کے لئے مجبور ہو۔“

نواب صاحب کا مسئلہ کیا ہے، اور حدیث کا مسئلہ کیا ہے۔ نجیب السیلین سلمہ کو

بھنگ پی کر کلمہ و کاغذ کا تماشہ دکھا رہے ہیں۔

باقی ص ۲۲ پر

مکتبہ مفتاح

ڈاکٹر مشید الوحیدی

نئی دہلی

کیا یہ مسلک کا فرق ہے؟

مولانا ابوالکلام آزاد اُن بڑے لوگوں میں سے تھے جن کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہو جاتا ہے اور نسلیں ان کی بڑائی کے مختلف پہلو کو پڑھتی رہتی ہیں اور حیرت کرتی ہیں۔

مولانا آزاد بعض اوقات کسی علمی واقعے، شخصیت یا مقامات کے بارے میں ایک رائے پیش کرتے ہیں اور اسی کو صحیح مانتے ہیں جبکہ کبھی ہم عصر شہادتیں اور کبھی اُن سے پہلوں کی تحقیق اس کے خلاف ہوتی ہے ایسے مقام پر ایک طالب علم اور ایک قاری بڑی الجھن میں پڑ جاتا ہے کہ کس بات کو صحیح مانے اور کسے ترک کر دے۔

مثلاً محی الدین نووی کے بارے میں ایک مقام پر لفظ نووی (جو دمشق سے دو دن کی مسافت پر حران کا ایک شہر ہے) کے بارے میں فرماتے ہیں :
”نووی صحیح ہے جو لوگ نووی الف کے ساتھ کہتے ہیں وہ غلط ہے۔“

جبکہ تدریب الراوی، علامہ ابوبکر سیوطی (۸۴۹ — ۹۱۱ھ) میں ذکر ہے،

”النووی — بحذف الالف واثباتا“ لے

اور خود کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کا نام "الف" کے ساتھ لکھا ہے، "تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی" ظاہر ہے اس تحقیق کو تقدم حاصل ہے اس لئے طبیعت اسی کو قبول کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔

سر دست جس چیز نے یہ تحریر لکھنے پر آمادہ کیا وہ مولانا آزاد کی ایک اور تحریر ہے جس نے ذہن کو جھنجھوڑ دیا، اپنے ایک مضمون میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیزؒ کا تعابیل فرماتے ہوئے ایک ایسی بات لکھ گئے ہیں جو شاہ عبدالعزیزؒ کے شایان شان ہرگز نہیں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ مسلک حق پر قائم تھے ان کے مسلک کو قبول عام نہ تھا مگر طبیعتاً وہ گوشہ نشین شہرت سے گریزاں تھے اس لئے ان تمام علائق سے بے پرواہ اپنے کام میں لگے رہے، مگر شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کو خوب شہرت حاصل تھی نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک کے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تھے، چنانچہ وہ اس شہرت اور طلب جاہ سے تو دسبردار نہ ہو سکے البتہ اپنے والد کی شاہراہ سے ہٹ گئے جس سے ان کی شہرت کو خطرہ تھا " (مفہوم)

شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں اتنی بڑی بات ممکن ہے مولانا آزاد لکھ سکتے ہوں باقی ہندوستان میں بڑے بڑے علماء اور محدثین کا بڑا طبقہ جو حدیث پر شاہ عبدالعزیزؒ اور اس سلسلے کا خوشہ چیں ہے اس کے تو وہم و خیال میں بھی ایسی بات نہیں آسکتی، اب ہم وہ تحریر مع حوالہ پیش کرتے ہیں۔ عنوان یہ ہے :

"شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیزؒ" لے

اس عنوان کے بعد ذیلی عنوان ہے "مسلک میں فرق" اصل حوالہ ذکر کرنے سے قبل یہ عرض ہے کہ یہ "ذیلی عنوان" بجائے خود ذہنی خلیجان کا باعث ہے، ہمارا ذہن تو یہ بنا ہے اور اس پر علماء کی شہادتیں بھی موجود ہیں کہ :

• شاہ ولی اللہؒ نے علوم دینیہ کی جس نشاۃ ثانیہ کی بنیاد ڈالی تھی شاہ
عبد العزیزؒ نے ان کی تکمیل فرمادی ۱؎
”تاریخ دارالعلوم“ کے مقدمے میں حضرت حکیم الامت قاری طیب صاحبؒ
فرماتے ہیں:

• حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ کا علم، ذوق اور فکر حضرت شاہ عبد العزیزؒ
تک پہنچا اور آپ نے اسے عالمگیر بنادیا ۲؎
مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

• حضرت شاہ عبد العزیزؒ کو اپنے بھائیوں میں وہ مقام حاصل ہوا جو حضرت
مجتہدؒ کے صاحب زادوں میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو حاصل ہوا تھا اور
ان کے ذریعے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سلسلہ اور آپ کے علوم و تعلیمات کی عالمگیر اشاعت
ہوئی اور بعض شعبوں کی تو اس طرح توسیع و تکمیل ہوئی کہ ادب کے ساتھ کہنا پڑتا
ہے ۳؎ اگر پیر نتوانہ پسر تمام کند ۴؎

ایک طرف یہ شہادتیں کہ شاہ عبد العزیزؒ نے شاہ صاحبؒ یعنی اپنے والد کے
کاموں کی تکمیل فرمائی ان کے کاموں کو جو مخصوص اور محدود حلقے تک تھا عالمگیر شہرت
دی۔ دوسری طرف مولانا آزاد کے مسلک میں فرقہ کا عنوان یا للعب

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں (پورے مضمون کے بجائے ضروری جملے نقل کئے
جا رہے ہیں درمیان میں بریکٹ کے اندر کی تحریر راقم الحروف کی ہے)

• شاہ ولی اللہؒ کی زندگی فقر و اندر و این گزری (؟)

کوٹلہ میں رہتے تھے، شہر کے آلائشوں سے دور تھے (آخر میں شاہ صاحبؒ فصل بند شہر

۱؎ تاریخ دارالعلوم مطبوعہ، اہتمام دارالعلوم دیوبند، محبوب رضوی مرحوم ۱۹۷۷ء ص ۱۴

۲؎ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ پنجم، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۸۹ء
ص ۳۶۶

کے اندر شاہ محمد شاہ کے بنائے ہوئے مدرسے میں آگئے تھے، تاریخ دعوت و عزیمت (ج ۵ ص ۱۱۵) چند خاص حقیقت شناس تھے جنہوں نے ان کے مقام و مرتبہ کو سمجھا تھا (شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے ملفوظات میں اس کے برعکس لکھتے ہیں، میری پیدائش کے وقت بہت سے بزرگ اور ادیاء تھے جو والد صاحب کے اجاب و خواص میں سے تھے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۱۵)

لیکن شاہ عبدالعزیز کو شہرت و قبولیت کی عالمگیر شہرت ملی، نتیجہ یہ نکلا کہ مقبولیت عام کی راہوں سے بے پرواہ ہو کر کام نہ کر سکے اوائل میں ان کا قلم بے اختیار اپنے والد کے مسلک پر چلنے لگا تھا کہ پھر رک گئے اور احتیاط کے ساتھ قدم اٹھانے لگے (یعنی اوائل میں بے اختیار جس راستے پر چل پڑے تھے ظاہر ہے اس میں ان کا ذوق و وجدان اور اس راستے کی صحت و حقانیت کا اذعان شامل تھا اور اندر سے تقاضا بھی اس راہ پر چلنے کا تھا مگر پھر یہ تکلف اور مصلحت کے پیش نظر احتیاط کو اختیار کر لیا مولانا آزاد کی تحریر کے سیاق و سباق سے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ احتیاط عوام کے رجحان کے خیال سے اور مقبولیت عام کی وجہ سے تھی۔ شاہ عبدالعزیز کی عظمت کے سامنے ہم مبتدی اس بات سے حیران ہیں)

ہماری عقیدت، جس کی بنیاد بڑے بڑے علماء محدثین کی تحریریں ہیں، اس بات کو ماننے سے انکار کرتی ہے کہ شاہ صاحب شہرت و مقبولیت کو سامنے رکھ کر اپنے لئے کام کرنے کا راستہ متعین فرمائیں۔

مولانا مناظر حسن گیلانی کے تاثرات، حوالوں اور تحریروں سے یہ بات پوری طرح روشن ہے کہ شاہ عبدالعزیز آخری عمر تک اپنے والد کے قدم بہ قدم چلے بلکہ شاہ صاحب (شاہ ولی اللہؒ) کے کاموں ہی کی تکمیل فرمائی۔ فرماتے ہیں: اپنے اپنے دائرہ عمل میں حضرت شاہ ولی اللہ کے چاروں بیٹوں نے بڑے باپ کے بیٹے ہونے کی شان کو بوجہ کمال آخر عمر تک باقی رکھا۔

غور کیجئے کسی مرد کامل کی نیابت اور جانشینی کا تعنا کیا ہی ہے کہ جانشین
 (کسی بھی مصلحت سے) اپنے پیش رو کے افکار، نظریات، طریقہ کار اور مسلک راستے
 کو چھوڑ کر اپنا راستہ خود متعین کرے؟ پھر جب کہ جانشین صاحبِ عزم و حوصلہ، صاحبِ
 علم و دیانت ہو، اگر یہ بات جانشینی کی شرط کے خلاف ہے اور بے شک ہے تو شاہ عبدالعزیز
 سے کیونکر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شہرت عام کی لالچ میں اپنے والد کی متعین کردہ راہوں
 سے دور جا پڑے جبکہ آپ اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔
 اور خود شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ملفوظات کے حوالے سے، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان
 کے سر پر دستار مبارک رکھی تھی یہ

کیا دستار مبارک کا یہی احترام۔ ہی حق و فاداری تھی؟ یہ ضرور ہے کہ شاہ
 ولی اللہ رحمہ اللہ کی حکمت و دعوت جو خواص تک محدود تھی شاہ عبدالعزیز نے اسے شہرت عام
 عطا کیا۔ اس نسبت سے ان کے تلامذہ، معتقدین اجاب کی کثرت ہو گئی لیکن اس انبوہ کثیر
 میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے والد رحمہ اللہ کی میراث اور علوم و حکمت ہی کو پھیلاتے رہے سرِ مو
 اس سے تجاویز نہ کیا۔ یہ نکتہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا عہد علوم عقلیہ اور فقہ
 کے رواج عام کا عہد ہے جس میں شاہ صاحب کو حدیث کی طرف رجوع عام کا کام کرنا پڑ رہا
 تھا پھر شاہ عبدالعزیز کا دور آتے آتے ان کے والد کی کوششوں سے حدیث کی اہمیت
 اور عام دلچسپی کا مذاق پیدا ہو چکا تھا اب فقہ کی طرف بھی توجہ کرنے میں کوئی اشکال
 نہ رہ گیا تھا ممکن ہے حدیث و فقہ کی اپنے اپنے وقت میں اسی اہمیت و خدمت کی طرف
 مولانا آزاد نے اشارہ کیا ہو کیونکہ مذاق اور ذوق کے لحاظ سے مولانا آزاد اصحاب حدیث
 کی طرف زیادہ رجحان رکھتے تھے اسلئے شاہ صاحب کی فقہی خدمت خصوصاً حنفی ذوق
 و وجدان کے میلان کو نہ مسلک کا فرق بتا رہے ہوں اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

ادشاہ عبدالعزیز کی اپنی دینی تحریروں کے عمیق مطالعے ، ان دلوں کے عہد اور تقاضوں کے جائزے ، شاگردوں کا علمی مقام ، تعداد اور کثرت وغیرہ سے اس بات پر مزید روشنی ڈالی جاسکتی ہے اور دلائل ہیا کئے جاسکتے ہیں کہ دونوں بزرگوں کا نیکو اور علمی اعزاز یکسر متحد تھا البتہ علوم و موضوعات میں فرق ہو سکتا ہے ، شاہ صاحب نے کسی موضوع اور کسی فن پر زور دیا ہو ان کے بعد ان کے فرزندوں نے اس پر اضافہ کر لیا ہو ۔ مہر حال اس کام کے لئے مستقل کام اور گہرے مطالعے کی ضرورت ہے ۔

یوں بھی جہاں کہیں شاہ ولی اللہ شرح کا تذکرہ ہے اس بات کی وضاحت ملتی ہے شاہ عبدالعزیزؒ نے انھیں کے کام کو شہرت عام دی اور آگے بڑھایا قاری طیب صاحبؒ نے حکمت ولی اللہی کے تین اہم عناصر کے بارے میں یہی بات یوں فرمائی ۔
حضرت شاہ ولی اللہ کا علم ، ذوق اور فکر شاہ عبدالعزیزؒ پھر شاہ محمد اسحاق اور شاہ عبدالغنی کے واسطوں سے مولانا قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد گنگوہی تک پہنچا ۔ اے

اور پھر ہندوستان میں تو از ہر ہند دارالعلوم کے اکابر کا سلسلہ ہے شاہ عبدالعزیزؒ کے واسطے سے قائم ہوا ، شاہ اسحاق صاحب ، شاہ ابوسعید ، شاہ عبدالغنی ، شاہ رفیع الدین ، مولانا یعقوب صاحب ، مولانا مظہر الدین ، مولانا رشید الدین ، مولانا مملوک علی ، مولانا سید احمد شہید ، شاہ اسماعیل شہید ، مولانا قاسم صاحب ، مولانا رشید احمد اور تمام علمائے شاگردوں کا تمام ہندوستان بلکہ بیرون ملک جو سلسلہ شاہ ولی اللہ سے قائم ہوتا ہے ان سب میں شاہ عبدالعزیزؒ کا نام نامی ضرور لیا جائے گا ۔ کیا فیوض ولی اللہی کے اس سلسلہ الذہب میں شروع میں مسک کا فرق پیدا ہو گیا تھا ؟

بیش رکعات تراویح باجماع امت ثابت ہے

مکہ مکرمہ سے نکلنے والا عربی مجلہ ”مجلۃ الحج“ میں ایک مضمون شیخ محمد علی صابونی استاذ کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ کے قلم سے لکھا ہوا باصرہ نواز ہوا، لوگوں کے فائدہ کیلئے اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ ! نماز تراویح رمضان ہی میں قائم کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز تراویح قائم کرنے کی دعوت دی، اور اپنے قول و فعل اور ارشاد سے لوگوں کو اس پر ابھارا۔ صحابہ نے تراویح کی نماز کو رمضان میں پڑھا اور بڑے شوق و رغبت اور جذبہ سے اس کو ادا کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْهُ وَذُنِبُهُ . (رواہ البخاری) جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ تراویح کو قائم کیا اس کی اگلی گناہیں معاف کر دی جاتی ہیں۔

نماز تراویح افضل ترین عبادت ہے اور رمضان کی راتوں میں فرض روزہ کے بعد عظیم ترین طاعت ہے جس سے مومن کو طاعت کی لذت اور عبادت کی حلاوت ملتی ہے۔ جب وہ اپنے رب کریم سے مناجات اور سرگوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے خزانہ کھول دیتا ہے اور اس پر رحمت کی بارش ہوتی ہے اور امید کے دروازہ کھول دیتا ہے۔

ہیں اور تراویح رمضان کی زینت ہے اس سے رمضان کی راتیں دن کی طرح روشن اور منور ہوجاتی ہیں۔

دنیا کے تمام مسلمان، علماء دین اور ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ رکعات تراویح بیس ہیں امت میں پہلے وہ شخص جنہوں نے اس کو جاری کیا وہ بنی رحمت ہادی امت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے پہلے دوسرے اور تیسرے دن صحابہ کرام کو نماز تراویح پڑھائی رکمانی صحیح البخاری) چوتھے دن مسجد مصیوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف نہیں لائے اس خوف سے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ قرار دی جائے، فجر ملے اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الخیرار۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہترین بدلہ دے اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے، اس کے بعد سے مسلمان نماز تراویح تنہا تنہا اور جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے اور ہر جماعت اپنے پسندیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھتی اور انکی اقتداء کرتی یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان تمام لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو کیا ہی افضل اور بہتر ہوتا، لہذا انہوں نے صحابہ کرام میں سے جو سب سے زیادہ اقرأ اور علم تھا انکو امام بنادیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جن کے پیچھے تمام لوگ نماز تراویح پڑھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد رسول میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کبھی لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا نعمت البدعة هذا (یہ بدعت اچھی ہے) اخرجه الامام البخاری فی صحیحہ۔

جس شخص کا گمان یہ ہو کہ نماز تراویح صرف آٹھ رکعات ہے اور یہی سنت ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا بدعت ہے تو وہ گمراہ ہے اور اس نے صحابہ کی طرف گمراہی کو منسوب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کیا کیونکہ وہ مندرجہ ذیل احادیث اور اس کے اسباب کو سمجھ نہیں پایا۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑنے کو کہا ہے اور فرمایا ومن یعش منکم فیسوی اختلافاً فاکثروا فعلیکم بسنة وسنة الخلفاء الراشدين المہدین، عضوا علیہا بالنواجذ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا لہذا تم لوگ میری سنت اور میرے خلفاء کی

سنت کو مضبوطی سے دانت سے اسکو کھینچ لو۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور صحابہ اس پر جمے رہے لہذا یہ اجماع ہوا اور اجماع کی مخالفت کرنا دین کے لئے ہلکا اور خطرناک ہے، کیونکہ اس سے صحابہ کی گراہی سمجھ میں آرہی ہے اور ان کا اعتماد مخرج ہو رہا ہے، اور صرف یہی نہیں بلکہ اس سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت سمجھ میں آرہی ہے جو آپ نے فرمایا کہ خلفاء الراشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لو، کیا حضرت عمر فاروقؓ و خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں؟ بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سند ہیں اور سنت مطہرہ کی سند ہیں۔ کیا اس میں کسی کو شک ہے؟

(۳) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ بیشک اللہ نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر جاری کر دیا ہے اور قرآن حضرت عمر کی رائے کے موافق کسی جگہوں پر اترا جیسا کہ صحیحین بخاری اور مسلم میں صراحتاً آیا ہے کہ وافقت ربی فی ثلاث۔

(۴) رکعات تراویح بیس رکعات ہے جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا کر دیا جو لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے پس جب رمضان کا آخری عشرہ آیا تو حضرت ابی لوگوں سے الگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ابی بھاگ گئے۔

(۵) ان الناس كانوا يصلون في ثمان وعشرين ركعة ويوترون بثلاث (رواه مالك في الموطأ) لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک)

(۶) تمام ائمہ مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بالاتفاق اجماع ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے صحابہ کرام کے اجماع پر اعتماد کرتے ہوئے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی، بیس سے کم کی کسی نے روایت نہیں کی لیکن بیش سے زیادہ

کی روایت ہے جیسا کہ امام مالکؒ نے ۳۶ رکعت تک کی روایت کی ہے، اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بدعت ہے وہ خود بدعتی ہے اور کتنا بڑا گستاخ، جری اور ڈھیٹا ہے وہ شخص جو صحابہ کرام پر کم مانگی، جہالت اور عدم معرفت کا الزام لگاتا ہے۔

(۷) حرین شریفین (مسجد حرام اور مسجد رسول) میں دو صحابہ سے آج تک چودہ سو سال گزر گیا دونوں مسجدوں میں بیش رکعات تراویح ہو رہی ہے تو کیا آج تک جتنے صحابہ اور مسلمانوں نے حرین شریفین میں نماز تراویح ادا کی وہ سب بدعتی اور گمراہ تھے؟ حالانکہ مکہ اور مدینہ کے علماء ربہ عات کے سخت مخالف اور اس کے منکر ہیں، اگر بیس رکعات نماز تراویح والا فعل بدعت ہوتا تو وہاں کے علماء اور محدثین ضرور اس کو بدل کر آٹھ رکعات کر دیتے، اور حرین شریفین میں آٹھ رکعات نماز تراویح ہوئی، مگر ایسا آج تک نہیں ہوا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام کا فعل جس پر امت محمدیہ کا اجماع ہے سنت کے مطابق ہے اور وہ بیس رکعات تراویح کی نماز ہے۔

(۸) اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور یہ روایت جسکو وہ اپنے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھتی تھیں اور حضرت عائشہ آپ کی نو بیویوں میں سے ایک ہیں جن کے پاس آپ ایک رات گزارتے تھے اور باقی آٹھ رات اپنی دوسری ازواج مطہرات کے پاس ان کی باری کے مطابق گزارتے تھے لہذا صرف ایک رات میں حضرت عائشہ کیسے آپ کے پورے اعمال و افعال کو دیکھ سکتی ہیں؟

اس قول کی تائید اس روایت سے ہو رہی ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھا بارہ رکعات پڑھا پھر وتر پڑھا، اگر وتر ایک رکعت پڑھا تو تراویح تیرہ رکعات ہو گئی ادا اگر تین رکعت وتر پڑھا تو تراویح پندرہ رکعت ہو گئی اور یہ روایت صحیح بخاری میں پانچ جگہ آئی ہے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات

سترہ رکعت تراویح پڑھی اور حضرت ابن عباس نے خود آپ صلعم کے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ کی حدیث کا محل تہجد کی نماز ہے جیسا کہ بعض اہل علم و فضل اس کے قائل ہیں۔

(۹) بعض اہل علم نے کہا کہ جس نے آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھی وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے فجر کی نماز چار رکعت پڑھی اور کوئی فرض نماز دو رکوع اور چار سجدہ کے ساتھ پڑھی ہو، یہ ایسا قول ہے جس کو سن کر آدمی درطہ حیرت اور استعجاب میں پڑ سکتا ہے، نماز تراویح سنت ہے جو اجماع سے ثابت ہے سنت کو فرض کیسا تھ کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے اور اس تمثیل کے ساتھ کیسا سکی مثال دی جاسکتی ہے۔

(۱۰) خلاصہ کلام یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی سے جو منقول ہے اس سے باطل کی کمر ٹوٹ رہی ہے انھوں نے کہا المغنی میں پسندیدہ ابو عبد اللہ کے نزدیک یعنی احمد بن حنبل کے نزدیک کہ بیغک تراویح بیس رکعات ہے اور یہی قول سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک کا ہے اور ایک روایت میں امام سے مروی ہے کہ تراویح چھتیس رکعت ہے اور اہل مدینہ کا فعل اسی سے متعلق ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا . . . ہمارے لئے کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کیا اور انھوں نے تمام لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی (رواہ ابو داؤد)

مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا اور کہا . . . کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرتے تھے (رواہ ابو داؤد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور یہ بھی اجماع کے مثل ہے۔ اور اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ مدینہ والے چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے تو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور جس پر

مفتی خمار سلفیت

غیر مقلدین اپنے ایمان کی خیر منائیں

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی جو حکم متواتر حدیث سے ثابت ہو وہ تو قطعی ہوتا ہے؟

باپ - جی بیٹا جو حکم متواتر حدیث سے ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے۔

بیٹا - اباجی اس حکم کے قطعی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

باپ - بیٹا کسی حکم کے قطعی ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس کا انکار کرے

تو وہ کافر ہو جاتا ہے، مثلاً دھوئیں قرآن سے چار چیزیں ثابت ہیں، منہ

کا دھونا، ہاتھ کا کہنیوں تک دھونا، سر کا مسح کرنا اور پاؤں کا دھونا، اور

قرآن سے جو حکم ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے، اب اگر کوئی کہے کہ دھوئیں منہ نہیں

دھویا جائے گا یا ہاتھ نہیں دھویا جائے گا یا سر کا مسح نہیں ہو گا یا پاؤں کا دھونا

واجب نہیں ہے تو ایسا شخص حکم قطعی کا منکر کہلانے کا اور وہ کافر قرار پائے گا۔

اسی طرح اگر متواتر حدیث سے کوئی حکم معلوم ہوتا ہو تو اس پر عمل کرنا فرض ہوگا

اور اس کا منکر کافر قرار پائے گا۔

بیٹا - اباجی ہمارے جماعت سلفیہ کے ایک بہت بڑے محقق صاحب جو بنارس والے

جامعہ سلفیہ کے نمبر اول کے ٹیچر ہیں۔ فرماتے ہیں:

اہل حدیث کا قرأت خلف الامام کا مسلک ایک دو حدیث سے نہیں

بلکہ متواتر حدیث سے ثابت ہے۔ (محدث شمارہ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

اباجی جب قرأت خلف الامام والاہم لوگوں کا مسلک (یعنی مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنا ضروری ہے) فائزہ متواتر حدیث سے ثابت ہوا تو وہ بھی قطعی ہوگا اور جو اس کا انکار کرے کافر ہوگا۔

باپ۔ جی بیٹا، اسی وجہ سے تو ہم لوگ مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کو ضروری اور فرض قرار دیتے ہیں جماعت سلفیہ کے محقق نے تو کوئی غلط بات نہیں کہی ہے۔
بیٹا۔ اباجی اگر ہمارے ان محقق صاحب نے غلط بات نہیں کہی ہے تو پھر ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور زمانہ حال کے عظیم محدث شیخ محمد ناصر الدین کے ایمان کا کیا ہوگا، وہ لوگ تو بھری نمازیں امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کے منکر ہیں۔
ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

ان الاستماع الى قراءة القرآن
امر دل عليه القرآن دلالة
قاطعة۔ (نفاوی ص ۲۴۲/۷۳)
یعنی (مقتدی کو) قرآن کی تلاوت
کو کمال لگا کر سننا یہ بات ہے جس پر
قرآن کی دلیل قطعی قائم ہے۔

اور یہی مذہب علامہ ناصر الدین ابانی کا بھی ہے، تو کیا یہ دونوں کافر ہیں؟
باپ۔ نہیں بیٹا، ان کو کافر کون کہے گا؟

بیٹا۔ کیا اباجی اگر محقق صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ قرأت خلف الامام کا حکم متواتر حدیث سے ثابت ہے، اور جب یہ بھی معلوم ہے کہ متواتر حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے اور علماء کا جب یہ بھی فیصلہ ہے کہ حکم قطعی کا منکر کافر ہے تو پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ناصر الدین کو کافر ہوتے سے ہم الٰہی حدیث کیسے بچالیں گے؟

باپ۔ بیٹا ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ناصر الدین ابانی کو کافر نہیں کہہ سکتے نہیں کہہ سکتے۔ خواہ اس کیلئے ہمیں اپنے جامعہ سلفیہ کے اپنے درجن کے ٹیچر کی

بیٹا۔ ہمارے جامعہ سلفیہ کے پچر صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ قرأت خلف الامام کا حکم حدیث متواتر سے ثابت ہے تو کیا بخاری شریف میں یہ لکھا ہے ؟

باپ۔ نہیں بیٹا بخاری میں ایسا نہیں لکھا ہے۔

بیٹا۔ تو پھر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ بات لکھی ہوگی ؟

باپ۔ نہیں بیٹا مسلم شریف میں بھی یہ بات کہیں مذکور نہیں ہے

بیٹا۔ اباجی شاید ابوداؤد شریف میں یہ بات لکھی ہو ؟

باپ۔ نہیں بیٹا میں نے ابوداؤد شریف کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے اس میں بھی یہ بات

کہیں نظر نہ آئی کہ مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا متواتر حدیث سے ثابت ہے ؟

بیٹا۔ تو اباجی امام ترمذی نے اپنی کتاب میں لکھا ہوگا ؟

باپ۔ اگرچہ امام ترمذی حدیث کے سلسلہ میں عام محدثین سے زیادہ تفصیلی گفتگو کرتے

ہیں مگر ترمذی میں بھی محقق صاحب دالی یہ بات نہیں ہے۔

بیٹا۔ تو پھر اباجی یہ بات نسائی میں ہوگی ورنہ ابن ماجہ میں تو یقیناً ہوگی ؟

اس لئے کہ ابن ماجہ صحاح ستہ کی بالکل آخری کتاب ہے۔

باپ۔ یہ بات نسائی اور ابن ماجہ میں بھی نہیں ہے، صحاح ستہ کی کسی کتاب

میں یہ بات نہیں ہے بیٹا۔

بیٹا۔ جب یہ بات صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں بخاری میں نہیں مسلم

میں نہیں ابوداؤد میں نہیں ترمذی میں نہیں نسائی میں نہیں ابن ماجہ میں نہیں

اور ہم اہل حدیث کتاب و سنت ہی سے کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں تو ہمارے ان

محقق صاحب نے کہاں سے یہ بات اڑائی ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا

متواتر حدیث سے ثابت ہے ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مزعومہ سلفیت کا فساد اور علماء عرب کی نیچینی

بیٹا - ابا جی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - ہمارے گزشتہ کسی عالم نے اپنے کو سلفی نہیں کہا تھا، سلفیت کا لقب ہم لوگوں نے کب سے استعمال کرنا شروع کیا ہے ذرا اس کی تاریخ پر روشنی ڈالئے؟

باپ - ادھر کچھ دلوں ہی سے ہم لوگوں نے اپنے ناموں کے ساتھ مقلدین سے الگ اپنی شناخت کیلئے سلفیت کا استعمال شروع کر دیا ہے، پہلے ہمارے علماء اپنے کو سلفی واقعی نہیں لکھتے تھے۔

بیٹا - ابا جی یہ نیا لقب ہم اہلحدیثوں نے کب سے اختیار کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بتلائیے۔

باپ - بیٹا تم نے شیخ محمدناصر الدین ابانی کا نام تو سنا ہوگا، انھوں نے مقلدین کے خلاف بڑا زبردست کارنامہ انجام دیا ہے، جن لوگوں نے ان کی شاگردی اختیار کی یا ان کے فکر سے متاثر ہوئے انھوں نے اپنے کو سلفی کہنا شروع کر دیا چونکہ شیخ محمدناصر الدین ابانی نے تمام مذاہب متبوعہ کے خلاف بڑی زبردست تحریک چلا رکھی ہے اس وجہ سے ہم تمام اہل حدیث لوگ شیخ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرنے کے لئے ہمارے علماء نے بھی اپنے کو ان کی متابعت میں سلفی کہنا و لکھنا ضروری سمجھا۔

بیٹا - ابا جی سنا ہے کہ آج کل عرب کے علماء ابانی صاحب کی مزعومہ سلفیت سے بہت بے چین نظر آتے ہیں اور اس کو امت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا فتنہ سمجھتے ہیں۔

باپ - نہیں بیٹا، شیخ ابانی کی تحریک سلفیت سے عرب کے بڑے بڑے علماء

بہت متاثر ہیں ہمارے والدنا شیخ ابن باز بھی ان کے بڑے حمایتی اور مؤید ہیں۔

بیٹا۔ مگر دیکھئے جامعۃ الامام محمد بن سعود کلیۃ الدعوة کے عمید شیخ عبدالعزیز بن ابراہیم العسکر ابابانی کی سلفیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

باپ۔ کیا انہوں نے اس کے خلاف کچھ کہا ہے کیا؟
بیٹا۔ اباجی سعودیہ کے اخبار حکاظ ۲۲ ذوقعدہ میں ان کا ایک مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے۔

۱) سلفیۃ یدعیہا الشیخ الابابانی واتباعہ ؟
یعنی یہ کون سی سلفیت ہے جس کے شیخ ابابانی اور ان کے متبعین مدعی ہیں ؟
اور پھر انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ محمد ناصر الدین ابابانی کا اپنی اس سلفیت سے مقصد ائمہ اربعہ اور ان کے فقہ کے خلاف کم عقلوں اور کم تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ابھارنا اور غلامانہ ہے۔

باپ۔ بیٹا ہم اہل حدیث تو شیخ ابابانی کو بہت پہنچا ہوا سمجھتے ہیں۔
بیٹا۔ اباجی ہم اہل حدیث ہندوستان و پاکستان میں رہ کر ابابانی صاحب کو بہت پہنچا ہوا سمجھتے ہیں اور عرب کے علماء عرب میں رہ کر ان کو پہنچا ہوا کیوں نہیں سمجھتے۔

باپ۔ یہ تو نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین پرچوں میں کفریہ و شرکیہ اشعار کی اشاعت

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اگست ۱۹۹۸ء کا عدت کا شمارہ آگیا ہے۔

باپ - بیٹا اگر تم نے پڑھ لیلہ تو مجھے دید میں بھی اس کی تلاوت کراؤں۔
 بیٹا - اباجی ہم موجد لوگ بھی دھیرے دھیرے اب شرک کی طرف کھسکتے
 جا رہے ہیں۔

باپ - کیا ہوا بیٹا تم ہم اہلحدیثوں کی توحید پر سوالیہ نشان کیوں لگا رہے ہو؟
 بیٹا - آپ بتلائیے کہ ہوا کا چلانا، پانی کا برساتنا، سیلاب کا آنا جانا کیوں
 کا اگنا اگانا یہ سب کام کس کی قدرت کے تابع ہیں؟

باپ - بیٹا بات واضح ہے ہم سب اہل توحید کا عقیدہ ہے کہ یہ سب کام اللہ ہی
 کے حکم کے تابع ہیں، اللہ چاہے تو یہ کام ہوں نہ چاہے تو نہ ہوں۔
 بیٹا - اباجی مگر اب اہلحدیثوں کا عقیدہ بدل گیا ہے، یہ سب کام بندوں کے
 حکم سے بھی ہوتے ہیں۔ اب ہمارا یہی عقیدہ ہو گیا ہے، دیکھئے محدث
 کے اسی شمارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔
 حکم کے جسکے تابع تھا سیلاب بھی۔

کیا کسی موجد کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے؟

باپ - بیٹا یہ شاعرانہ خیال ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل حدیثوں کا عقیدہ
 بھی بدل گیا ہے، شاعر اپنے خیال میں گم رہتا ہے اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا
 کہہ رہا ہے، اس کو ردیف قافیہ سے مطلب ہوتا ہے۔ دیکھو اسی نظم میں
 شاعر صاحب کا یہ بھی فرمان ہے۔

لاج امت کی رکھ لی یہ وقت اجل

کہہ کے منبر سے یا ساریہ الجبل

ہمارے شاعر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ بات یعنی یا ساریہ الجبل بوقت
 اجل یعنی اپنی موت کے وقت کہی تھی، اب اس جہالت کا کیا علاج، شاعر لوگ کی بات
 سے عقیدہ پر ضرب نہیں پڑ سکتی نہ ان کی بات سند ہے۔

بیٹا - مگر اباجی کبھی کبھی تو شاعر کی بات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کا اثر براہ راست عقیدہ پر پڑتا ہی ہے اور اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ دیکھئے ہماری جماعت اہل حدیث کے مرکزی پرچہ دہلی کا ترجمان الحمدیشہ ۱۲ راجون والا، اس میں ایک لمبی چوڑی نظم شائع ہوئی ہے۔ اس کا عنوان ہے ”ولی سید داڑھ کا“ شاعر صاحب اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اے میرے ہر باں، میرے پیچل	تجھے فریاد ہے کتنی آہیں بھریں
کو جیشی نے تیری غضب کر دیا	ہر حقیقت کو ٹیڑھا و کج کر دیا
تیرے عشقوں نے کیسے ستم ڈھا ہیں	تیری باطن سیاہی نے حد کر دیا

اللہ کو مخاطب ہے کہ اس کی شان اللہ میں یہ گستاخانہ کلام کہنے والا بھی مسلمان ہی رہے گا؟ کیا ہم اس کی بھی تاویل کریں گے اور اگر تاویل کریں گے تو کیا ہم اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں گے۔

باپ - انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا واقعی ہمارے ترجمان الحمدیشہ میں یہ اشعار چھپے ہیں، یہ تو صریح کفر ہیں، جس کا یہ شر ہے اس کا ایمان جاتا رہا۔

بیٹا - اباجی ۱۲ راجون والا شمارہ جن کے پاس ہے۔ ان کے پاس فضیلۃ الشیخ کلو بھی تھے اور مجلس جما کر جھوم جھوم کر یہ اشعار گائے جا رہے تھے۔

باپ - تو تم نے فضیلۃ الشیخ کلو اور شیخ جن کو بتلایا نہیں کہ یہ کفریہ اشعار ہیں ان کا زبان پر لانا جائز نہیں۔

بیٹا - اباجی میں نے ان کو اس پر کئی دفعہ ٹوکا منع کیا، انہوں نے کہا کہ یہ اشعار ہماری جماعت کے مرکزی پرچہ میں چھپے ہیں، ان کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فضیلۃ الشیخ سلفی جمع سالف کی نگاہ سے یہ پرچہ گزر چکا ہے ان کوئی اعتراض نہیں، تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔

باپ - بیٹا میں کئی دفعہ کہ چکا ہوں کہ ہماری جماعت راہِ مستقیم سے بھٹک گئی ہے
 افسوس ہماری جماعت کے لوگوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں۔
 بیٹا - اباجی کہیں یہ اشعارِ پروف ریڈنگ میں کوتاہی کی نظر تو نہیں ہو گئے؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

پروف ریڈنگ کا ہینڈل اور ڈاکٹر رضا راشد

بیٹا - اباجی۔

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - آج کل ہمارے ڈاکٹر رضا راشد مبارکپوری پریشاں پریشان سے نظر آتے
 ہیں، جہاں دیکھو پروف ریڈنگ کا ہینڈل تھامے دکھلائی دیتے ہیں۔
 باپ - بیٹا بہادری یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی کا اعتراف کر لے، جب کوئی ہمہ دان بن جائے
 کا مدعی ہو تو پریشانی اس کا مقدر بنی ہوتی ہے، ڈاکٹر رضا راشد کی پریشانی
 کا سبب یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی جرأت نہیں رکھتے ورنہ
 ان کی پریشانی منٹوں میں ختم ہو جاتی۔

انہوں نے نا سمجھی سے یہ لکھ دیا کہ سلفی سالف کی جمع ہے، اس پر جب
 گرفت ہوئی تو ان کو مان لینا چاہئے تھا کہ یہ انکی غلطی ہے مگر اپنی اس غلطی
 کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پروف ریڈنگ کا ہینڈل تھامے نظر آتے ہیں
 اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اصل میں عبارت یہ تھی سلف سالف کی جمع ہے،
 سلف غلطی سے سلفی بن گیا اور پروف ریڈنگ میں رہ گیا، یہ محض انکی سخن سازی
 ہے، اگر انکی بات مان لی جائے تو سوال یہ ہے کہ اگر سلف سالف کی جمع ہے
 تو اسلاف کس کی جمع ہے؟ کیا وہ جمع الجمع ہے، اگر وہ صرف المنجد ہی اٹھا کر
 دیکھ لیتے تو ان سے اس قسم کی شدید غلطیاں نہ ہوتیں، المنجد میں دیکھو مسئلہ

صاف ہو جائے گا۔ المنجد میں لکھا ہے، سلف، ج اسلاف، کل من تقدم من آباءکم و ذوی قرابتکم، یعنی سلف کی جمع اسلاف آتی ہے، سلف انکو کہا جاتا ہے جو بزرگوں اور رشتہ داروں میں گزر چکے ہوں۔

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ جو سلف یا اسلاف کا استعمال کرتے ہیں وہ یہی سلف اور اسلاف ہے، اور یہاں سلف کو سالف کی جمع بتلانا اور اس سے مراد ہم سلفیوں و اسلاف کا مفہوم لینا نہایت درجہ بے خبری اور نادانی کی بات ہے، ڈاکٹر صاحب لاکھ بات بنانا چاہیں وہ بنے گی نہیں بگڑتی جائیگی۔ سلف جو سالف کی جمع آتی ہے، اس کا مفہوم ہم سلفیوں و اسلاف کا نہیں ہے المنجد میں لکھا ہے، السالف ج سلف، الماضی المتقدم بقول کان ذلک فی سالف الايام، اى ما تقدم منها، یعنی سالف کی جمع سلف ہے جو ہر گزری ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے، تم کہتے ہو کہ یہ بات زمانہ سالف میں تھی یعنی گزشتہ زمانہ میں ہوئی۔

پروف ریڈنگ کا ہینڈل پوچھ کر ڈاکٹر رضا اللہ صاحب نے مزید اپنی جہالت کو آشکارا کیا ہے، جو سلف واحد تھا اسکو جمع والے سلف سے گڈمڈ کر دیا، اور اس پر بھی پیچھے کو شوق ہوا ہے کہ وہ بیضادی کا مطلب حل کریں گے اب پی ایچ ڈی لوگ بیضادی کا مطلب حل کریں گے،
۔ موشے، بخواب اندر شتر شد ۔

بیٹا ابا جی آپ کی یہ خالص علمی گفتگو پی ایچ ڈی رضا اللہ کے سمجھ میں آجائیگی۔
باپ پتہ نہیں بیٹا۔

جلد ۱۰۱
مفتاح

الفرقان کی شاعری خاص

مولانا محمد منظور نعمانی نمبر

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان بزرگوں میں سے تھے جنکو بلا تردد اس دور کی عہد ساز شخصیت کہا جاسکتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل زندگی بڑی مشغول گزاری اور دین و ملت کی بیش بہا خدمات انجام دیں، ان قلم حیات مستعار کے آخری لمحہ تک متحرک رہا۔ اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں ان کے قلم سے نکلیں جن میں سے بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جن کے پڑھنے سے ہزار ہا لوگوں کی زندگی کی کاپلٹ ہوئی، کم خوش نصیب ایسے اصحاب قلم ہیں جن کی کتابوں اور تحریروں سے انسانی زندگی میں ایسا انقلاب برپا ہوا ہو۔

مولانا نے بے شمار موضوعات پر لکھا اور جو بھی لکھا وہ یادگار تحریریں گئی، الفرقان کی پچاس ساٹھ سالہ فائلیں گواہ ہیں کہ ہر حساس اور وقت کے اہم موضوع پر مولانا نے لکھا اور بے باکانہ اور ہونمانہ شان سے لکھا، مولانا کی تحریروں میں جو خاص بات بڑی اہمیت کے ساتھ نظر آتی ہے وہ ان کے بے انتہا خلوص، درد مندی، دینی غیرت اور اسلامی حمیت کی شان ہے، مولانا نعمانی کا یہ وہ امتیازی وصف تھا جس کی وجہ سے ہر کسی ادنیٰ شک و شبہ اس مقام پر رکھ کر کہہ سکتا تھا کہ مومن مخلص، کہا جاسکے، مومن مخلص ہونا یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ بڑی ریاضتوں اور بڑے مجاہدوں اور بڑی قربانیوں کے بعد کوئی اس مقام پر پہنچتا ہے۔ مولانا نعمانی کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ کے اس بندہ کے دل میں دین و ملت کے لئے کیسی تڑپ تھی، مولانا اصلاح امت کا فریضہ کتنے سوز اور کتنی درد مندی کے ساتھ انجام دیتے تھے، مولانا کی ہر سعی و عمل کا محور اللہ کی رضا اور محض اللہ

کی رضا ہوتا تھا، اخلاص و لہسیت اور نفس کے ساتھ دشمنی کرنے کی بات ہر داعی و مصلح کرتا ہے، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں، میں جو اس کا نمونہ ملتا ہے اس کی مثال اس دور میں بہت کم نظر آتی ہے۔

بریلویت کے خلاف مولانا نے زبردست جہاد کیا تھا اور وہ اوائل عمری ہی میں شہرت و مقبولیت کی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے تھے، اپنے اکابر اور ساتذہ کا انہیں پورا اعتماد حاصل تھا، بریلویوں سے مناظرے نے ان کو جماعت دیوبند کا ایسا ہر دلعزیز و فرزند بنا دیا تھا کہ ان کے مشائخ و اکابر بھی ان پر فخر کرتے تھے، اس مقام سے نیچے اترنا اور اپنے نیت و ارادہ سے اترنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، نفس اس راہ کا سب سے بڑا سرزن ہوتا ہے، مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ ہر کام محض خلوص، لہسیت اور رضا الہی کے جذبہ سے ہوتا تھا اس وجہ سے جب مولانا کو احساس ہوا کہ بریلویت کے نا اے جو طبقہ موجود ہے وہ جاہل نہیں ہے بلکہ متجاہل ہے، تو مولانا نے اس موضوع کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا، اس لئے کہ بریلویت کے خلاف آپ کے اقدام کا مقصد شہرت و ناموری حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ واقعہ مولانا نعمانی اس طبقہ کی اصلاح چاہتے تھے اور جب ان کو یہ احساس ہوا کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے تو انہوں نے اس سلسلے کے مناظرے اور گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا۔

مولانا محمد منظور نعمانی نے جماعت اسلامی کے قائد مولانا مودودی کو اسلام کا مخلص خادم سمجھ کر ان کا پورا ساتھ دیا، مولانا مودودی کو عوام اور دینی طبقہ سے قریب کرنے میں مولانا نعمانی کا زبردست ہاتھ تھا، الفرقان کی فائلیں شہادت دیں گی کہ مولانا نعمانی نے جماعت اسلامی کے قائد کی شہرت و مقبولیت بڑھانے اور ان کی طرف سے دفاع کرنے میں اپنا خون جگر بہا کر رکھ دیا تھا مگر جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے جماعت اسلامی کے جس قائد کو دین کا مخلص خادم اور حق کا داعی و نقیب سمجھ کر اس کا ساتھ دیا تھا، یہ نظر کا فریب تھا تو انہوں نے اللہ کے حضور مسئولیت اور جواب دہی کے احساس کے پیش نظر اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا اور اس کے لئے ان کو اپنے نفس اور ضمیر سے کتنی

لڑائی لڑتی پڑی اس کا علم کچھ ان لوگوں کو ہو گا جنہوں نے ان کا رسالہ ”مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت“ پڑھا ہو گا۔

مومن مخلص کی ایک شان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ حق کی خاطر اپنے اعزہ اقربا، دوست یار، استاد شاگرد کے تعلقات اور رشتوں کو آڑے آنے نہیں دیتا وہ آوازہ حق اور صداقت کے اعلان کی خاطر ان تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، اس کے سامنے صرف اللہ، اللہ کا رسول اور اللہ کا دین ہوتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کئی مناظر ہم نے اس کے بھی دیکھے ہیں، اس کی وجہ سے مولانا کی قدر اور ان کا احترام ہمارے دلوں میں بہت سے بزرگوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔

دینی غیرت و حمیت میں مولانا نعمانی اپنی نظیر آپ تھے، میری نگاہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس وصف میں خود اپنی جماعت میں ان کا ہمسر کوئی دوسرا نہیں تھا، مولانا اس راہ کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ بڑے تابندہ ہیں اور دین و دعوت کے کام میں لگے رہنے والوں کی دیدہ عبرت و اگر نے کیلئے کافی ہیں بشرطیکہ کوئی دیدہ عبرت رکھتا بھی ہو۔

مولانا نعمانی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جماعت تبلیغ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے، مولانا نعمانی نے ان کی صحبت میں خاصا وقت گزارا تھا، عرصہ تک تبلیغی جماعت میں لگ کر کام کیا، تبلیغ والوں کی زبان میں ”چلت پھرت“ خوب کی مگر یہ ان کی حق پسندی اور دین کے صحیح ذوق اور فطرت سلیمہ ہی کی بات تھی کہ وہ جماعت تبلیغ والوں کے اس غلو میں کبھی ان کے ساتھ نہیں رہے کہ دین کا کام بس یہ ہے۔ اخلاص کے ساتھ دین کا جو کام بھی کر رہا ہو مولانا نعمانی ان سب کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی ہمت و حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

مولانا نعمانی سیاسی میدان کے آدمی نہیں تھے مگر چونکہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ تھے اور اکابر جمعیتہ علماء سے وابستہ تھے اس وجہ سے اس میدان میں بھی جب بھی ضرورت

محسوس کی ملت کی خیر خواہی اور بہبودی کی خاطر اپنا وقت لگانے سے گریز بھی نہیں کیا، سیاست ان کے نزدیک کوئی شجر ممنوعہ چیز نہیں تھی، مولانا بڑی حساس طبیعت کے مالک تھے اور اس صفت کا وہی ملک و ملت کے کاموں سے اپنے کو الگ نہیں رکھ سکتا ہے۔

مولانا نعمانی میں عبودیت و تواضع کی شان قابل رشک حد تک تھی، اللہ کے سامنے عاجز و نیاز اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور آہ و بکا، دعائیں بلکہ بلکہ کرونا کہ دیکھنے والوں کو بھی اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھے اور ان کا دل اندر سے باہر آتا ہوا محسوس ہو، ہر دم توبہ و استغفار، اپنی غلطیوں کا اعتراف یہ سب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی وہ خاص بات تھی جس کی وجہ سے وہ بلاشبہ مقررین کی عجمت کے ایک فرد تھے۔ — مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ستائے سالہ زندگی کے یہ کچھ گوشے اور کچھ اشارے ہیں انکی تفصیل آپ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہونیوالے الفرقان کے ضخیم یادگار نمبر میں پڑھیں۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے کہ مولانا نعمانی نے الفرقان کے ذریعہ تقریباً ساٹھ سال تک بین و ملت کی بیش بہا خدمات انجام دی تھیں، انکی وفات کے بعد ان کا یہ حق تھا کہ ادارہ الفرقان انکی یاد میں ان کا یادگار نمبر شائع کرے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب صلاحیت فرزندوں اور خاص طور پر حضرت مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی پلٹے سے بجا طور پر توقع تھی کہ وہ اس کام کو مولانا کے شایان شان انجام دیں گے اور حق یہ ہے کہ انھوں نے اس کام کو بہت مختصر عرصہ میں اور بڑی آن و بان انجام دیا، ہمارے سامنے اس خاص اشاعت کا عام اڈیشن ہے ضخامت، ٹائٹل کی دیدہ زیبی، شاندار طباعت و کتابت، مضامین کے تنوع ہر اعتبار سے یہ نمبر اس قابل ہے کہ اس کو نظروں میں بسایا جائے، دل میں جگہ دی جائے، حقیقت و احترام کے جذبہ سے پڑھا جائے۔

اس نمبر کی یہ بات بہت خاص ہے کہ اس میں تکرار بہت کم ہے جبکہ عموماً اس طرح کے یادگاری نمبروں میں یہ بات مفقود ہوتی ہے، ادارہ ذمزم ادارہ الفرقان اور خاص طور پر مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی کو اس شاندار نمبر کی اشاعت پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، عام اڈیشن کی قیمت صرف ایک سو پندرہ روپیہ ہے، اتنے شاندار اور ضخیم نمبر کی یہ بہت کم قیمت ہے۔ اس پتہ سے اس نمبر کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ دفتر الفرقان ۳۱ نظیر آباد نیا گاؤں لکھنؤ۔

مکتبہ اشریہ غازی پور سے شائع ہونیوالی کچھ کتابیں

- (۱) وقفة مع اللامذهبية في شبه القاسم الهندية (عربی)
- (۲) وقفة مع معارضی شیخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب والاهواء

السعوديين - (عربی)

- (۳) مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں (طبع دوم)
- (۴) غیر مقلدین کی ڈائری (طبع دوم)
- (۵) غیر مقلدین کیلئے لمحوں کی یاد
- (۶) محدثین کی قوت فقط تاریخ کی روشنی میں
- (۷) بریلوی مذہب پر ایک نظر
- (۸) تذکرہ طیب

- (۹) امام ابو حنیفہ اور قیاس
- (۱۰) مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی
- (۱۱) آئینہ غیر مقلدیت

درج ذیل پتوں سے بھی آپ ان کتابوں کو حاصل کر سکتے ہیں۔

- (۱) ربانی بکڈپو، جامع مسجد دیوبند، سہارن پور
- (۲) ربانی بکڈپو، کٹرہ شیخ چاند، لال کنواں دہلی نمبر
- (۳) مکتبہ حسینہ دیوبند، سہارنپور
- (۴) مدرسہ مرقاة العلوم متو
- (۵) مولانا رضوان الرحمن تاسمی جامعہ اسلامیہ بنارس

مجلہ اجماع مفتاحی

خوش خبری

ناظرینِ زہزم و جملہ اہل علم کو یہ خبر دیتے ہوئے
ادارہ مکتبہ اشریہ سرت محسوس کرتا ہے کہ مولانا
محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ کی معرکہ الاراعبی
تالیف، وقفۃ مع اللامذہبۃ، کا ترجمہ، "آئینہ"
غیر مقلدیت کے نام سے چھپ کر سامنے آ گیا ہے۔

کتاب کا ترجمہ مولانا رضوان الرحمن قاسمی
استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس نے کیا ہے، اور اس پر حضرت
مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ
بنارس کا گراں قدر پیش لفظ ہے۔

کتاب کی عام قیمت صرف ساڑھے روپے ہے۔

ناظرین

آڑ دینے میں

تاخیر نہ کریں

مکتبہ اترییہ غازی پور سے شائع ہونے والا دنیائی دینی و علمی مجلہ

شمارہ (۶)

جلد (۱)

ذی قعدہ ، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ



مکتبہ اترییہ غازی

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۶۰ روپے

پتہ

مکتبہ اترییہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور۔ یوپی

پین کوڈ۔ ۲۳۳۰۰۱ فون نمبر۔ ۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸

فہرست مضامین

۲	اداریہ	مدیر
۷	نبوی ہدایات	نور الدین نور اللہ الاعظمی
۱۱	حضرت مدنیؒ کے ملفوظات سامیہ	محمد ابو بکر غازی پوری
۱۵	حضرت مولانا عبد اللہ غزنویؒ	مولانا محمد ابو بکر غزنوی
۲۳	مولانا اشرف علی تھانویؒ	شیخ محمد اکرم
۲۷	بزرگوں کا ادب	مولانا محمد ابو بکر غزنوی
۲۹	کتاب خمار زہد پر ایک نگاہ	نور الدین نور اللہ الاعظمی
۳۶	امامت کا حقدار کون ؟	ایک خط ادراکس کا جواب
۴۵	فریبی کون ؟	"
۵۱	خمار سلطنت	طاہر شیرازی
۶۲	مکتوب مدینہ منورہ	ادارہ

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی



بسم اللہ تعالیٰ زمزم نے اس شمارہ پر اپنا پہلا ایک سال مکمل کر لیا ہے ،
 یہ بھی خدا کا فضل تھا کہ وسائل اور افراد کی قلت کے باوجود ہر شمارہ اپنے وقت پر بلکہ
 وقت سے پہلے ہی شائع ہوتا رہا ، زمزم کے قارئین نے اپنے خطوط میں زمزم کے
 بارے میں اپنے بہترین تاثرات کا اظہار فرمایا۔ عام پرچوں کی روش سے ہٹ کر
 ہم نے ان تعریفی خطوط کو شائع نہیں کیا ، اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ زمزم کے صفحات
 محدود ہیں ، ہم نے ضروری مضامین ہی کو اولیت دی ، دوسری وجہ یہ کہ اپنا مزاج بھی یہ
 نہیں ہے کہ اپنی تعریف میں لکھے گئے خطوط کو شائع کیا جائے ، ہم نے پوری کوشش
 کی زیادہ سے زیادہ ان مضامین کو جگہ دی جائے جن سے زمزم کی اشاعت کا مقصد
 پورا ہو ، اپنے معزز قارئین کا شکریہ ادا کرتا ہوں ، جنہوں نے اپنے خطوط میں ہماری
 حوصلہ افزائی فرمائی ، مگر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ خداوند قدوس ہماری اس سعی کو
 اپنی رضا سے سرفراز کرے ، خدا بہتر جانتا ہے کہ بہت غور و فکر کے بعد اور مختلف
 شواہد و دلائل کی روشنی میں دین و عقیدہ کے اعتبار سے ہم نے سلفیت زدہ غیر معتدیرہ
 کو وقت کا اہم ترین فتنہ محسوس کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمزم نے اس موضوع
 کو بطور خاص اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے ، اور ہمیں بے انتہا خوشی ہے کہ اس فتنے

ہم نے اپنے ناظرین کو بہت حد تک متعارف کرا دیا ہے ، خدا سے دعا ہے کہ یہی محسوس
اور نفسانیت کے مفاد سے محفوظ رکھے ۔ آمین

کسی جماعت کی بلاوجہ مخالفت نہ ہمارا مزاج ہے اور نہ ہم اس کو دین کی
کوئی خدمت سمجھتے ہیں۔ مگر اس کا بھی انہماک ضرور یہ ہے کہ جس جماعت کے ہم مسلمانوں
کے لئے یا اسلام کے لئے واقعی خطرہ محسوس کرتے ہیں اس کا تعاقب بھی اپنا اولین
دینی فریضہ سمجھتے ہیں، سلفیت زدہ غیر مقلدیت کو ہم اسلام اور مسلمانوں کے
لئے عظیم ترین فتنہ سمجھتے ہیں، اس گروہ نے مسلمانوں کو انتشار کا شکار بنا دیا ہے،
صحابہ کرام سے لے کر فقہاء و محدثین اولیاء کرام بزرگان دین سب کو یہ جماعت مجروح
قرار دیتی ہے، یہ اسلام کی ایک نئی تفسیر کرتی ہے، اپنے علاوہ تمام مسلمانوں
کو گمراہ اور مشرک قرار دیتی ہے، اسلاف پر سے اعتماد ختم کرتی ہے، کتب سنت
کی من مانی تفسیر کرتی ہے اس کے نزدیک وہی حدیث قابل عمل ہے جس کو یہ
قابل عمل سمجھے اس طرح یہ احادیث کے ذخیروں اور محدثین کی کاوشوں کو کالعدم
قرار دیتی ہے اس کے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ دونوں برابر درجہ کی
چیز ہے جس کا امت میں کوئی قائل نہیں، بلکہ قرآن کے مقابلہ میں حدیث کو اول درجہ
دیتی ہے جو بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس طبع اس نے گمراہیوں کا ایک سلسلہ پھیلایا
ہے اور ذہنی انارکی اور شکوک، آوارگی کا چوپٹ دروازہ کھول دیا ہے۔ اس لئے
ضروری تھا کہ اس فتنہ کا رد و ابطال پوری عورت سے ہو، خدا کا شکر ہے کہ ہم نے
اپنی استطاعت بھر اس میں کوتاہی نہیں کی۔ زمزم نے اس فتنہ کا جس استقلال
اور پامردی سے تعاقب کیا ہے اس سے اس جماعت کے افراد گھبراٹھے ہیں اور اب
دلائل و براہین کی جگہ گمراہیوں سے کام چلا رہے ہیں، مگر ہم نے بھی یہ طے کر لیا ہے کہ
گمراہیوں کا جواب نہیں دیں گے، ہمیں کوئی لاکھ گالیاں دے اس سے ہمارے لوہے
کوئی خاص اثر پڑنے والا نہیں ہے ہم کیا ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے، ہم اس سے

بھی زیادہ برے میں جتنا ہمارے غیر مقلدین برادران سمجھتے ہیں، اگر وہ صرف ہمیں گایاں دے کر اپنی بدوش بدل لیں اور صحابہ کرام ائمہ دین فقہاء و محدثین ادیبانہ و اشعار بزرگان امت اور اسلام کے جاں بازوں کے خلاف اپنی زبان بند کر لیں اور اپنی ان کتابوں اور تحریروں پر مدک لگالیں جس سے اسلاف پر سے اعتماد ختم ہوتا ہے اور ان کی نجات قدسیہ مجروح ہوتی ہیں اور اسلام کی غلط تصویر سامنے آتی ہے تو ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ ہمیں اس سے زیادہ گایاں دوہم خوش ہیں، اور ہم تمہارے حق میں دعا کرتے ہوئے اپنا قلم اور اپنی زبان بند کر لیں گے لیکن اگر تم نے اسلاف کے مجروح کرنے کا سلسلہ باقی رکھا اور صحابہ کرام اور ائمہ دین اور بزرگوں کے خلاف بدزبانی جاری رکھی اور دین کی اپنی من مانی تشریح اور کتاب و سنت کی لفظی اور معنوی تحریف سے باز نہ آئے اور اسلاف کے عقیدہ و مسلک پر تمہارا حملہ جاری رہا تو پھر سن لو کہ جب تک وسائل ساتھ دیں گے اور زبان و قلم میں طاقت رہے گی ہم تمہارا تعاقب جاری رکھیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ایک بات ہم اپنے معزز قارئین سے عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ بہت سے حضرات ہمیں ایک ساتھ کئی سالوں کے لئے زمزم کا ذرا مشترک بھیجتے ہیں ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ صرف ایک سال کا بھیجیں اور اگر ہرچہ جاری رہے تو نئے سال کا بھیجیں اس بات کو ہمارے قارئین بطور خاص نوٹ کر لیں۔

ایک دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ مکتبہ اثریہ سے دی پی کتابیں بھیجنا بہت کم دی گئی ہیں اسلئے کوئی صاحب کتابوں کو دی پی کے ذریعہ نہ طلب کریں اگر مکتبہ اثریہ سے کتابیں منگوانی ہوں تو پہلے پیسے بھیج دیں کتابیں ان کو

ذمہ داری کے ساتھ بھیجی جائیں گی۔

خریداران زمزم سے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ زمزم کی خریداری جن حضرات کو باقی رکھنی ہے وہ نئے سال کا چھ مہینہ ساٹھ روپے بھیج کر کم فرمائیں۔

ہمارے بعض قارئین کی خواہش ہے کہ اٹلہ شیرازی کی تحریر خمار سلفیت کو کتابی شکل دی جائے اطلاقاً عرض ہے کہ انشاء اللہ اس بارے میں جلد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا ہمارے بھائی مطمئن رہیں۔

اب اخیر میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اگر زمزم کو آپ وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اس کے جاری رہنے سے آپ کو دلچسپی تو براہ کرم اس کا حلقہ اشاعت بڑھانے کی آپ فکر کریں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس وقت ادارہ پر زمزم کی اشاعت کی وجہ سے زبردست مالی بوجھ ہے، آپ کے تعاون کی ہمیں شدید ضرورت ہے، ہم فقیروں اور گداؤں کو دوسری جماعتوں اور اداروں پر قیاس نہ کریں یہاں حال یہ ہے کہ صرف غزم ہے ہمت ہے اور خدا نے وعدہ لا شریک پر بھروسہ ہے ورنہ جھولی تو جھولی بالکل خالی ہے اس لئے ہم اپنے قارئین سے زمزم کی توسیع اشاعت کیلئے بطور خاص گزارش کرتے ہیں۔

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عروہ بن ابی جعد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری خریدیں، انہوں نے اس ایک دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے ساتھ ساتھ ایک دینار بھی واپس کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس عمل سے خوش ہوئے اور ان کے لئے تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب ان کا حال یہ تھا کہ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالنے پرکتوں کا مشاہدہ کرتے حتیٰ کہ مٹی کی بھی خرید و فروخت کرتے تو اس میں بھی انکو نفع ہی ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے مال میں ایسا تصرف صاحب مال کی اجازت کے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے جس سے مال والے کو نفع پہونچے، البتہ اگر نفع کے بجائے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اس قسم کا از خود تصرف جائز نہ ہوگا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے مال سے جو نفع حاصل ہو اس کا مستحق مال والا ہی ہوگا، یہ نہیں کہ اس کا مالک وہ خود بن جائے گا جس نے دوسرے کے مال میں تصرف کر کے کچھ نفع حاصل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی مدرس یا کسی ادارہ کے خرچ سے کسی نے سفر کیا اور بحیثیت سفیر یا مبلغ مدرسہ سفر کرنے والے کو کچھ ہدیہ وغیرہ ملا تو اس کا مالک مدرسہ اور ادارہ ہوگا، مدرسہ یا ادارہ کے خرچ سے سفر کرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا۔

لوگ اس زمانہ میں اس کا لحاظ نہیں کرتے ہیں اور مدرسوں اور اداروں کی طرف سے چندہ یا تبلیغ کے کام کے لئے مدرسوں اور اداروں کے خرچے پر سفر کرتے ہیں مگر ان کو مدرسہ یا ادارہ کے تعلق سے جو نذرانہ یا ہدیہ ملتا ہے اس کے وہ خود مالک بن بیٹھتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کیلئے غلہ وغیرہ (خود) کی چیزوں کا ذخیرہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جدام اور افلاس کے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ آپ دوسروں کے ساتھ ہمدردی کریں، نہ کہ ان کو پریشانی میں ڈالیں، بعض نفع خور قسم کے تاجر اور کاروباری لوگ اشیاء کی قلت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور کم یا ب چیزوں کا ذخیرہ بنا کر کے منجگہ دلوں پر کھوڑا کھوڑا کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ سخت ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی و غیر انسانی حرکت ہے، اسلام اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنا جیب بھرا جائے۔

کچھ قسم کے تاجر قحط کے زمانہ میں غلہ وغیرہ جمع کر لیتے ہیں اور ان میں جو ہرشیاء ہوتے ہیں وہ حالات کا اندازہ کر کے کہ فلاں چیز کم یا ب ہونے والی ہے اس کا ذخیرہ پہلے سے کرنا شروع کر دیتے ہیں اور وقت پر نہایت گراں دام سے بیچتے ہیں، یہ اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہے، اور ایسے تاجر اللہ کے عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں لوگوں کی بددعائیں بٹورتے ہیں، یہ مالدار کیا ہونگے ان پر فقر و افلاس کا درد زہ کھل جاتا ہے، مسلمانوں کو بطور خصوص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ خوب سمجھ لو بڑی اسی عمل میں ہے جو اللہ کی مرضی اور دین کی ہدایات کے مطابق ہو،

خدا اور رسول کے احکام کو قوی کر کے مسلمان اپنی دنیا بھی نجات کرے گا اور دین بھی
(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب تم کسی آفت، رسیہ، شمس کو دیکھو تو یہ دعا پڑھو۔ الحمد للہ
الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلج
تفضیلا۔ آپ نے فرمایا کہ جو یہ دعا پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس آفت
سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیں ہر ہر موقع کیلئے ہدایت فرمائی
ہے، اگر کوئی شخص کسی آفت میں گرفتار ہے تو اس موقع سے آپ نے مذکورہ
بالا دعا پڑھنے کا حکم فرمایا، اور اس کا اثر یہ بتلایا کہ اس دعا کو پڑھنے والا اس
آفت میں گرفتار نہیں ہوگا۔

(۳) طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تھے
پانہ کو دیکھتے تھے تو یہ دعا فرماتے اللھم اے اللہ علیہ بالامن والایمان
بالسلامۃ والسلام ربی و ربک اللہ۔

نیا پانہ طلوع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آج سے یہ زمانہ اور دنیا مہینہ
شروع ہو رہا ہے، اس زمانہ میں جو خیر و برکت ہے اس کے لئے دنیا پانہ دیکھتے
ہی کر لینی چاہئے۔ ایمان کی دعا مانگنی چاہئے کہ یہی تمام معنوی قوتوں کا سرچشمہ
ہے، امن کی دعا مانگنی چاہئے کہ امن و امان سے بڑھ کر انسان کو تفکرات سے
چھڑانے والی کوئی چیز نہیں، اسلام کی دعا مانگنی چاہئے جس کا مطلب یہ ہے
کہ خدا یا ہم تیری ہی تابعداری اور تیرے احکام کی پابندی میں اپنا وقت گزاریں گے۔
سلامتی کی دعا مانگنی چاہئے۔ یعنی تنگدستی، بیماری، خوف، غم اور تمام
آفات ارضی و سماوی سے عافیت کی خواہش کا اظہار بندہ اپنے آقا سے کرے چاند
دیکھ کر مذکورہ بالا دعا پڑھنے کا جو ان تمام باتوں کی جامع دعا ہے۔ آنحضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم معمول تھا اور چاند دیکھ کر ہمارے لئے بھی اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ انشاء اللہ اس سے بڑی خیر و برکت پیدا ہوگی۔

(۵) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ! میں آپ سے صبر کا سوال کرتا ہوں، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم نے بلا اور آزمائش کا سوال کیا ہے اب عاقبت کا بھی سوال کرو۔

بندہ کو حکم ہے کہ وہ اللہ سے مانگے، مگر کیا مانگے اس کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے، اللہ سے ہمیشہ کشائش و دست، لیسر عاقبت، فقل، ہسربان اور عفو و مغفرت کی دعا مانگنی چاہئے۔ زبان سے یہ بات گور خواست نہ نکلے جو بندہ کے لئے آزمائش ہو، اور بندہ جس کا چل نہ کر سکے، اس حدیث میں آنحضور نے سنا کہ ایک شخص صبر کا مانگا، وہاں ہاتھ صبر پر نشان اور مصیبت پر ہوتا ہے یعنی گویا اس نے یوں کہا کہ اے اللہ! میرے پریشانان میں دانہ بے دور پھر مجھے اس پر صبر کی قوت ہے۔ یہ دعا بندہ کی شان نہیں ہے، یہی وجہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے پریشانی کا سوال کیا ہے، اب تم اللہ سے عاقبت کی دعا مانگو۔

محمد اجمل مفتاحی

حضرت مدنی کے ملفوظاتِ سامیہ

نسر مایا۔ آخری شب میں نماز کے اندر قرآن کی تلاوت کرنا ترک کر دینا
کے لئے سب سے مفید اور موثر ہے خصوصاً اس وقت جب کہ قرأت لمبی اور تفکر
و تدبر کے ساتھ ہو۔

نسر مایا۔ دوسروں اور پریشان خیالات کی بنا پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو
کبھی کبھی یہ خوف و مادم نیک نتائج کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں۔
نسر مایا۔ عبادت پر گھنٹہ کرنا خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں
سے بچائے جو اسے پسند نہ ہوں یا عمل کے نہایت ہونے کا باعث ہوں۔

نسر مایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے
کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور دوسوے ڈال دیتا ہے اگر دوسوے
زیادہ پریشانی کا باعث ہوں تو سمدھ قل اعوذ برب الناس کا وظیفہ کیجئے یہ اکبر اعظم
ہے۔ روزانہ ایک سو مرتبہ یا کم از کم چالیس مع خیال معنی پڑھ لیجئے۔

نسر مایا۔ حضرت سہیل ستیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر خدا کی جانب
سے مصیبت و آزمائش نہ ہو اگر تو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہی مختود ہو جاتا۔
نسر مایا۔ کسی کو بھی خدا کی رحمت سے اس دہم کی بنا پر مایوس نہ ہونا
چاہئے کہ وہ جائز اور کفر و ناپہیز ہے اور اللہ کی ذات و راء الوہام ہے، تمہارا
کام یہ ہے کہ اس نیرنگے دروازہ کو کھل دیتے ہو کہ جو دروازہ دھستک دیا رہتا،

لامالہ کھول دیا جاتا ہے۔

نہرایا۔ اگر ذکر کرتے وقت کیفیات کا ظہور نہ ہوتا ہو یا لذت محسوس نہ ہوتی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ مقصود نہیں، یہ تو ایسی چیزیں ہیں کہ راہ طریقت کے بچوں کو ان سے بھلایا جاتا ہے مقصود حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کا فضل ہے۔

نہرایا۔ آج بڑے خاندان اپنی اولاد کو انگریزی اسکول کی تعلیم دلو اگر انکو دوزخ کا کندہ بنا رہے ہیں اور دنیا کے لالچ میں ان کو بے دینی اور الٰہی کی تعلیم دلو اگر دین سے برگشتہ اور اسلام کے لئے بلکہ دشمن بناتے ہوئے اپنی اور ان کی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔

نہرایا۔ اولاد کا دیندار عامل تیرا ان اور حافظ دین متین ہونا لازوال اور عظیم الشان نعمت ہے۔

نہرایا۔ تصوف کا ضروری اور مضبوط اصول یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بطنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

نہرایا۔ امت کے جن افراد کے بارے میں پہلے ہی سے حسن اعتقاد قائم ہے اور ان کے اقوال و افعال مسائل خاصہ کے سوا مرضی و پسندیدہ ہیں ان کے ساتھ بد اعتقادی وغیرہ نہ چاہئے، حسن ظن رکھنا چاہئے، اگرچہ بعض ان خاص مسائل میں جن کے بارے میں ہمارا خیال ہو کہ ہم ہی حق پر ہیں پھر بھی ان مسائل کی وجہ سے بزرگوں اور متقدمین کے بارے میں نہ زبان درازی چاہئے اور نہ بد اعتقادی بلکہ ان کے اور اپنے لئے دعا کرنی چاہئے اللہم اے انا الحق حقادارنا قنا اتباعہ دارنا الباطل باطلا دارنا قنا اجتنبہ۔

نہرایا۔ تصوف کے جتنے طرق ہیں سب حق ہیں ہر شخص جس راستہ سے فیضیاب ہو رہے اس کا گیت گاتا ہے اور اسی کا مداح و ثنا خواں ہوتا ہے اور یہ اس کا

فریغہ ہے در نہ لطف خداوندی منحصر کسی خانوادہ اند کسی طریقہ میں نہیں ہے۔

نہ فرمایا۔ ہر طریقہ میں غلط کار، نقال پست ہمت۔ دلی کھانے والے

نفس پرست نام کے بندے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ظاہر میں طریقہ پر حرف اعتراض

زبان پر لاتا ہے مگر یہ غلطی ہے کسی غلط کار کی وجہ سے اسلاف پر تنقید نہیں کی جاسکتی
نہ کسی کی بے راہ روی سے نفس طریقہ پر اعتراض کرنا درست ہو سکتا ہے۔

نہ فرمایا۔ اس عالم اسباب میں جو مثرہ اپنی کوشش سے حاصل ہوتا ہے

وہ دیر پا اور کثیر النفع ہوتا ہے اسلئے آپ اپنی کوشش جاری رکھئے۔

نہ فرمایا۔ جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے اور چونکہ خلافت

شرع ہوتا ہے اسلئے اولاد ان کی اصلاح ہونی چاہئے اگر یہ ممکن نہیں تو آپ

ان کے افعال میں شرکت نہ فرمائیں، ہاں اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے

آپ کی ایذا کے دہے ہوں گے یا تعصب وغیرہ میں پڑ کر اس سے زاید گناہ میں

مبتلا ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازو گرم ہو جائے گا تو شریک

ہونا جائز ہے۔

نہ فرمایا۔ اپنی جائیداد کا انتظام نہایت بیداری اور جفاکشی سے کیجئے

کارکنوں اور ملازموں پر بھر دس کرنا اور خود غافل ہو جانا بہت سے رؤسا کو برباد

کر چکا ہے انسان کو توکل کرتے ہوئے سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی معیشت کے اسباب

درست کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

نہ فرمایا۔ وضو میں مسواک کسی لکڑی کی ہو جائز ہے مگر وہ لکڑیاں جن میں

کڑواہٹ یا کھٹابن ہو وہ مفید تر ہوتی ہیں ان کا استعمال انبہ ہے بیلو کی مسواک

سب سے افضل ہے مگر دوسری لکڑیاں بھی جائز ہیں۔

نہ فرمایا۔ شب کو اور قیلول کے وقت میں اگر ممکن ہو تو وضو و نہ تیمم کر کے

سوئیں بیٹھے سے یہ کہ داہنی کروٹ پر قبلہ رؤس یہ حالت ابتداء الہیہ پھر جس

طرف بھی انسان کو دھکیل لینگا جاتو ہوگا۔

نہ فرمایا۔ قرض سخت معصیت ہے خصوصاً سودی قرض تو ذہر قاتل ہے اگر ممکن ہو تو کچھ حصہ جائیداد کا کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر کے اس سے سبکدوشی حاصل کیجئے، اگر مسلمان خریدار نہ پیدا ہو تو کافر ہی کے ہاتھ فروخت کریں اور ہمیشہ احتیاط رکھیں کہ قرض خصوصاً سودی ہرگز نہ لیں۔

نہ فرمایا۔ کسی ناقص (شیخ) کو چھوڑ کر کامل کو اختیار کرنا ممنوع نہیں بلکہ یہی سمجھ کی بات ہے اور اکابر نے ایسا کیا ہے۔

نہ فرمایا۔ ہمت بلند رکھئے غفلت پر لعنت کیجئے جس قدر ممکن ہو اپنے سانس اور اعضاء و ارکان کو پروردگار حقیقی کے نام لینے میں صرف کیجئے۔

ضروری احلان

زمزم کے قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی سوال از قسم قنوی ادارہ زمزم کو نہ بھیجیں، اس کے لئے ملک کے مشہور اور قابل اعتماد مدارس اور اداروں سے رجوع کریں۔

یہ بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ زمزم میں استثنائی صورتوں کے علاوہ کتابوں پر تبصرہ نہیں ہوگا، اسلئے ادارہ زمزم کو تبصرے کیلئے کتابیں نہ بھیجی جائیں۔

مولانا محمد ابو بکر غزنوی

۵

حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور اہل حدیث عالم تھے، آپ کے دادا حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی متبع کتاب و سنت ولی کامل ہونی بزرگ تھے تصوف و سلوک میں ان کا مقام بہت بلند تھا، مستجاب الدعوات تھے درویشانہ زندگی گزارتے تھے اور کلمہ حق کہنے میں نہایت جری و بیباک تھے، مولانا داؤد غزنوی کے صاحبزادہ مولانا محمد ابو بکر غزنوی نے اپنے والد ماجد کے حالات میں .. مولانا داؤد غزنوی کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے، اس کتاب میں حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی کا بھی مفصل تذکرہ ہے، ہم اسی کتاب سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات ذکر کر رہے ہیں، اس سے اندازہ ہوگا کہ جب اہل حدیث حضرات میں ایسے لوگ تھے جو واقعہً اہل حدیث تھے، اور جن کا تعلق تصوف و سلوک سے تھا تو ان میں کیسے کیسے اللہ والے پیدا ہوئے، ان کی ظاہری و باطنی کیفیت کا کیا حال تھا، اور پھر مقابلہ اس سے آج کے غیر متلذذ دن کا بھی حال معلوم کیا جاسکتا ہے، جو اہل حدیث تو نہیں صرف غیر مقلد ہیں اور سلفیت کا عنوان لگا کر اچھل کود رہے ہیں، جن کا طرہ امتیاز آج اللہ والوں سے بطنی، تصوف سے عداوت و دشمنی ائمہ دین و بزرگان تصوف کے بارے میں سب و شتم، صحابہ کرام کے بارے میں سوز و غم پیدا کرتا ہی بن گیا ہے۔

(محمد ابو بکر غازی پوری)

حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجدِ نسبیت، تقویٰ اور علم دین میں یکتائے
روزگار تھے۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے "ترہتہ الخواطر" میں حضرت عبد اللہ غزنویؒ کے
حالاتِ قلمبند کرتے ہوئے اقتضائے حبیہ جملہ یہ لکھا ہے :

الشیخ الامام العالم المحدث عبد اللہ بن محمد بن محمد شریف
الغزنوی الشیخ محمد اعظم الزاهد المجاہد الساعی فی منہاج اللہ موثر الرسوائہ الخ
علی نفسہ و اہلہ و مالہ و اوطانہ صاحب المقامات، الشہیرۃ
والمعارک العظیمۃ البیروۃ۔

حضرت عبد اللہ بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے، لہا تھے، عالم تھے،
زاہد تھے، مجاہد تھے۔ رضائے الہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا
کے لئے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا مال، اپنا وطن سب کچھ ٹٹا دینے
والے تھے۔ علماءِ سور کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔
شیخ شمس الحق دیاؤی رحمۃ اللہ علیہ "غایۃ المقصود" کے مقدمے میں حضرت عبد اللہ
غزنویؒ کی مدح و توصیف میں یوں لکھتے ہیں

انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقاً فی ذکر اللہ عزوجل حتی ان لحمہ
وعظامہ واعصابہ واشعاعہ و جمیع بدنہ فی متوجہا الی اللہ تعالیٰ
فانینا فی ذکرہ عزوجل۔

(وہ ہر وقت اللہ پر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے
رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھوں اور ان کا

ہر ہر بن موالہ کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عز و جل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔)

نواب صدیق حسن خانؒ، تقصار من تذکات جیود والا حراز میں حضرت عبداللہ غزنویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”چرخ اگر ہزار چرخ زندہ مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بروئے ظہور آرد ہم محدث بود ہم محدث“

(آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اشرے ہمکلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔)

حضرت عبداللہ غزنویؒ کے فرزند حضرت الام عبدالجبار غزنویؒ جو آپ کے ساتھ دن رات سفر اور حضر میں رہے اور ہمیں آپ کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :

عابد کثیر الذکر بجا ع الی اللہ المتذلل لہ الخاضع الخاضع الورع
التضرع المتبرع المتواضع المبتہل الحنیف المتبتل الی اللہ الکامل
البارع الملہم المحدث الخاطب المخلص الصدیق الکرم الجواد الوداد
الحلیم المتواکل المنیب الصابر القانت لم تاخذہ فی اللہ لومة لائم قطب

وہ عبارت گزار، بہت ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے

اس کے سامنے بہت بیکنے والے اور شروع و ختم کرنے والے تھے گناہوں

سے بچنے والے، اللہ کے حضور میں گریہ و زاری کرنے والے، بہت صدمہ

و خیرات کرنے والے، عاجزی کرنے والے، تپتے کٹ کر اللہ ہی کی طرف

متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا والتجا کرنے والے تھے۔ مرد کال اور
 یکتائے روزگار تھے، اسٹر کی طرف سے الہام اور خطاب کے نوازے جاتے
 تھے اور اس کی ہیکلاسی کا شرف انہیں حاصل ہوتا تھا۔ وہ اسٹر کیلئے
 خالص کر لئے گئے تھے۔ بہت سچے، بزرگ اور سخی تھے۔ بڑے
 درد مند، بردبار، اسٹر پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع
 کرنے والے، مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اسٹر کے اطاعت گزار
 تھے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں اسٹر کی راہ سے
 قطعاً نہ روک سکتی تھی۔)

پیشکش اور نام و نسب | آپ ۱۷۳۰ء مطابق ۱۱۸۱ء میں قلعہ بہادر خیل کے
 مقام پر جو شہر غزنی کے مضافات میں واقع ہے، پیدا
 ہوئے۔ یہ جگہ افغانستان میں خواجہ بلال پہاڑ کے قریب ہے۔ آپ کا نام و نسب
 محمد اعظم بن محمد بن محمد شریف ہے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا تھا
 آپ نے اپنا نام عبد اللہ رکھ لیا۔ آپ فرماتے تھے۔

محمد کر اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است، ہماں رسول ہست
 تسمیہ ما بعد اللہ خوب است۔

(محمد کا اسم گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو زیرِ باب ہے جو ساری کائنات
 سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ میرا نام
 عبد اللہ ہی بہتر ہے۔)

ام صاحب لکھتے ہیں کہ عبد اللہ نام آپ نے اس لیے رکھ لیا تھا کہ اس نام میں
 خدا کی الوہیت اور بندے کی عبودیت کا اظہار اور فرد تنی کا اقرار ہے۔

آپ کے جدِ شہید محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل تھے۔ ان کا مزار مرجعِ خلافت تھا۔ حضرت جدِ اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار اجدادِ مجدد کا شمار بھی اہلِ اہل و عیالِ امت میں ہوتا تھا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کریم ابنِ الکریم تھے اور آپ کے آباد اجداد سب اقلیمِ فقر کے فرمانروا تھے۔ سب نشہ و درویشی سے سزاوار تھے اور مال و جاہِ دنیوی سے یکسر بے نیاز تھے۔ ایک خط میں آپ لکھتے ہیں،

”صاحب! فقیر و فقیر زادہ ام و غریب زادہ..... عاجزی و گستاخی و خاکساری کا راستہ و گوشہ نشینی و زاویہ گزینی شعارِ ما است۔“

حضرت الامامؑ لکھتے ہیں :

”غزنی میں آپ کا خاندان مشہور سادات میں تھا، مگر جب آپ سے کوئی پوچھتا کہ کیا آپ سید ہیں؟ تو آپ فرماتے، لوگ کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں، لیکن غم میں انساب کچھ ایسے خلط ملط ہو گئے ہیں کہ سیادت کا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا۔“

آپ نے سید ہونے سے تو انکار نہیں کیا۔ ازراہِ تواضع محض یہ کہا کہ عربی جب غم میں سیادت منتقل ہوئی تو وہ کہاں تک نالیں دبے آئینہ رہی ہوگی۔ آپ بچپن میں غزنی کے علماء سے پڑھتے رہے۔ علومِ متداولہ کی تحصیل

تعلیم | آپ نے وہیں کی۔ آپ کی تیزیِ فہم اور سلامتیِ فکر پر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ تفسیر و حدیث سے آپ کو الہانہ شغف تھا۔ غزنی میں کوئی ایسا مستند عالم نہ تھا جس سے آپ کا علمی ذوق تسکین پاسکتا۔ کسی شکلِ مقام کے سمجھنے میں وقت ہوتا یا کسی دینی مسئلے میں اشکال پیدا ہوتا، تو غزنی کے علماء سے انھیں تسلی بخش جواب نہ ملتا۔ آپ فرماتے تھے، مجھے ان دنوں الہام ہوا کہ حضرت شیخ حبیبؒ قدس سرہ

سے رجوع کرد۔ غزنی سے قندھار تک کا راستہ کافی طویل ہے اور اس زمانے میں تو سخت دشوار گزار بھی تھا۔

شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ علم سے پیاس بجھانے کی خاطر آپ فکر کی سختیاں جھیلنے ہوئے قندھار پہنچے۔ کچھ مدت ان سے استفادہ کیا اور وطن لوٹ آئے۔ اس کے بعد جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا آپ انہیں کو لکھ بھیجتے حضرت ایشیخ کا جواب ہمیشہ محققانہ ہوتا۔ کچھ مدت کے بعد آپ نے ایک بار پھر قندھار کا سفر کیا اور بعض اشکلات کے حل کے لئے اپنے ایشیخ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت ایشیخ کو تعجب ہوتا کہ یہ شخص محض چند مسائل پر چھنے کے لئے اتنی لمبی مسافت طے کرتا ہے۔ حضرت ایشیخ علما کی بھری محفل میں فرمایا کرتے:

”مسائل دنیہ را چنانکہ این شخص می فهمد من خود نمی فهمم۔“

(دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا ہوں)

دوسری بار جب آپ حضرت ایشیخ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت ایشیخ نے آپ سے فرمایا: قندھار آپ کے شہر سے بہت دور ہے اور آپ کو یہاں تک آنے میں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ آپ یہ زحمت نہ فرمایا کیجئے۔

حضرت نے فرمایا، میرا تادین کی خاطر ہے اور سفر کی یہ معمولتیں جو میں جھیلتا ہوں تو اپنی عاقبت سکون دینے کے لئے جھیلتا ہوں۔ حضرت ایشیخ نے فرمایا، میں جانتا ہوں کہ خدا خود آپ کی تربیت کر رہا ہے۔ آپ کو میری ضرورت نہیں ہے۔ خدا آپ کو کبھی خائب نہ کرے گا۔ اگر کبھی کوئی عقدہ پیش آیا، تو مجھے یقین ہے کہ خدا نے بزرگی و برتری کسی دیوار اور کسی درخت کو آپ کیلئے گویا کر دے گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

اے میاں صاحب! سید سلیمان ندویؒ نے ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا سفر کیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے سفرنامے میں اس راستے کی خرابی کا ذکر کیا ہے۔ سہ مغلوث حضرت الامامؒ

”رَبِّهِ بِاِمْلٍ شَازَ“، موافق گفتہ شیخ یا من معاملہ کردہ است !
 میرے پیر و بزرگوار نے شیخ کے ارشاد کے مطابق درود یوار کو میرے لئے
 گویا کر دیا)

منازل سلوک | فرماتے تھے کہ جب میں الہام کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا
 اور توحید کی معرفت پوری طرح مجھے حاصل نہ تھی، ایک بار

میں اپنے دادا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گیا جو اس علاقے میں مرجع خلافت ہے
 تو انکار ہوا، ”لا الہ غیرہ“ اس وقت میں نے گمان کیا کہ یہ درود مجھے وظیفہ کیلئے
 سکھایا گیا ہے۔ اب مجھے سمجھ آیا ہے کہ معاملہ کی طرف سے الہام تھا کہ میرے سوا
 کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ ساری توجہ
 صرف اللہ ہی کی طرف کرنی چاہئے۔

بزرگوں کے مزاروں پر اس نیت سے جانا کہ میرا فلاں مطلب حاصل ہو جائے
 توحید میں رخنہ ڈالتا ہے اور کلہ شہادت کے منافی ہے۔

فرماتے تھے اگر کوئی خیال کرے کہ میں کسی نیک آدمی کی قبر پر اس لئے نہیں جاؤں گا
 کہ ان سے کچھ مانگوں، بلکہ اس لئے جاؤں گا کہ قبر بابرکت جگہ ہے، وہاں میری دعا جلد
 قبول ہوگی، تو یہ بھی شرعاً غلط ہے، عبادت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد
 مقرر کی ہے۔ مقبرہ عبادت کی جگہ نہیں ہے، جیسے حافظ ابن قیمؒ نے ”اغاثۃ اللہ مفان“
 میں اس کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے تھے کہ بچپن میں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا
 کہ جنگل میں جا کر تنہائی میں دعا کروں۔ اس زمانے میں بعض اہل اللہ آپ سے فرماتے
 تمہاری بیٹانی میں ہم ایک نوردیکھتے ہیں، دیکھو علمائے سو کی صحبت میں رہ کر اپنے دل
 کو خراب نہ کر لینا، اور تمام لوگ، کیا خواص، کیا عوام بچپن ہی میں ان کی بات پر ہرگز

پر حیرت زدہ تھے۔ جب آپ جان ہوئے تو آپ کو عنایتِ ربانی اور جذبہٴ فیسی نے پایا اور اللہ کے سوا ہر چیز سے بیزار ہو گئے اور اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ آپ نے خلوت اختیار کر لی اور لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضورِ دائمی اور پاکسِ انفاس جو مرتبہٴ احسان سے عبارت ہے، یکایک آپ کو عطا کیا گیا اور آپ مرجعِ خلافت ہو گئے۔

فرماتے تھے کچھ مبادی ہیں اور کچھ مقاصد ہیں۔ مبادی سے مراد مقاصد تک پہنچنے کے وسیلے اور واسطے ہیں۔ لوگ رسیلوں اور واسطوں کے ذریعے مقاصد کو حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً صوفیاء کے اشغالِ جان کے مقرر کردہ لطائف سے متعلق ہیں، اخلاقِ حمیدہ یعنی تواضع، توکل، دینوی خواہشوں میں اختصار، قناعت، صبر، رضا، نسیہ، تقویٰ، تربیہٴ یادداشت اور حضورِ دائمی کے حصول کے لئے وسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بے پایاں فضل سے اس حقیقہ کی تربیت کی ہے۔ اس فقیر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے لطائف کے شغل کے بغیر، ہی مقاصد کو دفعتاً ڈال دیا اور تمام اوصافِ ذمہ کو اپنی بے انتہا رحمت سے میرے وجود سے کھینچ لیا اور احسان کا مرتبہ مجھے عطا کیا اور ماسوی اللہ کو میرے دل سے اچک لیا اور یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی کہ مرئی حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

ابتداءً سلوک میں آپ پر جذب اس قدر غالب تھا کہ مخلوق سے گریزاں تھے۔ سب رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ تھلک خواجہ لال پہاڑ میں جہاں کسی شخص کی رہائش نہ تھی، اقامت اختیار کر لی۔ پس حسبِ ارشاد نبویؐ کہ جب اللہ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اس کے لئے اہل زمین کے جی میں قبولیت القادر کر دی جاتی ہے، لوگ اس جگہ بھی آپ کے پیچھے پہنچتے تھے۔ زمانے کے علماء اور فضلاء آپ کے بارے میں حیرت زدہ تھے۔

حضرت کا فیضان | بعض لوگ محض آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے اور بعض صرف

آپ کی زیارت سے صاحبِ حال ہو گئے اور ان پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں۔
حضرت کے پاس سے بھی استفادہ کرنے والوں کو فیض حاصل ہوا۔ ایک طالب علم
محض پوسٹین اٹھانے سے وجد میں آ گیا۔ اسی وجہ سے وہ طالب علم، مرید پوسٹین
کے نام سے مشہور ہوا۔

دور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے
حاضر ہوتے اور جب سبمان اشرار لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے، تو جمادات بھی
آپ کے ساتھ باوازی بند تہیج و تہلیل کرتے اور وجد و اضطراب میں آ جاتے۔
دنیا داروں سے گریزاں
امیروں اور دنیا داروں سے آخری دم تک گریزاں
رہے۔ ان کے انتہائی اصرار کے باوجود بھی ان سے
ملاقات نہ کرتے تھے اور اپنے بچوں اور دوستوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے
کہ دنیا داروں کی صحبت ستم قاتل ہے۔ اپنے رب کی طرف متوجہ رہو۔ اللہ تعالیٰ
تمہیں ضائع نہ کریں گے۔ فرماتے تھے، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امراء اور
دنیا داروں سے عمر بھر محفوظ رکھا۔ ابتدا میں تو حالت یہ تھی کہ امیروں گ سینکڑوں
روپے خرچ کرتے کہ ایک بار میرا چہرہ دیکھ لیں، لیکن میں انہیں ہرگز اجازت
نہ دیتا تھا کہ وہ میرے گھر کے قریب بھی پھٹکیں۔

محمد اجمال مفتاحی

محمد اجمال مفتاحی

شیخ محمد اکرم

مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ

۱۹۲۳ء

۱۸۶۳ء

دیوبند سے متعدد بلند پایہ ہستیوں نے فیض حاصل کیا ان میں سے بعض مثلاً مولانا انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، اسلاف ہیں کہ ان کے کارنامے علمدہ عنوانات کے تحت بیان ہوں۔ انشاء اللہ یہ کمی آئندہ اشاعت میں پوری کی جائے گی، لیکن ایک بزرگ ایسے تھے کہ ان کے ذکر کے بغیر گزشتہ پچاس سال کی مذہبی تاریخ کسی طرح مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں ان کا مختصر تذکرہ تبرکاً دیتے درج کیا جاتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی ۱۹ ستمبر ۱۸۶۳ء کو ضلع مظفرنگر، یوپی کے قدیمی قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اس کے بعد پچودہ پندرہ برس کی عمر میں مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ برس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا محمود الحسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، لیکن شاید ان سے بھی زیادہ اثر آپ پر شیخ العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا تھا۔ ۱۸۹۱ء میں مولانا رشید احمد گنگوہی جج کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا نے جو ابھی دیوبند زیر تعلیم تھے، بذریعہ خط شیخ العالم سے بیعت کی خواہش کی۔ دیدہ و رشخ نے نہ صرف یہ درخواست قبول کی

بلکہ ان کے والد کو لکھا کہ حج کے موقع پر صاحبزادے کو ساتھ لیتے آئیں۔ چار سال بعد اس کا بھی موقع مل گیا اور ۱۸۸۷ء میں حج کے موقع پر مولانا شرف علی نے حاجی صاحب سے بالمشافہ بیعت کی۔ حاجی صاحب اپنے نوجوان مرید پر بڑی شفقت کرتے تھے۔

(شاید کچھ طینی تعلق کا بھی اثر تھا) اور مرید کو بھی مرشد سے بے انتہا عقیدت تھی۔ ان سے مسلسل خط و کتابت جاری رکھی اور آٹھ نو سال کے بعد پھر مکہ معظمہ کا رخ کیا اور حج کے بعد چھ مہینے مرشد کی خدمت میں گزارے۔ اپنی صلاحیتوں جدوجہد اور حاجی صاحب کی توجہ سے آپ کی باطنی ترقی اس حد تک ہوئی کہ بالآخر اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ ہو گئے۔ آپ کے پرچوش مریدوں میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالمجاہد دریا بادی اور مولانا عبدالباری ندوی جیسے عالم فاضل بزرگوں کے نام آتے ہیں۔

مولانا شرف علی کی اہمیت فقط سلوک و طریقت کی وجہ سے نہ تھی۔ آپ ایک زبردست عالم اور کامیاب مدرس تھے۔ دیوبند سے تکمیل تعلیم کے بعد پہلے کانپور کے مدرس فیض عام میں صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد کانپور ہی میں ایک اور مدرسہ (جامع العلوم) آپ سے اخذ فیض کے لئے باری ہوا۔ آپ نے چودہ سال تک درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ کئی اکابر علماء آپ کے شاگرد ہوئے۔ طریق درس و تدریس میں بھی اصلاحیں کیں، لیکن دوسرے حج کے بعد آپ کی توجہ تعلیم باطنی اور تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ ہو گئی۔ مرشد سے اجازت لے کر خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام اختیار کیا۔ آپ کی تصنیفی زندگی، کانپور ہی میں شروع ہو گئی۔ چنانچہ مشہور اور ضخیم کتاب بہشتی زیور (جس کا کچھ حصہ آپ کے ایک شاگرد مولانا احمد علی نے لکھا تھا) یہیں مکمل ہوئی۔ تھانہ بھون میں آپ کو تصنیف و تالیف کے لئے پوری فراغت تھی، نظم اوقات اور ٹھوس کام کرنا۔ کابھی آپ کو برا لگتا تھا۔ چنانچہ متعدد ضخیم تصانیف اور بے شمار مختصر مسائل آپ کے قلم سے نکلے جن کی کل تعداد آٹھ سو چوبیس جاتی ہے۔

طریقت اور اس طرح کے دوسرے مسائل میں آپ کا طریقہ شاہ ولی اللہ

کامیاب تھا۔ اعدال، انصاف اور مساوی فہمی کا پورا خیال رکھتے تھے۔ یہ آپ کی فراستِ ایمان اور مساوی فہمی کا فیض تھا کہ اندر سے ملک کے معاملات جن میں کئی علمائے دیوبند (مثلاً مولانا حسین احمد مدنی) انگریز دشمنی کے سیلاب میں بہہ کر کانگریس سے اس طرح وابستہ ہو گئے کہ اپنی قوم سے رشتہ توڑ دیا۔ آپ نے صحیح سلامت روی کا طریقہ اختیار کیا۔ آپ نے علانیہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ اور آپ کے اکثر عزیز، معتقد مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا طہر احمد تھانوی استاد دارالعلوم ٹنڈوالہیار، تحریک پاکستان سے وابستہ رہے۔

آپ کی عمر مبارک میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی اور ایک زمانے کو اپنے قلم و زبان اور وجود مسعود سے نیشنل یاب کرنے کے بعد ۲۰ جولائی ۱۹۴۲ء کو رحلت فرمائی۔ مزار مبارک تھانہ بھون میں ہے۔ (ماخوذ از مہینہ کوثر)

۲۸ کا بقیہ

فوق حقوقِ ایشانت

یہ بندہ کینہِ انہی کے روحانی خرمیوں کا خوشہ چیں ہے اور انہی کی نوازشوں کے دسترخوان کا ایش کھانے والا ہے۔ ... مگر کیا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اُنکے حقوق سے بڑھ کر ہیں)

پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بھی اکثر نقل فرماتے تھے:

بعضے از بزرگواران می گویند کہ ایں بدعت حسنة است و ایں بدعت کسرة است

لا فیر با ایساں موافقت نہ دارد +

(بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ایک بدعت حسنة ہے اور ایک بدعت کسرة ہے)

لیکن فیران بزرگوں سے اتفاق نہیں کرتا)

مولانا محمد ابو بکر غزنوی

مولانا داؤد غزنویؒ

اجمل مفتاحی

اور بزرگوں کا ادب

مولانا داؤد غزنوی بزرگوں کا غایت درجہ درجہ فاضل تھے اور ان کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے۔ اگر کوئی بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی امام کا نام لیتے ہوئے آداب کو ملحوظ نہ رکھتا تو سخت برہم ہوتے اور بعض حالتوں میں طبیعت اس قدر کھڑ ہوئی کہ اس آدمی سے گفتگو ہی سوتوت فرما دیتے۔ ائمہ کرام اور اولیاء اللہ کے ادب پر ہر سال دو چار خطبے ضرور دیتے تھے۔ ان کی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے۔ وہ مولانا دم کا یہ شعر پڑھتے :

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے فضل و کرم سے محروم ہے)
یہ بھی فرماتے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی۔

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود تا جاں باقی است در طلب باید بود
در ہرزم گر ہزار دریا بخشی کم باید بود خشک لب باید بود
(اللہ کی راہ میں سسر پایا ادب رہنا چاہئے جب تک جسم میں جان باقی ہے، تلاش جاری رہنی چاہئے۔ اگر ہر سانس میں فیضان کے ہزار دریا بھی تو پی جائے تو پھر بھی کم ہے اور ہونٹ خشک رہنے چاہئیں۔)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقر انصاری رحمۃ اللہ علیہ

کا جواب اور احترام کرتے۔ تجھے بڑے ذوق و شوق سے بیان فرماتے۔ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں کے نام حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک خط کی یہ عبارت سلتے۔

”ایں فیقر از سر تا قدم غرق احسانہائے والد بزرگوارِ شہناست۔ دریں طریق
 بہنِ الف ب، را از ایشان گرفتہ است و تہیِ حروفِ ایں راہ را از ایشان آموختہ
 (یہ فیقر سرے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے
 اور اس راستے میں ابجد ہوز بھی انہی سے حاصل کی گئی)
 ”اگر وحدتِ عمر سر خود را پائمال اقدامِ خدمہ عتبہ عتبہ ثنا کردہ باشد بیخِ ذکر و شہادۃ
 (اگر زندگی بھر آپ کے آستانہِ عالیہ کے خادموں کے پاؤں تلے اپنے سر کو
 پامال کر دوں تو بھی نیازِ مندی کا حق ادا نہیں ہوتا)
 فرماتے کہ شیخ علاء الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اپنے شاخ سے ایک اعتبار
 سے آگے نکل گئے تھے۔ مگر فرماتے یہی تھے
 ”اگر کسب من بآسماں سایہ، ہنوز خاکِ آستانہِ منشاخِ من بالا باشد۔
 (اگر میرا سر آسمان سے بھی جلگے تو میرے منشاخ کے آستانے کی خاک بھی مجھ سے
 برتر ہے۔)

فرماتے تھے کہ بزرگوں سے اختلاف بھی کیا جائے تو نہایت ادب اور تواضع سے
 اختلاف کرنا چاہئے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کس قدر ادب اور سلیقے سے اختلاف رائے کا
 اظہار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
 ”من کینہ خوشہ چینِ فرمہائے دولِ ایشانم و ردیے زہ بردارِ خواہائے
 فغم اینہا۔۔۔۔۔ اما چہ توان کرد کہ حقوقِ خداوندی جلِ سلطانہ

کتاب خمار زہد پر ایک نگاہ

۱۵۔ مسئلہ نمبر ۱۳ کے بعد زبردست چلانگ لگا کر مسئلہ نمبر ۳ پر آ گئے، مولانا غازی پوری کی چار سو صفحات سے زیادہ اور غیر مقلدین کے ۸۰ اشاذ مذہب بیان کرنے والی اس کتاب میں یہی ایک مسئلہ وہ ہے جس میں مولانا غازی پوری سے واقعہ چوک ہو گئی ہے اس لئے موصوف نے گالیوں کا یہاں انبار لگادیا ہے، ہم اس کو نقل بھی نہیں کر سکتے۔ بہر حال اس پوری کتاب میں واحد یہی ایک جگہ ہے جہاں نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی گالیوں کو صحیح جگہ استعمال کیا ہے۔

(۱۶) مسئلہ نمبر ۲۱ میں جمہور کے خلاف شاذ مذہب کی ہم نوائی کی ہے مسئلہ نابالغ کی امامت کہ ہے غیر مقلدوں کے نزدیک نابالغ بچہ کی امامت فرض و نقل ہر جگہ جائز ہے یہ کسی امام کا مسلک نہیں ہے۔ غیر مقلدوں کا شاذ قول ہے، ابن قدامہ سلفی فرماتے ہیں: ولم یصح ائتمام البالغ بالصبي في الفرض نص عليه احمد۔

یعنی بالغ آدمی کا فرض نماز میں بچے کی اقتدار کرنا صحیح نہیں ہے حضرت امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے، اور یہی چاروں ائمہ کا بھی مسلک ہے مگر میاں جی کی پیروی میں اور ولا جاہ کی اقتدار میں غیر مقلدین نے اسلاف امت کے خلاف یہ مذہب اختیار کیا کہ نابالغ فرض و نقل نماز میں امام ہو سکتا ہے۔

۱۷۔ مسئلہ نمبر ۲۳ میں مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مذہب سونے اور

چاندی کے استعمال کے سلسلہ میں جمہور کے خلاف جو نقل کیا ہے، اس کا جواب اقوال سلف یا صحیح حدیث تو ہو نہیں سکا، صرف ادھر ادھر کی بانگ لگا کر اور گالیاں دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی گئی ہے، موصوف کا یہ خیال ہے کہ ہر مسئلہ کے ضمن میں مثنوی کی عبارت نقل کر دو، اگر کبھی مثنوی غیر غلط لگ گیا ہے تو اس کو بھی مولانا غازی پوری کے عظیم گناہ میں سے شمار کیا گیا ہے اور بظاہر یہ ہے کہ خود خاں صاحب کی عبارت سے جو موصوف نے نقل کی ہے مولانا غازی پوری کی بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے، موصوف کا ترجمہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ خاں صاحب فرماتے ہیں :

۔ اسی طرح سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے روکا گیا ہے، کھانے پینے

کے سوا ان دونوں کے استعمال پر رکاوٹ کی کوئی دلیل نہیں ہے جس کا

خیال یہ ہو اس کی بات بے دلیل ہے قابل قبول نہیں اس لئے کہ ہر چیز کی

اصل حالت ہے، ۲۲۷

نجیب السبیلین سلم نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا خود موصوف نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

اب ذرا مولانا غازی پوری نے اسی مسئلہ کو اپنی عبارت میں جو ذکر کیا ہے اس کو

بھی آپ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا فرماتے ہیں :

غیر مقلدین کے یہاں سونے چاندی کا استعمال صرف کھانے پینے کے برتن

کیلئے حرام ہے اور بقیہ جگہوں پر سونے چاندی کا استعمال مردوں کے لئے

جائز ہے۔

نجیب السبیلین سلم کی نقل کردہ عبارت اور مولانا غازی پوری کی اس عبارت میں کیا فرق

ہے بلکہ نجیب السبیلین سلم کی نقل کردہ عبارت کا ترجمہ تو مولانا غازی کی بات سے بھی طاقت

اور زوردار ہے۔

مگر موصوف اپنی پوری شان غیر مقلدیت کے ساتھ اذا خلاصم فجواکامظاہرہ

کر رہے ہیں، انسوس یہ بیچارے کتاب و سنت اور اسلاف امت کا راستہ چھوڑ کر

کس ڈر پر جا پڑے ہیں۔

۱۸۔ سید نمبر ۲۲ کو نجیب السبیلین سلمہ نے بلا سمجھے بوجھے نقل کر کے گمراہ گھماتا شروع کر دیا ہے۔ مولانا غازی پوری فرما چکے رہے ہیں اور آپ بک چکے رہے ہیں، براہ کما ہے آپ مسند مجھے پھر گالیوں کا بھنڈا رکھو لے۔

۱۹۔ مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ان کا مذہب ہے کہ ہر مصلیٰ کو ہر مصلیٰ کے پیچھے نماز پر مصنیٰ چاہئے، بعض مصلیٰ کے پیچھے بعض صورتوں میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا دلیل میں نواب صاحب کا فرمانِ ذیشان نقل کیا ہے، پھر یہ دکھلایا ہے کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کے مسلک کے خلاف ہے اور المغنی کی متعدد جہاتوں سے اس کو ثابت کیا ہے۔

نجیب السبیلین سلمہ سے اس کا انکار تو ہو نہیں سکا البتہ نواب صاحب کی عبارت کا من مانا ترجمہ کر کے اس کا من مانا مطلب بتلانا شروع کر دیا ہے، آپ فرماتے ہیں: اس عبارت میں دراصل وقت کے ایک مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے مسئلہ ۱۲۱ یعنی نجیب السبیلین سلمہ کا مطلب یہ ہے کہ سید والا جاہ کا یہ مسئلہ دائمی نہیں وقتی مسئلہ ہے، اگر والا جاہ کے فرمان کی اسی طرح تاویل کی جائے لگے تو والا جاہ اپنی قبر میں ترپ جائیں گے۔

والا جاہ تو اپنی دوسری کتاب المروۃ النذیہ میں ہاں ہاں فرماتے ہیں:

والاصل ان الصلوٰۃ عبادۃ تصح تأدیبتھا خلف کل معمل ...

... وان کان الامام غیر متجنب للمعاصی، ولا متورع

عن کثیر مما یتورع عنه غیرہ - ص ۱۸۲

خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر نمازی

کے پیچھے ہو جاتی ہے، اگرچہ امام گناہوں سے بچنے والا نہ ہو اور نہ ان باتوں سے

بچتے والا ہو جن سے بہت سے لوگ بچا کرتے ہیں۔
 خاں صاحب والا جاہ نے اسی بات کو فارسی میں بھی ادا کیا ہے، فارسی کی عبارت
 یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

واصل صحت اقتدائے ہر معنی ہر معنی ست و ہر کر ز اعلم بعض صو رمنوع
 ست بر آوردن دلیل واجب ست و نیست دلیل۔
 اس عبارت کا بھی ماحصل وہی ہے جو عربی عبارت کا حاصل ہے، خاں صاحب
 نے یہ مسئلہ بطور اصل اور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمایا ہے، مگر ہمارے نجیب السبین
 سلمہ نے واصل کا ترجمہ دراصل کہ کے خاں صاحب کی بات ہی مسخ کر دی ہے۔
 ہمارے نجیب سلمہ خواہ جتنا ادھر ادھر کریں امام اہلسنت والجماعت کے
 مذہب سے غیر مقلدوں کا مذہب میل نہیں کھاتا اور مولانا غازی پوری نے صرف اسی
 کو بتلایا ہے۔

(۲۰) مولانا غازی پوری نے فتاویٰ تذیریہ کی ایک عبارت سے جو مولانا سید
 تذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہے یہ بتلایا تھا کہ غیر مقلدین کے اکابر رفع یدین
 اور عدم رفع یدین دونوں کو سنت مانتے ہیں، پہلے تو نجیب السبیلین سلمہ نے
 مولانا کی مذکورہ بات کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی مگر اس کا انکار عین
 دوپہر کے وقت روشن سورج کا انکار تھا اس وجہ سے وہ پسترا بدل کر فرماتے ہیں۔

”صحیح حدیث سے عدم رفع یدین ثابت نہیں۔ ہم نہ امام ابو حنیفہ کو

معصوم مانتے ہیں اور نہ سید السادات کو لاکا بر پرست ان گجوں میں پڑتے

ہیں اور توہمات کا شکار ہوتے ہیں حق پرست نہیں۔“ ۲۳۲

پتہ نہیں نجیب سلمہ کو یہ غلط فہمی کہاں سے ہو گئی ہے کہ والا جاہ اور سید السادات
 کے مقابلہ میں ان جیسے بارشتے کی لوگ بات مانیں گے۔ واہ رے خوش فہمی۔

والا جاہ نواب بھوپالی مولانا سید اسماعیل شہید سے نقل کرتے ہیں :

ولایلام تارکما وان ترکما حدیثاً عمراً (ص ۱۵۱ الروضۃ النذیہ)
یعنی رفع یدین کے تارک پر ملامت نہیں کی جائے کی اگرچہ وہ عمر بھر رفع یدین نہ کرے۔
مولانا اسماعیل شہید کو بھی کل تک مجدد سلفیت کہا جاتا تھا اگرچہ آج ان کے
خلافت بھی غیر مقلدوں نے بدزبانی شروع کر دی ہے، بلکہ شاہ ولی اللہ اور ان کے پورے
نامہ ان پر نفوس بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔

۲۰۱۔ مولانا غازی پوری نے اپنی کتاب میں غیر مقلدین کا یہ مذہب ذکر کیا تھا کہ
ان کے نزدیک پانی نہ ملنے کی شکل میں پانی کی تلاش و جستجو کئے بغیر بلا تاخیر
تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے اور خاں صاحب بھوپالی کی کتاب عرف الجاوی کا حوالہ
دیا تھا، غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے خلاف ہے، اس کا جواب نجیب السبیلین
سلمہ نے گالیوں سے دیا ہے، اور پھر فرماتے ہیں:

سید والا جاہ آسان زبان میں سنت نبوی کے مطابق تیمم کرنے کی حالت
بیان کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے پانی کے نہ ہونے کا علم یا ظن ظن بمعنی علم
و یقین ہے جیسا کہ شرعی اصطلاحی مفہوم محدثین کے یہاں مانا جاتا ہے
یہی تیمم کے لئے معتبر ہے، ص ۲۳۳

مولانا غازی پوری نے کب کہا ہے کہ والا جاہ مشکل زبان میں تیمم کرنے کی حالت بیان کر رہے
ہیں، سوال یہ ہے کہ والا جاہ کا یہ بیان کرنا علماء و محدثین کے نزدیک معتبر بھی ہے مولانا
غازی پوری کا کہنا یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور مسلمین اور قرآن و حدیث کے
خلاف ہے اس کا آپ نے کیا جواب دیا، اب والا جاہ کے مقابل میں امام بخاری کو بھی
غیر مقلدین نظر انداز کرنے لگے ہیں امام بخاری تو صاف فرما رہے ہیں:

التیمم فی الحضرا اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوۃ
یعنی حضریں تیمم اس وقت جائز ہے جب پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا
اندیشہ ہو۔ اور سید والا جاہ فرماتے ہیں کہ پانی کی تلاش و جستجو کی ضرورت

نہیں اگر گمان ہو کہ پانی موجود نہیں ہے تو بلا تاخیر نماز پڑھ لے۔

نجیب السبیلین سلمہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کی جدت و معتبر درجہ علم یا ظن بعدم وجود سارہ راست میں جو ظن کا نقطہ ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ظن بمعنی ظن و یقین ہے اس جہالت پر شفا ہوا ہے کہ وہ مولانا غازی پوری کی کتاب "سائل و مستجیب" کا جواب لکھیں یا۔ حرف تردید موصوف کو نظر نہیں آتا ہے، نواب صاحب اسی سلسلہ کے رہے میں الوضوۃ الندیہ میں لکھتے ہیں :

و یس المراد بعدم الوجود فی ذلک ان لا یجد کابعدا کشف
والبحث و احقاء السؤال بل المراد ان لا یكون معصوم او ظن

بوجود شئ منه هنالك ۹۶

یعنی تیمم میں پانی کے عدم وجود کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تلاش و جستجو کے بعد پانی نہ ملے بلکہ اگر اسے یقین یا گمان بھی ہو کہ پانی وہاں نہیں ہے تو پانی کا عدم وجود مستحق سوگنا۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور محدثین اورائمہ مذاہب کے خلاف ہے اس کا جواب تو نجیب السبیلین میاں صاحب زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہو نہیں سکا البتہ گالیاں دیکر اپنے شاہ مذہب کو قوی دکھلانے کی ضرورت کو شش کی گئی ہے۔

(۲۲) نواب صاحب کے حوالہ سے مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں کا مذہب یہ ذکر کیا تھا کہ ان کے نزدیک شراب پینے والوں کو کوڑا مارنے کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے، غیر مقلدین کا یہ مذہب ہے جمہور کے خلاف ہے جمہور محدثین وائمہ کے نزدیک شراب کی حد متعین ہے۔

نجیب السبیلین سلمہ کی عقل و فہم پر داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ مولانا غازی پوری کی بات ہی کو انہوں نے نواب صاحب کی مزید عبارتیں نقل کر کے اور بھی مؤید کر دیا ہے، مگر اس کے باوجود ان کے منہ سے مولانا کے خلاف گالیوں کا فوارہ ایسا چھوٹ رہا ہے

کڑو مینوں کو شرم آئے، انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں :
 مرچ میاں کو تھرکنا اور رقص کرنا بہت پسند ہے اس لئے محمدیات کے
 کسی شعر کو پڑھنے کی دیر ہے بس تادھنک دھن تاک دھنک دھن
 مرچ میاں شروع ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک منہ نہیں چھوڑتے
 ہیں جب تک پسینہ نہ آجائے (۱) ص ۲۳

یہ مسائل غیر مقلدین مصنفہ مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کا جواب دیا جا رہا ہے، اندازہ
 لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا غازی پوری کی تالیفات غیر مقلدوں کو کتنا حواس باختہ
 کر دیا ہے۔

نجیب البیلین سلمہ بیچ کا ایک مسئلہ چھوڑ کر جس میں انکی زمین تنگ ہو رہی تھی آگے
 بڑھ گئے ہیں اور مسئلہ نبیند پر خامہ فرسائی فرماتے ہیں :

(۲۳) مولانا نے نواب صاحب کی عبارت پیش کی تھی، آب نبیند پاک ست، یعنی نبیند
 کا پانی پاک ہے۔ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ والا جاہ مطلق نبیند کے پانی کو پاک بتلا رہے
 ہیں سکراؤد غیر مسکر کی کوئی قید نہیں ہے۔ مولانا غازی پوری نے اس کو بیان فرمایا ہے کہ
 غیر مقلدین کے یہاں مطلق نبیند کا پانی پاک ہے، غیر مقلدین کے مذہب میں نبیند شراب ہے
 اس کو مولانا محمد اسماعیل سلفی کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جب نبیند کا
 پانی پاک ہے اور نبیند غیر مقلدوں کے یہاں شراب ہے تو یہ شراب ان کے یہاں پاک
 ہوئی۔ مولانا نے جو کچھ کہا ہے اس کا اس بدگو سے جواب نہ ہوسکا، البتہ گالیوں کا بھنڈار
 کھول کر کے رکھ دیا ہے۔ مولانا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

اس فقاہت کی ہمارے پاس قیمت نہیں ہم یہی کہہ سکتے ہیں رقص کرنا ہے
 بقیہ پر

اے یہ بھی طنز و مزاح کی دہی قسم ہے جس پر محدث پرچہ میں اس کتاب پر تبصرہ نگار کے بقول غیر مقلدوں کو
 باوجود ضبط کے ہنسی کا روکنا دشوار ہو جاتا ہے۔

امامت کا حقدار کون اقرار یا اعلم؟

مکرمی و محترمی حضرت مولانا محمد ابو بکر غازی پوری صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

زمرہ پابندی وقت سے مل رہا ہے، خدا کا شکر ہے اس کا ہر شمارہ ایک
نئی آن بان سے جلوہ افروز ہوتا ہے۔ غیر مقلدیت کی حقیقت سے اب تک ہمارے
بہت سے بھائی بے خبر تھے، زمرہ کے شماروں سے ہمیں بہت آگاہی ملی، آپ کی
کتابوں سے غیر مقلدین پریشان ہیں، اب ان کا مشغلہ سب و شتم ہی رہ گیا ہے۔
مرکزی جمعیت اہل حدیث دہلی سے شائع ہونے والے جریدہ۔ ترجمان
اہل حدیث، میں آپ کے خلاف مختلف حضرات کے مسلسل مضامین آ رہے ہیں،
ایک مضمون۔ تقلید کے برگ و بار کے عنوان سے قسط وار آ رہا ہے، مضمون نگار کوئی
نوشعے معلوم ہوتے ہیں زبان بڑی تیز اور طرز نگارش بہت دل آزار، موصوف
آتش زیر پا۔

آٹھویں قسط (۲۰ نومبر ۱۹۹۸ء) میں امامت کے مسئلہ پر بحث ہے، موصوف
کافرانہ ہے کہ حدیث میں اقرار کو پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے، اور فقہ حنفی میں حدیث
کی ترتیب کے خلاف اعلم بالسنۃ کو پہلے رکھا گیا ہے، نیز ثم الاکبر اما والا منفر عفو
لا سند بھی درمختار میں ہے، اس کی تشریح اتنے پھوٹرا نہ ازیں کی ہے کہ اس کو نقل

نہیں کیا جاسکتا، باتیں تو اور بھی بہت کچھ ہیں مگر ان میں اہم یہ دو باتیں ہیں،
براہ کرم آپ ان دونوں باتوں کی اپنے قلم سے وضاحت فرمادیں، بعض حضرات کو
بطور خاص انھیں دو باتوں میں حجاب ہے، آپ کے جواب سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

والسلام

خام انیس الرحمن کریم نگر آندھرا پردیش

نزم

ترجمان الہدیت ہمارے پاس نہیں آتا ہے، کبھی مٹو کبھی دہلی میں اس کی
زیادت ہو جاتی ہے، غازی پور میں ایک صاحب منگواتے ہیں کبھی وہ کم فرماتے
ہیں تو اس سے قلب و نظر کو سرور حاصل ہوتا ہے، آپ کا خط پا کر میں نے یہ شمارہ حاصل
کیا اور دیکھا، مضمون نگار کے بارے میں آپ کا تاثر درست ہے، بیچارے نوشتے
ہی ہیں۔ مطالعہ محدود، فکر سطحی، ذہن آلودہ قلب مریض، قلم بے باک یعنی
موصوف، مضمون نگار میں وہ تمام صفات ہیں جو سلفیت زدہ غیر مقلدیت کا خاصہ
بن گیا ہے۔

نزم کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ ہر شخص کو منہ لگایا جائے اور ہر مخالفت تحریر ہو کہ جواب
دیے جائے، آپ کے مکتوب میں ذکر کردہ ان دو مسئلوں کے بارے میں آپ اور آپ کے
رفقاء کے اطمینان کی خاطر سطور درج ذیل پیش خدمت ہیں۔

امامت میں اعلم کو مقدم کیا جائے یا اقرأ کو سلف دونوں طرف گئے ہیں، انہ
فقہ و حدیث میں جو مذہب حنفیہ کا ہے، یعنی مجدد اقرأ کے مقابلہ میں اعلم باحکام اشترع
کو امامت کے لئے مقدم کیا جائے گا، یہی مذہب امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے
فتح اباری میں ہے :

قال النووی قال اصحابنا الافقہ یعنی امام لؤدی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب
مقدم علی الاقرأ کا کہنا یہ ہے کہ عالم شریعت کو اقرأ پر مقدم

کیا جائے گا۔

(ص ۱۷۱ ج ۲)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے الکافی مالکیہ کی مشہور کتاب ہے اس کی جلد اول ص ۲۱۰ میں اس کی تصریح ہے، اور جو مذہب ان تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا ہے یہی مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فاذا كان الرجلان من اهل
الديانة فايهما كان اعلم
بالكتاب والسنة وجب تقديمه
على الآخر متعيناً -
یعنی اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار
ہوں تو ان میں سے کتاب و سنت کے
واقف کار کو مقدم کرنا متعین طور پر
واجب ہے۔

(فتاویٰ ص ۳۲۱ ج ۲۳)

اور جو مذہب ائمہ ثلاثہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے، وہی مذہب حضرت
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، امام بخاری بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔
باب اهل العلم والفضل احق
یعنی اس کا بیان کہ علم و فضل والے
بالامامة (بخاری)
اہل کے زیادہ حقدار ہیں

اب اگر غیر مقلدین میں عدل پرستی و جرات و ہمت ہے تو اس مسئلہ کو لے کر وہ
فقہ حنفی کے خلاف جتنی فحش کلامی کرتے ہیں وہ تمام بدکلامیاں حضرت امام مالک، حضرت
امام شافعی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ کے خلاف کر کے نکلا
اور ان تمام اسلاف کو کم کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف گردانیں۔

آپ کے مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں

حدیث رسول میں قرآن کے قاری کو اول درجہ دیا گیا ہے لیکن فقہ حنفی میں

یہ کہا جا رہا ہے کہ امامت کا مستحق وہ ہے جو نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو۔

اگر مضمون نگار کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ یہ صرف فقہ حنفی ہی کی بات

نہیں ہے بلکہ یہی جمہور ائمہ فقہ و حدیث اور امام بخاری اور امام ابن تیمیہ کا مذہب ہے۔ اس لئے وہ فقہ حنفی کے خلاف بدزبانی کرنے کے بجائے پہلے امام مالک، امام شافعی، امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے یا حدیث کے موافق۔

مضمون نگار صاحب اقرا کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

جسے قرآن پڑھنے کا علم زیادہ ہو گا یا قرآن زیادہ یاد ہو گا اسے امامت کیلئے منتخب کیا جائے گا پھر جو عالم دین ہو گا وہ امامت کا حقدار ہو گا۔

اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ اقرا کی یہ تفسیر کتاب و سنت کی روشنی میں ہے یا موصوف کی اپنی رائے ہے، اگر کتاب و سنت کی روشنی میں یہ تفسیر ہے تو اس کا حوالہ دیں اور اگر یہ ان کی یا کسی اور کی رائے ہے تو حدیث کے کسی لفظ یا اپنی رائے سے مطلب بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک کہاں سے جائز ہو گیا ہے، دین میں رائے سے کوئی بات کہنا تو غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے، یہ کام تو مقلدین کرتے ہیں۔

دوسری گزارش ہے کہ اقرا کا معنی قرآن کی زیادہ تلاوت کرنے والا لینے سے کون سی چیز مانع ہے، اگر کوئی احکام شریعت اور مسائل نماز سے ناواقف اور جاہل شخص ہذا نہ پانچ پارہ تلاوت کرنے کا عادی ہو اور دوسرا شخص جو احکام شریعت اور مسائل نماز کا واقف کار ہو مگر اس کا روزانہ تلاوت کرنے کا معمول صرف دو پارہ ہے تو اقرا والی حدیث کے پیش نظر پہلے شخص ہی کو نماز میں امامت کرنے کا زیادہ حق ہونا چاہئے نہ کہ اس دوسرے شخص کو اسلئے کہ اقرا پہلا شخص ہے دوسرا نہیں اگر غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے تو اس کا وہ برملا اظہار کریں۔

غیر مقلدین جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں یہ سنا کین حدیث کا نام تو لیتے ہیں

مگر نہ ان کو قرآن کی سمجھ ہوتی ہے اور نہ حدیث کے معانی و مفاہیم کا ادراک ہوتا ہے وہ الفاظ کے ظاہر کو دیکھ کر اپنا من مانا فیصلہ کر لیتے ہیں، انہوں نے مسلم شریف کی حدیث میں اقرا کا لفظ دیکھ لیا بس لگے اچھلنے کو دے اور بدذبان کی دوکان سہلانے، حدیث میں اقرا کا کیا مطلب ہے اس کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنئے ابن تیمیہ مسلم شریف کی اقرا والی حدیث نقل کر کے اقرا کا مطلب جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے :

فما مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
بتقدیرہ الا فضل بالعلم بالکتاب امر فرمایا کہ جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو
(فتاویٰ ص ۲۵۷ ج ۲۳) اس کو امامت میں مقدم کیا جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک اقرا کا مطلب کیا ہے اور غیر مقلدین اقرا کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں اور اپنی اس حدیث والی کے بل بوتے پر فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ جمہور ائمہ فقہ حدیث، اور امام بخاری و امام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف یہ میدان میں آکر دتے ہیں، واہ رے جرات و ہمت۔

ان غیر مقلدوں کے حق میں فیصلہ خداوندی غالباً یہی ہے کہ وہ اکابر و اسلاف فقہاء و محدثین کے خلاف اپنی زبان کو بے لگام کریں اور اس طرح وہ خدائی غضب کے مستحق قرار پائیں۔

اللہم انی اعوذ بک من غضبک و سخطک

ناظرین شاید آپ کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اقرا کا لفظ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کیلئے وارد ہوا ہے، اور اعلم کا لفظ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنی جگہ جس کو امام مقرر فرمایا تھا وہ "اعلم" یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے "اقرا" یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں تھے، گویا آپ نے عملاً اپنی زندگی

کے بالکل آخری ایام میں یہ فیصلہ فرمایا کہ امامت کا زیادہ مستحق اقرأ کے مقابلہ میں علم ہے، اس واضح حقیقت سے غیر مقلدین نے آنکھیں بند کر لی ہیں اور انھوں نے مذہب حنفی کے خلاف بدزبانی ہی کو دین کی اصل خدمت سمجھ رکھا ہے جہاں کو ہدایت دے۔ ناظرین سے یہاں ایک بات اور عرض کرنی ہے، غیر مقلدین جس حدیث سے اس مسئلہ میں استدلال کرتے ہیں وہ مسلم شریف کی حدیث ہے، ہیں ایک حدیث بخاری شریف میں بھی نظر آئی، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوئی، ہمارا قیام آپ کے پاس بیس روز رہا جب ہماری واپسی کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تاکید و ہدایت فرمائی، آپ نے ہم سے فرمایا :

وَإِذَا حَضَرْتَ الصَّلَاةَ فَلْيُؤْذِنْ لَكَ أَحَدُكُمْ وَلِيُؤْمِ أَكْبَرُكُمْ۔
یعنی جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو (بخاری مع فتح الباری ص ۱۰۰ ج ۲) وہ امامت کرے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں صہان حکم فرما رہے ہیں کہ جو بڑا ہو وہ امامت کرے، یہ بخاری کی روایت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مسلم شریف کے مقابلہ میں بخاری شریف کا درجہ اونچا ہے، غیر مقلدین جو بخاری سے محبت کا دم بھرتے ہیں انھوں نے اس مسئلہ امامت میں جو بخاری کا مذہب ہے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور بخاری شریف میں جو روایت ہے اس سے بھی آنکھ پھیر لی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی اس مذکورہ روایت سے غیر مقلدین نے جو نہ پھیر لیا ہے اس کا ان کے پاس معقول عذر کیا ہے، کیا غیر مقلدین کرم فرما کر ہیں اس سے آگاہ کریں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فقہ حنفی کا مسئلہ فرمان رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے اور جو فقہ حنفی کا مسئلہ ہے وہی امام مالک، امام شافعی،

امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کا بھی مذہب ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر اس بات کے حق ہونے پر مہر بھی ثبت فرمادی، غیر مقلدین کا اس بارے میں سارا شور و غوغا نہایت حمار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے اس کی طرف ملتفت ہونے کی ہمیں قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

اب آئیے دوسری بات کی طرف
موصوف مضمون نگار نے تم الاکبر راساً والا صغر عضوا کا جو مطلب سمجھا ہے وہ ان کی فقہ دانی کی عجیب و غریب مثال ہے، درخت کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور موصوف اس کا مطلب کیا سمجھ رہے ہیں^(۱)، موصوف نے درخت کی عبارت میں لفظ عضو دیکھ کر اردو والا عضو مخصوص یعنی مخصوص شرم گاہ سمجھ لیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر محض کلامی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے کہ شرافت انسانی سر پرٹ کر رہ جاتی ہے

(۱) اس کی شرح صاحب رد المحتار نے یہ کی ہے لانه يدل على كبر العقل - یعنی مع مناسبتہ الاعضاء له والا فلو فحش الراس كبر والا اعضاء صغرا كان دلالة على اختلاف كبر مزاجه المستلزم لعدم اعتدال عقله، یعنی سر کا بڑا ہونا عقل کی زیادتی کی علامت ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بقیہ اعضاء سے تناسب برقرار ہو۔ ورنہ اگر بقیہ اعضاء بہت چھوٹے ہوں اور سر ان کے مقابلہ میں بہت بڑا ہو تو یہ اسکے مزاج کی ناہمواری اور عقل کی بے اعتدالی کی علامت بن جائیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ والا صغر عضوا میں عضو سے مراد سر کے علاوہ بقیہ اعضاء بدن ہیں نہ کہ عضو مخصوص اسلئے کہ الاکبر راساً والا صغر عضوا ملا کر ایک خال بنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سر کا بڑا ہونا اسی وقت محسوس ہوگا جب کہ بقیہ تمام اعضاء کے مقابلہ میں اس کی بڑائی بادی النظر میں محسوس ہو۔ نہ کہ ایک خاص عضو سے تعاقب مقصود ہوگا۔ علامہ شامی نے اس احتمال کو یکسر ستر کر دیا ہے اور اس کے ذکر کو کبھی مناسب نہیں قرار دیا۔ مراد ہونا تو دوسری بات ہے۔

ان کی ہدگوئیوں، ٹھٹھا اور تمسخر کا جواب تو نہیں دیا جاسکتا کہ ہمارے پاس نہ موصوف
 کا مخصوص قلم ہے اور نہ ان کی مخصوص زبان البتہ ہم موصوف سے یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے
 فقہ و حدیث میں عضو کا لفظ بول کر مخصوص شرم گاہ کا معنی کہاں مراد لیا گیا ہے کسی
 بھی فقہ کی کتاب یا کسی بھی حدیث کی کتاب سے اس کی صرف ایک مثال پیش
 کر دیں کہ عضو بول کر اس کا معنی مخصوص شرم گاہ لیا گیا ہے۔

در مختار کی عبارت سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو خود اسی جگہ اس کی شرح میں نظر
 آجاتا کہ جس نے عضو سے مخصوص شرم گاہ سمجھا ہے اس نے غلط سمجھا ہے۔ عبارت
 کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو مضمون نگار کے ذہن میں ان کی کج فکری اور خباثت
 نفس کی وجہ سے جم گلی ہے، اس عبارت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ حدیث میں
 موجود لوگوں میں بہتر افراد کو امام بنانے کا حکم موجود ہے، اور بہتر اوصاف میں سے
 ایک وصف آدمی کا عقل و فہم اور تناسب اعضاء میں ممتاز ہونا بھی ہے، اس وجہ
 سے اگر مختلف جہات سے لوگ برابر ہوں تو یہ بھی دیکھا جائے گا کہ عقل و فہم اور
 تناسب اعضاء کے لحاظ سے کون بڑھ کر ہے، اگر اس وصف میں کوئی ممتاز نکلا تو
 اس کو امامت میں مقدم کیا جائے گا، اور چونکہ عقل و فہم ایک باطنی چیز ہے اس کا
 ادراک علامتوں سے ہوگا، اور انھیں علامتوں میں سر کا بڑا ہونا اور اعضاء بدن کا
 متناسب ہونا بھی ہے اس وجہ سے فقہ کی کتابوں میں اس کا بیان ہے، اور یہ بیان
 بھی حدیث کی روشنی میں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 اجعلوا ائمتھم خیارکم (قادی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۵۷)
 یعنی جو تم میں کے بہتر ہوں ان کو امام بناؤ، ایک دوسری حدیث میں آپ کا
 ارشاد ہے۔

اذا ام الرجل القوم وفہم من
 ہو خیر منه لم یزالوا فی سفال
 اگر ایسا ہو کہ لوگوں کی امامت بہتر کی موجودگی
 میں دوسرا کرے گا تو لوگ ہیشہ پستی

میں رہیں گے۔

(ایضاً)

ان حدیثوں کی روشنی میں فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل واضح ہے، آدمی کے متنازعہ اعضا والا اور صاحب عقل و فہم ہوتا ایسا مصنف ہے جس کی بہتری و خوبی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مسئلے کی اہمیت کی ترتیب یہ اس کی بھی معایت ہوگی اور یہ معائنہ میں حدیث کے مطابق ہے، مگر غیر مقلدوں کا حال تو یہ ہے کہ ان کو اصل مصنف بھی نہ ہر ہلاہل ہی نظر آتا ہے، اور چونکہ مزاج فاسد ہے اس وجہ سے شراب پھوسیں ان کو مارا، آسن کی بد مزگی اور کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے، اور اسلاف کی شان میں بدگوئیاں ان کا مقدر بن گیا ہے اس وجہ سے ان کو اپنی زبان و قلم پر قابو نہیں رہ گیا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ان کی فحش گوئی کے جواب میں انہ لا یعنینا کہہ کر آگے بڑھ جائے، اور غیر مقلدین کے لئے دعا بھی فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم دکھائے وہ فحش باتوں سے نکلیں اور اسلام کی شاہراہ حق پر آجائیں، اس وقت خلوص کے ساتھ غیر مقلدین کیلئے دعا خیر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

بقیہ ۲۷ کا

تو پھر زہ کی زنجیر نہ دیکھ، ناچے من کا مور بھی اور جیا بھی ناچے، ناچے اتنا ناچے کہ انگنائنگ ہو جائے دھرتی کا، ناچتا ہے تو دین دھرم کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں بس گھنگر و کافی ہے! ۳۳۸

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا غازی پوری کی کتابیں غیر مقلدوں کے حق میں کیسا ہم کا گور ثابت ہوئی ہیں کہ یہ بیچارے عقل و ہوش گم کر چکے ہیں، پاگل اور دیوانے بن گئے ہیں، اس مسئلہ میں مولانا نے کیا لکھا ہے اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

مجلد اول جمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب فریبی کون؟

محترم المقام مولانا محمد البوکر غازی پوری صاحب دام مجیدہ

سلام سنون و نیاز مقرون

خدا کرے مزاج ساری بخیر ہو، کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ، زمزم کے سارے
شمارے مل گئے۔ جزاک اللہ وبارک اللہ۔

ترجمان اہلحدیث دہلی میں غالباً ۴۲ اشعبان کے شمارے میں غیر مقلد عالم
رضار اللہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، اس کا عنوان ہے، فریبی کون؟
زبان بڑی خراب ہے، یعنی وہی جو غیر مقلدیت اور شیعیت کا خاصہ ہے، اس
لحاظ سے تو خیر وہ مضمون قابل توجہ نہیں ہے، مگر وقفہ کا وزن ہلکا کرنے کیلئے اس
مضمون میں کوشش کی گئی ہے اور یہ تاثر پیدا کیا گیا ہے کہ وقفہ میں سہسوانی کی
جہارت میں قطع و برید کیا گیا ہے۔ سہسوانی کی کتاب کا فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ مولانا
نور الدین یا آپ کے قلم سے اس کی کچھ وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے، امید ہے کہ یہ گزارش
قابل توجہ ہوگی۔
(بین مفتاحی درمختل)

زمزم -

ترجمان اہلحدیث میں جماعت احناف یا ہمارے خلاف جس زبان اور تحریر میں
مضامین شائع ہو رہے ہیں، ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس قسم کے مضامین کا براہ راست
کوئی نوٹس نہیں لیں گے، اور نہ ایسے لوگوں کو مخاطب بنائیں گے، اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بد زبان اور بد گو نہیں تھے مگر رنجیدہ ہیں اور آئین بالجہر پر حدیثیں سناتے والے اخلاقیات کے بارے میں ساری حدیثیں پی گئے ہیں، خدا ان کو سمجھ اور عقل دے ترجمان الہمدیث مرکزی جمعیت الہمدیث کا پرچہ ہے اور اس میں اس سطح کے مضامین شائع ہوں، حدود و تعجب کی بات ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری کتابوں نے غیر مقلدیت کے مرکز تک کو ہلا دیا ہے۔ اب گالیاں دے کر اور یہ زبانیاں کر کے ہیں خاموش کرنا چاہتے ہیں، کسی کو پسپا کرنے کی یہ بھی ایک تکنیک ہے۔

ڈاکٹر رضا اللہ کا ہم نے مضمون پڑھا ہے، اس میں سوائے لغافی اور گالی کے ہمیں کچھ نظر نہیں آیا، سہسوان صاحب کی کتاب میاۃ الانسان کا جو نوٹ دیا گیا ہے وہ نسخہ بقول رضا اللہ مطبع نجد تجاریہ ریاض کا طبع شدہ ہے بغیر مقلد جو اپنے علماء کی کتابوں کی نئی اشاعت کو ارہے ہیں اس میں زبردست گھٹلا کرتے ہیں خلاف مطلب عبارتوں کو حذف کر دینا، عبارتوں میں کاٹ چھاٹ کرنا، اصل عبارت کی جگہ دوسری عبارت لگا دینا غیر مقلدین یہ کام آج کل بڑی ہشیاری اور بے حیائی سے کر رہے ہیں، کبھی چپکے سے اور کبھی علانیہ یہ حرکت کرتے ہیں، اس لئے ان کی کتابوں کے نئے نسخوں پر ہرگز اعتبار نہیں رہ گیا ہے، پرانے نسخوں سے ملا لینا ضروری ہے۔

اتاج المکمل نواب مدین حسن خاں صاحب کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا نیا ایڈیشن مکتبہ دار السلام ریاض سے شائع ہوا ہے، اس میں یہی حرکت کی گئی ہے، دسیوں جگہ حذف و اضافہ قطع و برید کا عمل دہرایا گیا ہے۔ ناشر خود اعتراف کرتا ہے کہ کتاب ہے۔

ثم اثناء العمل ربما اضطررنا الى بعض التصرف فيما دون
العشر عداً، وذلك تمكياً بالتوحيد ودفاعاً عن عقيدتنا عقيدة اهل
السنة والجماعة، بدون اخلاق بالمقصود من غير قصد في الامادة

التالیفۃ حیث حذفنا و احیاناً علقنا علی بعض الاخبار الی تخالف
السلفیۃ خلافینا فلیعلم هذا۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس کتاب کو شائع کرتے وقت دسیوں جگہ تصرف
کرنے پر ہم مجبور ہوئے ہیں، ہمیں توحید اور اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ کی حفاظت
کچھ خاطر ایسا کرنا پڑا جہاں ہم نے عبارتوں کو حذف کیا ہے مقصود میں خلل نہیں
آنے دیا ہے۔ بعض واقعات پر جو مہر احتساب سلفیت کے خلاف تھے ہمیشہ ماسشیہ
بھی لگا کر ڈالا ہے، (۱)

یعنی اب التلخیص المکمل کے نئے نسخوں اور پرانے نسخوں میں زبردست
فرق ہو گیا ہے۔ اعتبار ان نئے نسخوں کا نہیں پرانے نسخوں کا ہو گا۔

اسی طرح نواب صاحب بھوپالی کی ایک دوسری مشہور کتاب المخطیہ، اس کا
جو بیروت سے نیا نسخہ شائع ہوا ہے اس میں اور پرانے نسخہ میں زبردست فرق
ہے، مثلاً ایک جگہ نواب صاحب محمد ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں بڑی سخت
بات لکھتے ہیں جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

اشہرہا ما ینکر علیہ فصلتان کبیرتان الاولی تکفیر اهل الارض
بمجرد تلقیقات لا دلیل علیہا والثانیۃ علی التجاری علی سفک الدنم
المعصوم بلاحجۃ اقاہۃ برہان (المخطیہ ص ۷۷)

یعنی ابن عبد الوہاب نجدی میں در بڑی (بری) عادت تھی، ایک یہ کہ وہ محض جھوٹی

لے اس سے بقول ناشر فاضل صاحب بھوپالی مجدد غیر مقلدیت کی سلفیت کی حقیقت واضح ہو گئی
اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ موصوف کے اہلسنت و الجماعت میں سے ہونے کی حد تک خود غیر مقلدین
اور عرب سلفین کی نگاہ میں کیا تھی، انہوں نے اپنے ان بزرگوں پر نگاہ نہیں پڑائی اور ان کا رد یوں ہی
مقام سے بحث کا شروع نہیں کیا۔ وہیں کہتے ہیں۔

بچی باتوں کی وجہ سے جس کی کوئی سند نہ ہوتی مسلمانان عالم کی تکفیر کیا کرتا تھا
اور دوسری کہ بے قصوروں کا خون بہا ہے پر بڑا جری تھا، بلا وجہ بلا دلیل
وجہت خون بہاتا تھا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں خاں صاحب بھوپالی مرحوم کا یہ بڑا
سمت و بیمارک تھا جس سے عرب مالک اور سعودیہ میں دنیا نے غیر مقلدیت
بدحواس ہو رہی تھی تو یاروں نے جلدی سے اس کا نیا اڈیشن طبع کرایا اور خاں
صاحب کی اس قسم کی ساری باتوں کو جن سے شیوخ عرب کا مزاج نالاک برہم ہوتا
اس نئی طباعت میں حذف کر دیا۔

اس لئے ان کی نئی کتابوں سے اعتبار اٹھتا جا رہا ہے ہمیشہ قدیم نسخے
ملاش کریں اور اس سے عبارتوں کو ملائیں۔

غیر مقلدین کی بددیانتی کا عالم یہ ہے کہ یہ دوسروں کی کتابوں میں بھی تصرف
کر دیتے ہیں اور عبارت کچھ ہوتی ہے اور بنا کچھ دیتے ہیں، غنیۃ الطالبین شیخ
عبدالقادر جیلانی کی شہور کتاب ہے، اس میں تراویح کے بیان میں صاف لکھا
ہے، کہ تراویح بیس رکعت ہے، تین وتر ہے، کراچی میں اہلحدیث جماعت کے افراد
نے جب اپنے انتظام میں اس کی نئی اشاعت کرائی تو بیس کی جگہ آٹھ رکعت تراویح
بنادیا۔

اس لئے دوسروں کی کتابیں اگر غیر مقلدوں کے زیر انتظام شائع ہوں تو
اس پر ہرگز اعتبار نہ کریں جب تک کہ اصل اور قدیم نسخوں سے ملا نہ لیں۔

غیر مقلدوں کی اس قسم کی ناپاک حرکتیں بہت ہیں ہم چاہیں تو اس پر ایک
کتاب لکھ سکتے ہیں۔ اب ان کی بددیانتی خیانت ہیرا پھیری حذف و اختصار کی بالکل
سازہ مثال ملاحظہ فرمائیے۔

غیر مقلدین نے بڑی بڑی ترکیبوں سے (جس کی تفصیل بیان کرنا اس وقت

غیر ضروری ہے) ایک غیر مقلد پاکستانی عالم کی لکھی ہوئی تفسیر اور مشہور غیر مقلد عالم
 مولانا جواگدھی کا ترجمہ مدینہ منورہ سے شائع کرایا ہے، چونکہ اصل تفسیر میں بہت
 سی ایسی باتیں تھیں جو اہل سنت والجماعت اور سعودیوں کے عقائد سے ٹکراتی تھیں نیز
 بہت سی باتیں وہ تھیں جو صراحتاً اسلام کے اصول کے معارض اور مخالف تھیں اور
 بہت سی باتیں وہ تھیں جو غیر مقلدیت کا خاصہ اور علامت بنی ہوئی ہیں یعنی بزرگوں
 اور ائمہ دین کی شان میں گستاخی کی باتیں، چونکہ اصل تفسیر میں ان باتوں کی موجودگی
 میں وہ تفسیر اور ترجمہ مدینہ سے شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ تو وہ غیر مقلد عالموں نے
 بیٹھ کر اور جم کر اصل تفسیر میں پچاسوں جگہ کاٹ پیٹ کر دیا اور بہت سی جگہ عبارت
 حذف کر دی بہت سی جگہ عبارت بڑھادی، بہت سی جگہ عبارت میں تبدیلی پیدا کر دی
 یہ عمل بلابالغہ پچاسوں جگہ کیا گیا ہے، نمونہ کے طور پر دو ایک جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) (سورہ نسا، آیت ۲۴ ص ۵۷ حاشیہ نمبر ۱)

نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ عام تھا جسے قرآن نے بند
 نہیں کیا اس دور میں قیدیوں کے لئے کوئی بین الاقوامی قانون تو تھا نہیں اس لئے
 یہ اس دور کے اعتبار سے بہترین حل تھا۔

چونکہ نشان زدہ عبارت اسلامی اصول و مبادی کے بالکل خلاف تھی اس لئے
 مدینہ منورہ سے جو نسخہ شائع ہوا ہے اس میں نشان زدہ عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے۔
 (۲) سورہ احزاب آیت ۴۲ ص ۵۵ کے حاشیہ نمبر ۱ میں اصل تفسیر میں لکھا

لیا ہے۔

”حکمت سے مراد احادیث ہیں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس
 صواب سے کہ ہے کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی متلو ہے
 اس عبارت کو نئے اڈیشن میں اس طرح کر دیا گیا ہے۔
 حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جا سکتی ہے۔“

مفسر انہیں کہ بات کیا تھی اور کیا بنادی گئی، غیر متعلقہ بن کو ڈر تھا کہ
سودی کا یہ تسلیم کرنے والے نہیں ہیں کہ حدیث کا مدجہ قرآن کے برابر ہے،
پس یہ اہل نے اس کو حذف کر کے بات کو بالکل الٹ دیا۔

(۳) سورہ نمل آیت ۲۴۹ حاشیہ، یہ عبارت تھی
احناف اور بعض فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ گھوڑا بھی اس طرح
حرام ہے جس طرح گدھا و خیر۔

مگر چونکہ یہ بات احناف کے خلاف بیجا الزام تراشی تھی اور جھوٹ کہی گئی
تھی اس وجہ سے نئے اڈیشن میں احناف کا لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

یہ تین مثالیں سنیں نمونہ ہیں ورنہ جیسا کہ عرض کیا گیا پچاسوں جگہ اصل تفسیر
کے خلاف مدینہ والے اڈیشن میں زبردستی ہیرا پھیری کی گئی ہے، اس لئے غیر متعلقہ بن
کی کسی بھی کتاب کے نئے اڈیشن پر آپ بھر دیکھ نہ کریں اگر اس کتاب کا اصل اور
قدیم نسخہ ہو تو ضرور اس سے مقابلہ کر لیں۔

ہم سائنس انسان کا جو فوٹو شائع کیا گیا ہے وہ قریم نسخہ سے نہیں بلکہ
جدید اڈیشن کا ہے، مولانا رضا الرحمن صاحب سے گزارش ہے کہ قدیم نسخہ کا فوٹو
شائع کریں پھر ان کے حضور میں یا تو اپنی غلطی کا اعتراف کر دیا جائے گا یا خادمانہ اور
غایب زانہ کچھ گزارش پیش کی جائے گی، میں نے جس نسخہ سے عبارت نقل کی تھی وہ
کتب خانہ دارالعلوم منو میں ہے رمضان کے مہینہ میں مدرسہ بند ہے اس لئے اس کی
راجعت نہیں جاسکتی اب یہ بھی ذہن میں نہیں ہے کہ وہ کس سنہ اور کس مکان کا
طبع ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ظہر شیرازی سلمہ اللہ بھی کچھ لکھ رہے ہیں ممکن ہے کہ ان کی
تحریر میں کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے۔
اور جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ میری گفتگو تو مل کے ساتھ ہے۔

مجلد ۱۔ جمل مفتاحی

ظہار شادی

خمارِ سلفیت

قصیدہ اصول الشاشی کا اور رضا راشد پی ایچ ڈی کا

میٹا۔ بابی، اصول الشاشی کا قصیدہ سلج گیا پی ایچ ڈی رضا راشد کی فتح ہو گئی،
 راکتوبر کے ترجمان اہلحدیث میں اصول الشاشی کا نوٹو آ گیا ہے۔
 باب۔ میٹا جو نوٹو شایع ہوا ہے اس میں عربی عبارت کم ہے اردو ہی اردو
 نظر آتی ہے، کیا اصول الشاشی اردو میں ہے؟ پی ایچ ڈی رضا راشد
 نے تو قصیدہ الجھاد دیا ہے، اردو شرح جو مولانا افتخار کی ہے، اس کا نام
 اصول الشاشی رکھ دیا ہے، ان کو اس کا پتہ نہیں تھا کہ کتاب اور
 کتاب کی شرح دو الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں۔ شرح سے کسی چیز کو نقل
 کر کے اصل کتاب کا نام لینا اور صفحہ کا حوالہ بھی غلط دینا یہ احمقوں کا کام تو
 ہو سکتا ہے عقلمندوں کا نہیں۔

میٹا۔ خیر یہ تو عارضی بحث ہے واقعی رضا راشد پی ایچ ڈی نے ایک نئی رسم
 پیدا کی ہے، شرح والے نسخہ کو اصل کتاب سمجھ کر حوالہ دیا جائے محققین
 ایسا نہیں کرتے جہاں سے جو چیز نقل کرتے ہیں حوالہ اسی کا دیتے ہیں شرح
 سے نقل کیا تو شرح کا اور اصل کتاب سے نقل کیا ہے تو اصل کتاب کا حوالہ

دیا جاتا ہے، مگر جو اصل بحث ہے اس میں تو پی ایچ ڈی رضا الشری نے بازی ماری اور اصول الشاشی کا جو مطلب انھوں نے سمجھا تھا مولانا افتخار دیوبندی نے بھی اپنی شرح میں وہی مطلب بیان کیا ہے۔

باب - بیٹا ہیں رضا الشری پی ایچ ڈی سے اختلاف ہے۔ مولانا افتخار دیوبندی اصول الشاشی کی عبارت کا ترجمہ جو بھی کریں اور اس کا مطلب جو بھی بیان کریں ہم اہل حدیث لوگوں کی حق پسندی تو یہ ہے کہ کسی دیوبندی مولوی کا سہارا لینے کے بجائے اپنی عقل اور اپنے علم کو کام میں لائیں، دزم میں طہ اشیرازی نے اصول الشاشی کی عبارت کا جو مطلب بیان کیا ہے وہی صحیح ہے پی ایچ ڈی رضا الشری ہوں چاہے مولانا افتخار دیوبندی دونوں نے عبارت کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ دیکھو متنازع فیہ عبارت یہ ہے۔

والقسم الثاني من الروايات هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كابي هريرة والنس۔ اس کا ترجمہ درست وہی ہے جو طہ اشیرازی نے کیا ہے، رضا الشری پی ایچ ڈی صرف بات بنا رہے ہیں اور مولانا افتخار دیوبندی کی تقلید کر کے اور ان کا سہارا لے کر تم جیسے سادہ لوح اہل حدیثوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور اپنی علمیت کی دھاک جمانا چاہ رہے ہیں، اصول الشاشی کی عبارت میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی عدم فقاہت کا راز نہیں الا یہ کہ بس صرف اس کا تذکرہ ہے کہ یہ دونوں حضرات فقہ واجتہاد میں معروف نہیں تھے معروف نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فقیہ و مجتہد نہیں تھے۔

بیٹا - اباجی مگر وہ عبارت بھی تو دیکھئے جس کو دزم پرچہ میں چھپایا گیا تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصول الشاشی والے کے نزدیک حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہؓ کے فتویٰ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وہ عبارت یہ ہے۔ **ذاذا صحت روايتا مشلھما عندك فان وافق
المخير القياس فلا خفاء في لناوم العمل به وان خالفه كان
العمل بالقياس اولیٰ۔**

باپ۔ بیٹا اس عبارت کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ
کے فتویٰ کا اعتبار ہوگا، پی ایچ ڈی رضا اللہ مولانا افتخار دیوبندی کی
تقلید میں اپنے علم کا کباڑہ کیوں کر رہے ہیں، وہ تو پی ایچ ڈی ہیں۔
پی ایچ ڈی ہو کر وہ تقلید کریں مولانا افتخار دیوبندی کی اور عدم تقلید
کا جھنڈا بھی اٹھائے پھر۔

بیٹا۔ اباجی آپ اپنی بات کی وضاحت کریں تاکہ ہماری سمجھ میں آپ کی بات پوری
طرح آجائے۔

باپ۔ پہلے ذہن کو صاف کر داور عبارت کے ترجمہ پر نگاہ جماؤ، عبارت کے
پہلے حصہ کا ترجمہ یہ ہے، اگر حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہما سے صحیح طور پر کوئی روایت پہنچے اور وہ قیاس کے موافق بھی ہو تب تو
اس روایت پر عمل کرنا بلا شک و شبہ لازم ہے۔

اتنے حصہ پر غور کرنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور
حضرت انسؓ کا کوئی فتویٰ صحیح سند سے پہنچے اور قیاس کے موافق بھی ہو
تو اس فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہوگا اس وجہ سے کہ اولاً تو ان حضرات کا قول
و فتویٰ ہی حجت ہے دوسرے قیاس کے موافق ہونے کی وجہ سے اس میں
قوت مزید پیدا ہو گئی ہے۔

اب دوسرے حصہ کا ترجمہ سنو۔

اور اگر ان حضرات کا قول و فتویٰ قیاس کے خلاف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔
یہاں درجیت کا لکھنا اس لیے، مہمانی کا فتویٰ اور قیاس، یہ دونوں چمیزیں

اصول الشاشی کے مصنف کے نزدیک حجت ہیں مگر جس وقت یہ دونوں دلیلیں ٹکرائیں، یعنی قیاس کا تقاضا کچھ اور ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام کا فتویٰ کا تقاضا کچھ اور ہے، تو اگرچہ دونوں ہی حجت ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنا جائز ہے، مگر مولیٰ الشاشی کے مصنف کا نتیجہ یہ ہے کہ اس ٹکراؤ کی شکل میں قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کے قول و فتویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے غیر اولیٰ کا مطلب غیر جائز لینا۔ دماغی خلل کی پیداوار ہوگا، اس کو یوں سمجھو کہ اگر دو حدیث کے مضمون الگ الگ ہوں، اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں مگر ایک حدیث کا مضمون قیاس کے موافق ہے تو اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا جو قیاس کے موافق ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری حدیث کا انکار کیا جا رہا ہے، یا اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا یا دوسری صحیح حدیث کی حجت ہونے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ بات صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کی ہے، حجت ہونے اور نہ ہونے کی نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی، آپ کی بات بالکل سمجھ میں آگئی یعنی جیسے دو حدیثیں صحیح ہو اور ایک کے مضمون کی تائید قرآن کے مضمون سے بھی ہو رہی ہے اور دوسرے کی نہیں تو اگرچہ دوسری حدیث پر عمل کرنا بھی درست ہے مگر اہل علم کے نزدیک پہلی حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ تعجب ہے کہ پی ایچ ڈی رضا رائے ایسی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھتے اور دوسروں اور وہ بھی دیوبندی مولویوں کی تقلید میں بہک جاتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا بات یہ ہے کہ آج کل ڈوبلیکیٹ پی ایچ ڈی تیار ہو رہے ہیں جنکے پاس ڈگری ہوتی ہے علم نہیں۔

بیٹا۔ تو کیا پی ایچ ڈی سارا اللہ بھی ڈوبلیکیٹ پی ایچ ڈی ہیں؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

تفسیر کتاب تلوح کا اور رضا رائے پی ایچ ڈی کا

بیٹا - اباجی - ہمارے پی ایچ ڈی رضا رائے واقعی کمال کے آدمی ہیں انھوں نے متکلمین کے منہ پر زبردست چیت لگائی ہے، اور تلوح کی عبارت سے ثابت کر دیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی اہلحدیثوں کے مذہب کی طرح صحابی کا قول حجت نہیں ہے -

باپ - میں نے ترجمان کا وہ شمارہ دیکھا ہے جس میں یہ عبارت ہے مگر انھوں نے تو حوالہ دیا ہے ضمیر کے بکران کا، اور ضمیر کے بکران والے نے حوالہ دیا ہے تلوح کا تو پی ایچ ڈی رضا رائے نے اصل کتاب تو دیکھی نہیں ہے، معلوم نہیں ضمیر کے بکران والے نے حوالہ سمجھ دیا ہے یا غلط وہ بڑے بکران آدمی ہیں - آنحضرت کی حدیث تک میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے ہیں، تم نے مدعیہ میں سابقہ حدیث کا محدثہ پرچہ میں وہ مضمون نہیں دیکھا تھا جس میں انہوں نے اثبات کیا تھا کہ اس ضمیر کے بکران والے بکران نے لفظ یہ غلطی کا یہ حدیث رسول میں یہاں طرف سے اضافہ کر دیا تھا، اور ان کے بکران پنے کی شان تو خود ضمیر کے بکران نامی ان کی کتاب میں ہے - وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی سلفی اور اہلحدیث تھے، ان کا ارشاد سنو فرماتے ہیں -

”الساؤن کے مورث علی حضرت آدم سموا رسولوں اور نبیوں کی طرح

اہل حدیث - ۱۳۵

اور اسی بکران کی کتاب تنویر الآفاق میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نہیں تھے، ان کی پیدائش کوئی ساہوئی تھی اور نہ ان کی نشوونما کو ذیہ ہوئی تھی -

تو جو ایسا بکرانی اور عقل کا ادب انسان ہو اس کی بات کا کیا اعتبار۔
 میث۔ اگر حوالہ درست ہو تو پھر متاثرین کیا کریں گے؟

باب۔ ہمیں مقلدین کی فکر کرنے سے بچنا چاہیے۔ پس فکر کرنی چاہئے کہ تحقیق کریں
 کہ حوالہ صحیح ہے یا غلط۔ آگے پیچھے کی عبارت بھی دیکھیں اس سے کہ بکرانی
 صاحب کے ذہن کا اعتبار ہے اور نہ عقل کا بکرانی۔ جب نے جو عبارت نقل کی ہے
 وہ غلط ہے اسلئے ان کے حوالہ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھو عبارت
 یہ ہے لا تجعل قول الصحابي حجة الخ

یہاں لا تجعل جو ذکر حاضر یا موش غائب کا صیغہ ہو سکتا ہے اس کا ترجمہ
 کچھ بننا ہی نہیں، ضمیر کے بکران والے نے بلا سمجھے بوجھے اس کا ترجمہ کیا ہے
 پی ایچ ڈی صاحب نے بھی اس پر غور نہیں کیا اور حوالہ غلط ہونے کا شبہ
 یوں بھی ہو رہا ہے کہ تلمیح میں صراحت ہے۔

وقول الصحابي ونحو ذلك فراجع الى الاربعة
 یعنی صحابی کا قول اور اس کے مثل امور اولہ اربعہ کی طرف راجع ہیں۔

(صفحہ ۱۰۹) مطبوع مصر

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس طرح اولہ اربعہ یعنی کتاب و سنت
 اجماع اور قیاس حجت ہیں اسی طرح صحابی کا قول بھی حجت ہے۔
 اور اسی کتاب کی نسبت یہ دوام میں اس سے زیادہ صراحت ہے۔

بمخلاف قول الصنابي فانه حجة لاحتمال السماع وزيادة
 الامابة في الراي ببركة صحبة النبي صلى الله عليه وسلم
 (ص ۱۰۷، ۱۰۸)

یعنی تابعی کے برخلاف صحابی کا قول حجت ہے، اس وجہ سے کہ صحابی کے قول
 میں اس کا احتمال ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کوئی بات

کہیں گے، اور اس وجہ سے بھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی برکت کی وجہ سے ان کی رائے زیادہ درست اور مناسب ہوگی۔

اب بیٹا تم ہی غور کرو کہ جس تلویح میں صحابی کے قول کے حجت ہونے پر اتنی زبردست شہادت موجود ہو اس تلویح میں یہ کیسے لکھا ہو گا کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی انہوں نے تو تلویح کتاب کے صفحہ کا حوالہ بھی دیا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ مصر کی طبع ہے۔

باپ۔ بیٹا ہمارے پاس جو مصر کا تلویح دلائل نسخہ ہے اس میں تو اس صفحہ پر بحرانی صاحب کی پیش کردہ عبارت ملی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس اس کوئی دوسرا نسخہ ہو۔

بیٹا۔ اباجی آپ کی تحقیق تو پی ایچ ڈی رضا رائے کو بڑی پریشانی میں ڈال دے گی اگر خدا نخواستہ حوالہ صحیح نہیں نکلا، یا عبارت کا مفہوم کچھ تھا اور بحرانی صاحب نے اسے کچھ کر دیا ہو تو پھر پی ایچ ڈی صاحب کی کیا رہ جائیگی۔

باپ۔ دیکھو ہماری ان تحقیقات سے ابھی کوئی حنفی دیوبندی واقف نہ ہوا الحمد للہ مذہب و جماعت کی عزت کا سوال ہے، پہلے پی ایچ ڈی رضا رائے سے درخواست کرو کہ وہ حوالہ کی صحت اور عدم صحت کی طرف سے خود بھی کتاب دیکھ کر اطمینان کر لیں، پھر مقلدوں سے سمجھا جائے گا۔^(۱)

بیٹا۔ اباجی اگر حوالہ صحیح نہ نکلا تو پھر کیا ہو گا۔ کیا ہماری ناک نہیں کٹے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

(۱) المطبعة الخيرية، لہاکھا و مدیر ہالائیکر حسین دشتاب بکھر دقاہو ۱۳۶۶

(۲) بہتے بحرانی صاحب کی چوٹی پڑی ہے، اس کی کچھ کہاں آنے والے شمار میں پڑ گئے۔

فریبی کون؟

میٹا - اباجی

باپ - جی میٹا

میٹا - اباجی پی ایچ ڈی رفقاہ اشرفی کسے وہ کیا کہتے ہیں۔

باپ - میٹا۔ اب وہ فضیلۃ الشیخ سلفی جمع سالف ہیں پی ایچ ڈی سے

بڑی ڈگری دالے ہیں، ہاں تو سلفی جمع سالف صاحب کارشلوسناؤ

کیا فرماتے ہیں۔

میٹا، اباجی وہ فرماتے ہیں۔

علامہ سہسوانیؒ نے تو قبوری ہیں اور نہ قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ

سے طلب حاجات کو جائز سمجھتے ہیں یہ ان کے اوپر ایک نہایت غلط اور

حد درجہ جھوٹی تہمت ہے، (۲۷ نمبر ترجمان دہلی)

باپ - میٹا علامہ سہسوانیؒ پر یہ جھوٹی تہمت کس نے لگائی ہے؟

میٹا - وہی دفعۃً مع الامذہبیۃ والاغازی پوری مولوی، بڑا فریبی دور

جھوٹا ہے کم بخت۔

باپ - میٹا میں نے دفعہ کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے، اس کی ایک ایک سطری پڑھی

میں مگہ سوانیؒ اغازی پوری نے تو اپنی اس کتاب میں نہ علامہ سہسوانیؒ کو

بطور خاص قبوری کہا ہے اور نہ قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات

کو جائز سمجھنے والا قرار دیا ہے۔ غازی پوری نے تو انکی عبارت سے صرف یہ ثابت کیا ہے

کہ وہ بھی غیر اسد سے توسل کی بعض صورتوں کو جائز سمجھتے ہیں بات غیر اسد

کے توسل کی چل رہی ہے۔ نہ کہ قبروں کے پاس طلب حاجات اور قبوری

ہونے اور نہ ہونے کی۔ البتہ سلفی جمع سالف نے عنوان پر غور نہیں کیا۔

دیگو وقفہ کا عنوان یہ ہے۔

الموسل بتغیر اللہ من النیین والملاشکة والصالحین۔

وعقیدۃ خیر المقلدین۔

یعنی اللہ کے سوا بیعتوں ملا کر اور صالحین سے توسل کا بیان اور غیر مقلدین

کا اس بارہ میں عقیدہ۔

بیٹا۔ تو کیا اباجان پی ایچ ڈی رضارائے دوسروں کو فریبی ثابت کرنے کے

لئے خود فریب کر رہے ہیں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا

شکری اپنے دام میں

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ۲۷ نومبر ۱۹۹۵ء والا ترجمان حدیث میں پی ایچ ڈی رضارائے کا ایک

زبردست مضمون شائع ہوا ہے، اس کا عنوان ہے۔ فریبی کون؟

اباجی بڑا دلچسپ مضمون ہے، پی ایچ ڈی صاحب نے غازی پوری دیوبندی

کا بچہ ادھیڑ دیا ہے، ادب و انشاء اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار

یہ مضمون ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقائق و معانی کا دریا یہ رہا ہے خدا

اس کا نمونہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں پی ایچ ڈی صاحب:

”یہ شخص (غازی پوری) دوسروں کو چور کہہ کر اپنی ماہرانہ و پیشہ ورانہ

چوری سے لوگوں کی توجہ مبثوثا چاہتا ہے، مدد نہ خود زبردست

چور واقع ہوتا ہے چوری نہیں بلکہ ایک اچکا ہے جو لوگوں کی آنکھوں

میں دھون جھونک کر ان کے مال و متاع پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔“

باپ - بیٹا یہ تو خاں صاحب بریلوی، حسنت علی بہ عتی، مرزا احمد تادیانی
والی زبان ہے، جب دلائل ساتھ نہ دیں تو آدمی گالی دیتا ہے۔ نہ یہ
ادب ہے نہ انشاء، نہ کوئی زبان و بیان کا شاہکار، افسوس ہمارے
نوفیروں نے ہماری جماعت کو بہ نام کر کے رکھ دیا ہے۔

بیٹا - اباجی مرزا تقو، مرزا جن اور فضیلہ اشخ کلو جیسے علماء اکرام اللہ محققین
تو اس مضمون کو شاہکار قرار دے رہے ہیں اور آپ اس کی شاہکاریت
کے انکاری ہیں۔

باپ - بیٹا میں اس مضمون کو پڑھا ہے، میں محسوس کو رہا ہوں کہ ہمارے اہل باب
قلم غصہ میں قلم چلانے کے عادی ہو گئے ہیں، اور انجام سے بے خبر ہو کر قلم
چلا رہے ہیں، اس مضمون نے اہل حدیث کے معتقدات کی بنیاد ہلا کر رکھ دی ہے
مشہور غیر مقلد عالم علامہ بشیر سہسوانی نے اپنی کتاب میناتہ الانسان میں
توسل کی بحث میں بقول پی ایچ ڈی رضا اللہ توسل مشروع و توسل
غیر مشروع کی زائد از دس قسمیں گنائی ہیں۔

توسل کی تیسری قسم یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کی تصدیق
کے ذریعہ وسیلہ بنایا جائے۔ (مستتر جان)

بیٹا ہم اہلحدیثوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اپنی قبر میں مردہ ہیں اللہ ہمارا یہ بھی
عقیدہ ہے کہ آپ غیر اللہ ہیں، علامہ سہسوانی اور پی ایچ ڈی رضا اللہ کے
عقیدہ میں یہ تیسری قسم والا توسل مشروع ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو بعد وفات وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، یہی عقیدہ تو مقلدین اور بریلویوں کا
ہے، پھر ہمارے عقیدہ اور بریلویوں کے عقیدہ میں فرق کیا رہ گیا ہے۔

بیٹا - اباجی آپ نے تو بڑی زبردست بات پکڑ لی اگر کسی بریلوی کی نگاہ اس پرچہ
پر پڑ گئی تو کیا ہوگا ؟

باپ - بیٹا اس وقت ہمارے محققین کی بریلویوں سے دوستی ہے، لڑائی دیوبندیوں سے ہے، بریلوی بھی مطلقاً توسل کے قائل ہیں یعنی زندوں سے بھی اور مردوں سے بھی اللہ سے بھی مدد غیر اللہ سے بھی اور یہی عقیدہ ہمارے بڑوں کا بھی ہے تم نے ابھی اوپر سہ سوالی کے کلام میں یہ بات دیکھی، دیکھو ہمارے نواب وحید الزماں صاحب تو اور آگے کی بات کہہ رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

اختلفوا فی جواز التوسل الی اللہ بانبیائہ و الصالحین
 من عبادہ منہم^(۱) من لم یجوزہ مطلقاً، ومنہم^(۲) من جوزہ
 بالاحیاء دون الاموات ومنہم من جوزہ مطلقاً۔

یعنی لوگوں کا انبیاء اور صالحین سے توسل کرنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے، اور بعض کے نزدیک زندوں سے جائز ہے اور مردوں سے ناجائز ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ مطلقاً ناجائز ہے۔ یعنی زندوں اور مردوں سب سے توسل کرنا ناجائز ہے، اور پھر علامہ نواب وحید الزماں غیر مقلدوں کے علماء کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واختار السبکی والشوکانی والسید من اصحابنا القول الثالث۔
 یعنی سبکی اور شوکانی اور اللہ ہمارے بڑوں میں سے سید نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے تیسرا قول (یعنی مطلقاً زندوں اور مردوں سے توسل کے جواز کا) پسند کیا ہے۔

بیٹا - اباجی پی ایچ ڈی رضا اللہ نے ہمارے انہیں عقیدوں سے تو بڑھانے کیلئے غازی پوری کو چوراچکا بنایا ہے کیا؟

باپ - بیٹا یہ تو تفسیر ایشی سلفی جمع ساف جانیں مگر یہاں تو صیاد خود زیروام آگیا۔
 بیٹا - اباجی جب ہمارے بڑوں کے یہی عقیدے ہیں تو ہم سلفی لوگ اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے دوسروں کے عقیدہ و ایمان کے چکر میں کیوں رہتے ہیں؟
 باپ - یہ نہیں بیٹا۔

مکتوبِ مذہبِ منورہ

مدینہ منورہ میں ہمارے ایک پاکستانی ذی علم و صاحبِ قلم دوست ہیں ، اور حکومت کے ایک اہم ادارہ میں ملازم ہیں ، بعض مصالح کے پیشِ نظر ہم ان کا نام ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ اس ادارہ کا نام لے سکتے ہیں جہاں وہ ملازم ہیں۔ ان کا ہمیں یہ مکتوب بہت تاخیر سے ملا ، اس مکتوب میں جو باتیں نہایت اجمال سے درج ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی شمارہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ اس مکتوب گرامی سے اس حقیقت کا بھی اظہار ہے کہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں غیر متقلدین کی بڑی جلتی ہے اور ان کی ترقی مان جانے سے وہ مددِ غلط فہمی میں ہیں ، کچھ مستند قسم کے سلفی شیوخ ، یہ اوراں یہاں سے سترہ ہیں جن کا ان کی دینی وجاہت کی وجہ سے عوام پر خاصا اثر ہے ، غیر متقلدین کی ان باتوں کے یہاں کچھ پہنچ ہے ، ورنہ غمناک طور پر سعودیہ میں بھی غیر متقلدین کا حال یہی ہے کہ :

پھرتے ہیں میر غوار کوئی پوچھا نہیں

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم و محکم حضرت مولانا محمد ابو بکر غازی پوری صاحب مدظلہ
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مرنج گرامی !

ماہنامہ زمزم کا دوسرا شمارہ بھی موصول ہوا، پسند آیا، تقبل اللہ
ساعیکم، کسی کے لئے کسی کے ہاتھ اپنی کتب بھیجیں تو ایک ایک نسخہ بھیج دیں اور
اس سے کہہ دیں کہ انہیں سامان میں مختلف جگہوں پر ایک ایک نسخہ علحدہ رکھے
بندل نہ بنائے کہ یہ ملقت للنظر ہے۔

حضرت مولانا رضوان صاحب کو بھی جواب لکھ دیا ہے۔
بعضی الرحمن کو چند ماہ قبل نکال دیا گیا ہے، ابھی تک وہ یہیں ہے،
اس کے امیر جمعیت ابن حدیث بننے کا تذکرہ اردو نیوز میں بھی آیا ہے، اس میں
جہ سے اس کا اپنا بیان بھی ہے، جو دو تین روز قبل کا واقعہ ہے۔

ربیع^(۱) مدغلی کو جامعہ سے نکال دیا ہے وہ مکہ مکرمہ چلا گیا ہے، ان کا
اردو ترجمہ یہاں سلسل چھپ رہا ہے، تفسیر عثمانی کا جو ذخیرہ رابطہ عالم اسلامی
کے پاس تھا اس کی تقسیم حج سے شروع ہو چکی ہے۔ آپ کا اردو و عربی خط
پاکستان اور دوسرے ملکوں سے بھیجا جا رہا ہے۔

اہل خانہ کی طرف سے اہل خانہ کو سلام
سنہ ہے کہ مختار سلفی نے اپنے اردو ماہنامہ میں لکھا تھا کہ حرمین شریفین میں
آٹھ رکعت تراویح ہوتی ہے، جس پر علماء نے نیکر کی تو اس نے اس کی توجیہات
شائع کیں کہ ایک امام اتنی رکعت پڑھا تا ہے اور دوسرا اتنی وغیرہ اس جھوٹے
رسالے کے متعلقہ صفحہ کی فوٹو کاپی کسی وقت بھیجوا دیں، شکریہ

الحمد للہ سب خیر ہے۔ دعاؤں کی درخواست۔ در سالوں کا اشتراک
ارسال خدمت ہے والسلام

(۱) یہ صاحب کسی زمانہ میں جامعہ سلفیہ بنارس میں مبعوث بنا کر بھیجے گئے تھے، میران سے اسی
زمانہ سے تعارف و تعلق تھا، مدینہ منورہ میں میر قیام انہیں کے یہاں رہتا تھا، یہ بھی مجھ سے

